ایک سعودی محقق کی تبلیغی جماعت کے متعلق لکھی گئی کتاب

مسمّٰی

اَلْقَوْلُ الْبَلِیْغ فِی التَّحْذِیْرِ مِنْ جَمَاعَةِ التَّبْلِیْغ

کا اردو ترجمہ مع تبصرہ

تبلیغی جماعت کا تعارف

تصنیف

حمود بن عبد اللہ بن حمود تویجری

ترجمہ وتبصرہ

ابوالحسنین مفتی محمد عارف محمود القادری مدظلہ

تقدیم

علامہ محمد شہزاد ترابی قادری مدظلہ

مکتبہ فکر رضا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک سعودی محقق کی تبلیغی جماعت کے متعلق لکھی گئی کتاب

مسمّی

القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ

کا اردو ترجمہ مع تبصرہ

تبلیغی جماعت کا تعارف

مصنف

حمود بن عبد اللہ بن حمود تویجری

ترجمہ و تبصرہ

ابوالحسن مفتی محمد عارف محمود القادری مدظلہ

تقدیم

علامہ محمد شہزاد ترابی قادری مدظلہ

مکتبہ فکر رضا

0308-7057505,0303-3061574

عربی کتاب کا نام القول البلیغ فی التحذیر من جماعة التبلیغ

مصنف حمود بن عبد اللہ بن حمود تویجری

اردو ترجمہ تبلیغی جماعت کا تعارف

مترجم ابوالحسنین مفتی محمد عارف محمود القادری رضوی مدظلہ

تقدیم علامہ محمد شہزاد ترابی قادری مدظلہ

ناشر مکتبہ فکر رضا

تاریخ اشاعت 20 جون 2012ء

تعداد 1100

قیمت 200 روپے

مکتبہ فکر رضا، پاکستان

0303-3061574, 0308-7057505

فہرست

تقدیم

ازقلم: مولانا محمد شہزاد قادری ترابی (ایڈیٹر ماہنامہ تحفظ، کراچی)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الكريم

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

دین اسلام وہ واحد مذہب ہے جو ہر شر سے مسلمانوں کو روکتا ہے، اس کا پیغام دینا ہے، سلامتی والا مذہب ہے۔ تمام باطل ادیان ایک طرف اور مذہب اسلام ایک طرف۔ تمام باطل ادیان یہ سازش کیے بیٹھے ہیں کہ مذہب اسلام کو مٹا دیں۔ اس دین کو ختم کر دیں مگر اس دین کے ماننے والوں کا پروردگار جل جلالہ اس دین کی شان اپنے کلام قرآن مجید میں یوں بیان فرماتا ہے:

القرآن: هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون O

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، پڑے برا مانیں مشرک (سورۃ الصف، آیت 9، پارہ 28)

القرآن: یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکفرون O

ترجمہ: (کفار) چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں (دین اسلام کو ختم کر دیں) اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر (سورۃ الصف، آیت 8، پارہ 28)

کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ اور باطل قوتوں نے دور رسالت سے ہی اس دین

اسلام کو مٹانے کے لئے ہر حربے کو استعمال کیا۔ کوئی ایسی سازش ڈھکی چھپی نہ تھی جو انہوں نے اسلام کو مٹانے کے لئے نہ کی ہو کہ اس دین کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے مگر وہ کیسے مٹا سکتے تھے جس دین کی حفاظت کا ذمہ رب ذوالجلال جل جلالہ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہو۔

بالآخر دین اسلام امن و سلامتی کے ساتھ پھیلتا رہا جو اس دین کو مٹانے کے درپے تھے، وہ خود دین اسلام کے محافظ بن گئے۔ کفار و مشرکین کو بھرپور شکست ہوئی جو مکۃ المکرمہ کفار و مشرکین کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، وہاں کے چپے چپے سے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ" کی صدائیں گونجنے لگیں، فتح مکہ کا جشن منایا گیا۔

مدینۃ المنورہ جو یہودیوں کی آماجگاہ تھا، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی آمد کے بعد وہاں اسلام کی خوشبو پھیلنے لگی۔ یہودیوں کو ذلیل و خوار ہو کر مدینہ منورہ سے بھاگنا پڑا۔ پھر رفتہ رفتہ اسلام کی کرنیں پورے بلاد عرب میں پھیلنے لگیں اور وہ وقت بھی آیا جب اسلام بلاد عرب سے نکل کر بلاد عجم میں پھیلنے لگا اور اس کی پاکیزہ خوشبو سے غیر مسلم جوق در جوق مسلمان ہونے لگے حتیٰ کہ اسلام پوری دنیا میں پھیل گیا۔

مسلمانوں نے جس طرح بلاد عرب سے خصوصاً مکۃ المکرمہ سے مشرکین مکہ کو اور مدینہ پاک سے یہود و نصاریٰ کو ذلیل ہو کر نکلنے پر مجبور کیا، انہوں نے اسی وقت یہ سازش اپنے اندر گھر کرلی کہ اب تو ہم بلاد عرب سے جا رہے ہیں کیونکہ اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا مگر جوں جوں موقع ملے گا ہم مسلمانوں کو کمزور کرنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔ دور رسالت مآب ﷺ میں تو ان کو بظاہر کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی مگر سید عالم نور مجسم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد ان کو معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔ خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھرپور طریقے سے دشمنان اسلام کی سازشوں کو دبائے رکھا مگر سب سے پہلی بڑی کامیابی دشمنان اسلام کو

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں ہوئی، جب مشہور یہودی عبداللہ ابن سبا جو کہ صرف سازشیں کرنے کے لئے مسلمان ہوا اور اس نے مدینے کے مسلمانوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسایا۔ یہ کہنے لگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار ہیں۔ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہما (معاذ اللہ) نے خلافت پر قبضہ کیا تھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین غلط فہمیاں پیدا کروائیں۔

رفتہ رفتہ فتنۂ خوارج جو کہ دور رسالت ﷺ میں ہی جنم لے چکا تھا، زور پکڑنے لگا۔ مسلمانوں اور پرہیزگاروں کا لبادہ یعنی داڑھی اور نماز کی کثرت کرنے والوں کا لبادہ اوڑھ کر معرکہ عام پر آ گیا اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تلوار اٹھائی، مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے قتال فرمایا اور شکست دی۔

یہ وہی فتنۂ خوارج ہے جو کہ یہودیوں کا تیار کردہ لشکر ہے۔ جو مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر اسلام اور مسلمانوں کو اندرونی اور بیرونی طور پر نقصان پہنچاتا رہا۔ ہر دور میں یہ فتنہ اپنی سازشیں چلاتا رہا۔ بالآخر برطانوی سامراج نے بیسویں صدی کے ربع اول میں "عرب قومیت" کا فتنہ جگا کر صیہونی منصوبے کے تحت ترکوں کو جزیرۃ العرب سے باہر نکالا تھا جس کی گواہی اس دور کی پوری تاریخ دیتی ہے۔

حجاز مقدس سے شریف حسین کی امارت ختم کرنے کے لئے انگریزوں نے نجد کے سرکش قبیلہ آل سعود کو اٹھایا اور کرنل لارنس کے بنائے ہوئے منصوبے کے تحت انہیں بھرپور مدد دے کر اپنی نگرانی میں سلطان عبدالعزیز کو 1925ء میں حرمین شریفین پر قابض کیا۔

مخبر صادق ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق تیرہویں صدی کی ابتداء میں سرزمین نجد سے ابن عبدالوہاب نجدی کا ظہور ہوا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ دور رسالت کا بدترین گستاخ ذوالخویصرہ کی اولاد میں سے ابن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا۔ یہ شخص خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ کا حامل تھا۔ اس لئے اس نے اہلسنت وجماعت سے قتل و قتال کیا اور

کتاب التوحید کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں ملت اسلامیہ کے ہر شخص کو کافر قرار دیا۔

چنانچہ امام امین الدین محمد بن عابدین شامی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ردالمحتار حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق فرماتے ہیں:

"یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں ہمارے زمانے میں پیروان ابن عبدالوہاب نجدی سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین شریفین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی لوگ مسلمان ہیں جو ان کے (نجدی) مذہب پر ہیں اور جو ان کے (نجدی) مذہب پر نہیں وہ تمام مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اہلسنت علمائے اہلسنت کا قتل مباح (جائز) ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہر ویران کئے اور لشکر مسلمین کو ان پر فتح بخشی 1233ھ میں۔

(ردالمحتار، کتاب الجہاد، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر 339/3)

ابن عبدالوہاب نجدی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس کے پیروکار سعودیہ عربیہ کی قابض نجدی حکومت نے تمام مقدس مقامات کی بے حرمتی کی۔ جنت المعلیٰ اور جنت البقیع میں موجود صحابہ کرام اہلبیت اطہار اور امہات المومنین کے مزارات پر بلڈوزر چلوائے۔ ہر وہ تبرک نشانیاں جو قابل تعظیم تھیں، سب سعودی نجدیوں نے ختم کروا دیں۔ رسول اللہ ﷺ سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے عداوت کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا۔

ابن عبدالوہاب نجدی کے اس کام کو آگے بڑھاتے ہوئے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کتاب تقویۃ الایمان لکھ کر اس امت میں بہت بڑے فساد کی بنیاد ڈالی۔ یہی نہیں بلکہ مولوی اسمٰعیل نے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھا کر اسے جہاد کا نام دیا۔ یہی وہ جہاد ہے جو خوارج مسلمانوں کے خلاف کر رہے ہیں، جسے وہ عین اسلام سمجھتے ہیں۔

ایک طرف تو حکومت برطانیہ عرب میں بغاوت کو فروغ دے رہی ہے اور دوسری جانب برصغیر میں بھی اسے اپنی پسند کا مذہب بنانے میں زیادہ وقت نہ ہوئی۔ حکومت برطانیہ کے انگریزوں نے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی اور انگریزوں کو سب سے زیادہ خوف صوبہ سرحد کے مسلمان پٹھانوں سے تھا۔ پٹھانوں سے مقابلہ کرنا انگریزوں کے لئے آسان نہ تھا۔ دوسرا بڑا خطرہ انگریزوں کو دہلی میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کے گھرانے سے تھا۔ جن کے عقیدت مند ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ انگریزوں نے بڑی عیاری سے کام لیتے ہوئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اسمٰعیل دہلوی کو اپنی مذموم سازش میں وفاداری کا عہد کیا اور دوسری طرف تو مرا اسمٰعیل دہلوی نے انگریز وفاداری کا حلف اٹھالیا۔

مرزا حیرت دہلوی سید احمد بریلوی کے بارے میں لکھتا ہے کہ حج کے موقع پر انہوں نے بے شمار لوگوں کو اپنا معتقد بنایا۔ اس نے اپنے کارندے پٹنہ میں مقرر کئے اور پھر دہلی کی طرف رخ کیا۔ یہاں خوش قسمتی سے ایک فاضل اجل محمد اسمٰعیل نامی اس کا مرید ہو گیا اور آخر میں اپنے پیر (سید احمد بریلوی) کا ایسا شیدا ہوا کہ اس نے نئے خلیفہ کے نئے اصول مذہبی پر مبنی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام صراط مستقیم تھا۔ (حیات طیبہ صفحہ 308)

اور انہیں دونوں کی کاوش سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقیدے کی کتاب التوحید کا ترجمہ کیا جس کا دوسرا نام تقویۃ الایمان رکھا (حیات طیبہ صفحہ 308)

انگریز حکومت سے وفاداری کا ثبوت

مقالات سرسید میں ہے کہ "حضرت سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ صاحب اسمٰعیل دہلوی کی عملی زندگی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ چنانچہ ان حضرات کی انگریزوں سے جیسے اچھے تعلقات تھے، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے"

(مقالات سرسید صفحہ نمبر 319)

اسماعیل دہلوی کے چند فتوے

انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا کسی بھی طرح درست نہیں بلکہ خلاف مذہب ہے (تواریخ عجیبہ ص73، حیات طیبہ ص94)

انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ تکلیف نہیں پہنچی اور چونکہ ہم (ان کے بقول) انگریزوں کی رعایا ہیں، اپنے مذہب کی رو سے یہ فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں (مذہب الاسلام، ص440)

سید احمد صاحب 1809ء سے 1815ء تک مالوہ کے مشہور ڈاکو امیر خان پنڈاری کی ٹیم ٹولی میں سوار کی حیثیت سے شامل ہوئے تھے، بہت جلد "اپنی خدمات" کے صلے میں امیر خان پنڈاری کے باڈی گارڈ دستے کے "سردار" بنا دیئے گئے اور پنڈاری خود اس قدر بہادر اور جنگجو تھا کہ اس کے بڑے تابڑ توڑ حملوں سے ایک طرف سے پور، جودھپور اور ہندو ریاستوں پر ہیبت طاری تھی تو دوسری جانب انگریزوں کے ناک میں بھی دم کر رکھا تھا۔ چنانچہ لوٹ مار کی اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے انگریزوں نے انتہائی عیاری سے کام لیتے ہوئے سازش کا جال پھیلایا۔ لہذا امیر خان پنڈاری کے معتمد خاص سید احمد صاحب سے ساز باز کر کے امیر خان پنڈاری کو پھانسنے کی ترکیب نکالی۔ اور سید احمد صاحب نے امیر خان پنڈاری جیسے شیر سے نڈر انگریز دشمن کو "نواب" اور "والیٔ ٹونک" کے خطاب دلا کر اپنی حکمت عملی سے انگریز شکنجے میں جکڑ دیا۔ گویا سید احمد صاحب نے اپنی اس حکمت عملی سے بپھرے ہوئے شیر کو پنجرے میں بند کر دیا۔ (تفصیل ملاحظہ فرمایئے کتاب "حیات طیبہ" ص513، ص421)

غور فرمایئے ملت فروشی اور انگریز نوازی کا کیسا شاندار کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ اسی لئے انگریز سرکار ان کی کارگزاری سے بہت خوش تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ ایسی ہی پٹھوؤں کی بدولت انگریزی عفریت، ہندوستان کے جسم لاغر میں اپنے زہریلے پنجے گاڑنے میں کامیاب ہوئی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر سید احمد صاحب کے دل میں آزادی وطن کی ذرا سی بھی تڑپ ہوتی اور دین اسلام سے ذرا بھی محبت ہوتی تو وہ امیر خان پنڈاری کو انگریز کی غلامی پر رضامند نہ کرتے۔ بلکہ انگریزوں کے خلاف کارروائیوں میں تیزی اختیار کرنے کا مشورہ دیتے۔ امیر خان پنڈاری کے پاس اس وقت کئی ہزار افراد کا گروہ موجود تھا جو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے نہایت موزوں تھا۔ مگر دین ملت کے اس غدار نے اپنی عاقبت تباہ کرنے کے لئے غاصب انگریزوں کا آلہ کار بننا پسند کیا اور ناموس اسلام کا کچھ پاس نہ رکھا۔ انگریزوں کی حمایت کے ساتھ ساتھ سید احمد نے اپنے دین کا پرچار بھی شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ "حیات طیبہ" میں ان کے اپنے مصنف مرزا دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

اس مستعدی اور زبان چند نصائح کا عمل، شرعی معاشرت کے ساتھ یہ اثر ہوا کہ امیر خان معہ اپنے کل بھائی بندوں اور اولاد کے پکا محمدی (یعنی محمد بن عبد الوہاب نجدی کا پیروکار) بن گیا (ملاحظہ کیجئے حیات طیبہ ص512)

سید احمد بریلوی کے مذکورہ واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ابن عبد الوہاب نجدی کا معتقد تھا اور دورہ حجاز سے پہلے بھی اس کی عقیدت اسی شر انگیز مذہب سے تھی۔ اسی لئے اس نے امیر خان کے پورے خاندان کو اپنے مذہب میں ڈھال لیا۔

سکھوں کے خلاف جہاد اور اس کی حقیقت

ان کے اپنے تذکرہ نگار مرزا حیرت دہلوی اس حقیقت کا انکشاف ان الفاظ میں کرتا

ہے۔

سید صاحب نے عام طور پر دعوا کے سے اپنے مریدوں کو ہر شہر میں یہ اجازت دے دی کہ سکھوں پر جہاد کرنے کے دعوے ہوں اکثر شہروں میں وعظ ہونا شروع ہو گئے..... اور سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونا شروع ہو گئے (حیات طیبہ صفحہ نمبر 430-431)

چونکہ یہ جہاد نہیں تھا بلکہ اس نعرہ کی آڑ میں سکھوں کی قوت ختم کر کے انگریز حکومت کے پاؤں مضبوط کرنا تھا۔ سید احمد نے سکھوں کے خلاف جو نام نہاد جہاد کیا اس کی حقیقت کا پردہ چاک کرتے ہوئے ان ہی کے مانے ہوئے دوسرے مکتبہ فکر کے امام مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

جب سید احمد صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی (نقش حیات، ص 12، جلد دوم، مولوی حسین احمد مدنی)

مذکورہ بالا حقائق سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہابیوں کے امام سید احمد صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب کا سکھوں سے جنگ کرنا، جہاد نہ تھا بلکہ انگریزوں کی ایماء پر ان کے ہاتھ پاؤں مضبوط کرنا تھا۔ سکھوں نے انگریزوں سے صلح کر لی تھی پھر ان دونوں نے اپنا نام نہاد جہاد، سکھوں کے خلاف بند کر دیا۔ انگریزوں نے ایک خط سید احمد صاحب اور اسماعیل صاحب کی بنائی ہوئی جماعت مجاہدین کے امیر مولوی ولایت علی کے نام لکھا۔

اس خط کا مضمون سید احمد صاحب کے خصوصی مرید و معتقد اور مجاہدین جماعت کی خصوصی شخصیت جعفر تھانیسری صاحب نے اپنی کتاب میں اس طرح نقل کیا ہے۔

"جب گلاب سنگھ اور سرکار انگریز کا آپس میں معاہدہ ہو گیا تو اس وقت سرکار انگریز نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی صاحب کو لکھا کہ اب گلاب سنگھ سرکار انگریز کی حمایت

میں ہے۔ اس وقت اس سے لڑنا گورنمنٹ سے لڑنا ہے۔ لہٰذا اب تم کو چاہئے کہ اب اس سے لڑائی بھڑائی مت کرو" (ملاحظہ کیجئے تواریخ عجیبہ، مطبوعہ دہلی، جعفر تھانیسری)

اس کے بعد مجاہدین نے لڑائی بند کر دی۔ ہتھیار سرکار (یعنی انگریز حکومت) کے پاس جمع کرا دیے اور قیمت وصول کر لی۔ انگریزوں نے مجاہدین کا شاندار استقبال کیا اور ان کی دعوتیں بھی کیں (ملاحظہ ہو کتاب، حیات سید احمد)

جب سکھ انگریز حکومت کے زیر اثر آ گئے اور سکھوں نے انگریزوں کے جمائے ہوئے لشکر سے شکست کھائی تو انگریزوں نے اپنے قدم مضبوط کرنے کے لئے اس لشکر کو صوبہ سرحد کے غیور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار کیا۔

چنانچہ سید احمد صاحب نے انگریز سرکار کے کہنے پر ایک فوجی دستہ قائم کیا۔ جسے مجاہدین کا نام دیا گیا۔ سید احمد بریلوی کو امیر المومنین بنایا گیا جبکہ اسماعیل دہلوی کو اس فوجی دستہ کا کمانڈر انچیف بنایا۔ گویا ایک پیر تو دوسرا مرید۔ اس طرح نام نہاد مجاہدین کا یہ لشکر 1827ء میں پشاور جا پہنچا۔

ابتدائی چار سال پیری مریدی کر کے لوگوں کو اپنے قریب کیا اور ان کے ذہنوں کو بدلا، اپنی نام نہاد شریعت نافذ کی۔ جب صوبہ سرحد کے غیور مسلمان پٹھانوں کو ان کے عزائم کا علم ہوا تو انہوں نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا۔ لوگوں کو ان کے خلاف نفرت پیدا ہوئی اور سرحد کا پٹھان سید احمد بریلوی سے نفرت کرنے لگا۔ اسماعیل دہلوی قتیل نے ان سچے مسلمان پٹھانوں کے خلاف "جہاد" کا اعلان کر دیا۔

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتا ہے۔ "سید صاحب نے سب سے پہلے جہاد کس یار خان حاکم یاغستان سے کیا" (ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید، ص 370، جلد دوم)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے "سید احمد نے پہلا جہاد یار محمد خان حاکم یاغستان

سے کیا تھا"۔ (ملاحظہ ہو ارواح ثلاثہ ص 107، مطبوعہ سہارنپور)

معلوم ہوا کہ سید احمد کا جہاد مسلمانوں سے تھا کسی سکھ یا انگریز سے ہرگز نہ تھا۔

صوبہ سرحد میں وہابی مجاہدین کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور وہ کن کے ٹکڑوں پر پلے، اس کا انکشاف مکتبہ دیوبند کے مولوی عبید اللہ سندھی ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

وہاں سرحد میں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ جماعت جو مجاہدین کے نام سے یاد کی جاتی ہے، کس بری حالت میں ہے اور اس کی گزر بسر اور اس کی زندگی کس طرح صاحبزادہ عبدالقیوم کی وساطت سے انگریز کی مرہون منت ہے۔ (ملفوظات عبید اللہ سندھی، از محمد سرور صاحب، ص 392)

عبید اللہ سندھی کے مذکورہ بالا انکشاف سے واضح ہوا کہ اسماعیل دہلوی کا فوجی دستہ انگریزوں کی مرہون منت تھا۔ سید احمد اور ان کے مرید اسماعیل دہلوی کا انگریزوں سے کس وجہ گہرا تعلق تھا، اس کا اندازہ سر سید احمد خان کے قول سے لگایئے۔ سر سید احمد خان تحریر کرتے ہیں۔

"حضرت سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ صاحب (اسماعیل دہلوی) کی کلی زندگی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے، لہذا ان حضرات کے انگریزوں سے اچھے اچھے تعلقات تھے، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں"۔ (ملاحظہ کیجئے مقالات سر سید ص 319، حصہ شانزدہم)

صوبہ سرحد میں ان کے کارنامہ

ایک اور فتویٰ سنئے، یہ وہ فتویٰ ہے کہ جس پر سید احمد اور اسماعیل دہلوی کی مہر لگی ہوئی تھی۔ یہ فتویٰ پشاور کے قاضی سید مظہر علی صاحب کو بھیجا جس کا انہوں نے برملا اعلان کیا۔ فتویٰ یہ ہے "تین دن کے عرصہ میں ملک پشاور میں جتنی رانڈیں (بیوہ) ہیں، سب کے

نکاح ہو جانے ضروری ہیں ورنہ اگر کسی گھر میں بے نکاح رانڈ رہ گئی تو اس گھر کو آگ لگا دی جائے گی"۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ ص 243-244)

حیات طیبہ میں ان کا اپنا مورخ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ یہ ممکن نہ تھا کہ جو جوان عورت رانڈ ہو کر عدت کی مدت گزر جانے پر بے خاوند کی بیٹھی رہے، اس کا جبراً نکاح کیا جاتا تھا خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ ص 242)

میں یہاں پر تمام شرانگیز اسلام کے دشمنوں سے سوال کرتا ہوں کہ عورت اس کے ولی کی اجازت کے بغیر سرحد کی جتنی مسلمان لڑکیوں کو ان نام نہاد مجاہدین نے جبراً اپنے گھر میں ڈال لیا تھا کیا ایسے نکاح کا قرآن و حدیث میں کہیں ثبوت ملتا ہے؟ اگر نہیں ملتا تو ایسے نکاحوں کے ذریعے جنم لینے والی نسل حلال ہے یا حرام؟

ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار نجدی، کے نزدیک تمام (ان کے علاوہ) مسلمان چونکہ بدعتی، مشرک، کافر اور لائق گردن زنی ہیں۔ چنانچہ سید احمد نے اپنا آخری جہاد پشاور کے مسلمان سردار سلطان محمد خان صاحب سے کیا جس میں بڑی بے جگری سے ان درندوں نے اپنے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کی تاریخ کو دہراتے ہوئے مسلمانوں کا قتل عام کیا مگر ان بدمست ہاتھیوں کو یہ کہاں پتہ تھا کہ جب صوبہ سرحد کے غیور پٹھان مسلمانوں پر ان کے نام نہاد مجاہدین کے ظلم کی انتہا ہو گئی تو انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ ان مسخ نام نہاد اسلام کے ٹھیکے داروں سے اپنی عزت و آبرو اور دین و ایمان بچانا ممکن ہے تو تمام پٹھان مسلمانوں نے مل کر ان خون کے پیاسوں اور ایمان کے دشمنوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے اجتماعی کوششیں کیں، مسلمانوں کی یہ کوشش کس قدر کارگر ثابت ہوئی، اس کی حقیقت مولوی عبید اللہ سندھی دیوبندی سے سنئے:

"چنانچہ ایک معین رات میں امیر شہید (سید احمد صاحب) کے تمام مقرر کردہ اہل

مجاہدین قتل کر دیے گئے اور حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ امیر شہید (سید احمد صاحب) اس واقعہ سے کہ قاضی، مفتی، حاکم سپاہی غرض کہ ساری جماعت قتل کر دی گئی، بہت متاثر ہوئے"

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، ص 115,116، مولوی عبید اللہ سندھی)

سر سید احمد خان صاحب اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ہندوستان کے گوشہ شمال مغرب کی سرحد پر جو قومیں رہتی ہیں، وہ سب اہلِ سنت ہیں لیکن چونکہ یہ (پٹھان مسلمان) قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کر دیا" (ملاحظہ ہو مقالات سر سید جلد نہم ص 139,140)

عاشقانِ مصطفی ﷺ (پٹھانوں) سے گھمسان کی جنگ ہوئی، صوبہ سرحد کے پٹھانوں نے انگریزوں کے ان زر خرید مولویوں کو بالاکوٹ کے پہاڑوں پر قتل کیا۔ اسلام دشمن انگریز اور سکھ نے انہیں شہید کا لقب دیا۔ جو اب تک ان کے نام سے منسوب ہے۔

غیر مقلد کا مورخ لکھتا ہے کہ "راجہ شیر سنگھ نے اسی لاش (اسماعیل دہلوی) پر دو شالہ ڈلوا کر اور اپنی فوج کے مسلمانوں سے اس پر نماز جنازہ پڑھوا کر بڑے اعزاز اور اکرام سے دفن کر دیا" (تواریخ عجیبہ، 179، مطبوعہ دہلی)

غیر مقلد کے مورخ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں "یہ خبر معتبر معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے دن شیر سنگھ نے ان دونوں بزرگوں (سید احمد اور اسماعیل دہلوی) کی لاشوں کو شناخت کرا کے نہایت عزت کے ساتھ انہیں بالاکوٹ میں دفن کرا دیا" (ملاحظہ ہو حیات طیبہ ص 535، تواریخ عجیبہ ص 179)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سکھوں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ پٹھانوں کی غیرت نے ان کو گوارا نہ کیا اور جہنم واصل کیا لیکن دلیر اور جرات اور بہادری کے پیکر پٹھان عاشق رسول نے ان کو تو جہنم واصل کر دیا مگر ان کے لگائے ہوئے پودوں کا زہر

پورے پاکستان اور افغانستان میں پھیل گیا ہے اور کئی لوگ دوبارہ سے سید احمد اور اسماعیل دہلوی بن گئے۔

اگر سکھوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہوتے تو امرتسر مشرقی پنجاب کے کسی اور شہر میں مارے جاتے کیونکہ یہی سکھوں کا مرکز تھا۔ سرحد تو پٹھانوں کا ملک ہے، وہاں یہ مارے گئے معلوم ہوا کہ انہیں مسلمانوں نے قتل کیا۔

نیز ان ہی کی مشہور کتاب ارواح ثلاثہ کے صفحہ نمبر 139 پر ہے کہ سید احمد صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا۔ اس جہاد میں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی محمد حسین صاحب رامپوری سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ نیز مولوی اسماعیل صاحب کا میر منشی ہیرا لال تھا (حیاتِ طیبہ) اور توپچی رلیہ رام تھا غرضیکہ اسی کتبہ فکر کے علمی زبانی اور تلواروں کے حملے مسلمانوں ہی پر ہوئے۔

مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے گستاخانہ مشن کی تکمیل کے لئے مولوی الیاس کاندھلوی (دیوبندی) نے تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی۔

تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی (دیوبندی) کا تعلق جس فرقے سے تھا اس فرقے کے سارے پیشواؤں کی کتابیں گستاخیوں سے بھری ہوئی ہے۔

اکابر دیوبند کی کفریہ عبارات

عقیدہ: دیوبندی پیشوا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب حفظ الایمان میں لکھتا ہے کہ

"پھر یہ کہ آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس

میں حضور ﷺ ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے"

مطلب یہ کہ (معاذ اللہ) سرکار ﷺ کے علم غیب کو پاگل جانوروں اور بچوں سے ملایا۔ (بحوالہ کتاب حفظ الایمان ص 8 کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند مصنف اشرف علی تھانوی)

عقیدہ: دیوبندی پیشوا قاسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتا ہے کہ "اگر بالفرض زمانہ نبوی ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہیں آئے گا"

مطلب یہ کہ قاسم نانوتوی نے حضور ﷺ کو خاتم النبیین ماننے سے انکار کیا۔

(بحوالہ کتاب تحذیر الناس صفحہ نمبر 34 دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی مصنف قاسم نانوتوی)

عقیدہ: دیوبندی پیشوا مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنی کتاب میں لکھتا ہے "شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم ﷺ کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم ﷺ کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"

مطلب یہ کہ سرکار اعظم ﷺ کے علم پاک سے شیطان و ملک الموت کے علم کو زیادہ بتایا گیا۔ مولوی خلیل احمد کی اس کتاب کی دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی نے تصدیق بھی کی۔ (بحوالہ کتاب براہین قاطعہ صفحہ نمبر 15 مطبوعہ بلال ڈھور مصنف مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی)

عقیدہ: زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے

اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے آپ کو بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق کرنے سے زیادہ برا ہے"

مطلب یہ کہ دیوبندی اکابر اسمٰعیل دہلوی نے نماز میں سرکار اعظم ﷺ کے خیال مبارک کے آنے کو جانوروں کے خیالات میں ڈوب جانے سے بدتر کہا۔

(بحوالہ کتاب صراط مستقیم صفحہ 169 اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی)

عقیدہ: دیوبندی پیشوا اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے اپنے پیر اشرف علی تھانوی کو اپنے خواب اور بیداری کا واقعہ لکھا کہ وہ خواب میں کلمہ شریف میں حضور ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کی جگہ اپنے پیر اشرف علی تھانوی کا نام لیتا ہے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ (معاذ اللہ) پڑھتا ہے اور اپنی غلطی کا احساس ہونے پر اپنے پیر سے معلوم کرتا ہے تو جواب میں اشرف علی تھانوی توبہ و استغفار کا حکم دینے کے بجائے کہتا ہے "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے"

مطلب یہ کہ کلمہ کفر کو اشرف علی تھانوی صاحب نے عین اتباع سنت کہا۔

(بحوالہ: کتاب الامداد صفحہ 35 مطبع امداد المطابع تھانہ بھون انڈیا مصنف اشرف علی تھانوی)

عقیدہ: دیوبندی مولوی حسین علی دیوبندی نے اپنی کتاب بلغۃ الحیران میں لکھا ہے کہ "حضور ﷺ پل صراط سے گر رہے تھے میں نے انہیں بچایا" (معاذ اللہ)

عقیدہ: دیوبندی پیشوا مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے کہ "رسول کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں" (بحوالہ: کتاب براہین قاطعہ ص 55 مصنف خلیل احمد انبیٹھوی)

عقیدہ: دیوبندی مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے کہ "جس کا نام محمد ﷺ یا علی رضی اللہ عنہ ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں" (بحوالہ کتاب تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ص 43 مطبوعہ میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی)

عقیدہ: مولوی اسمٰعیل دہلوی نے حضور ﷺ پر افتراء باندھا کہ گویا آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (بحوالہ کتاب تقویۃ الایمان ص 53)

عقیدہ: مولوی اشرف علی تھانوی مولوی فضل الرحمٰن کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خواب میں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ انہوں نے ہم کو اپنے سینے سے چمٹایا (معاذ اللہ) (بحوالہ کتاب الافاضات الیومیہ ص 37-62 مصنف مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی)

عقیدہ: انبیاء کرام اپنی امت میں ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

مطلب یہ کہ عمل اگر امتی زیادہ کرے تو نبی سے بڑھ جاتا ہے (معاذ اللہ)

(بحوالہ کتاب تحذیر الناس ص 5 مصنف مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی)

عیدین میں گلے ملنا بدعت ہے

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا۔

سوال: عیدین میں معانقہ کرنا اور بغل گیر ہونا کیسا ہے؟

جواب: عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص 129، ناشر محمد علی کارخانہ اسلامی کتب اردو بازار کراچی)

نبی بخش، احمد بخش، سالار بخش نام رکھنا شرک ہے

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا۔

سوال: نبی بخش، پیر بخش، سالار بخش، مدار بخش ایسے ناموں کا رکھنا کیسا ہے؟

جواب: ایسے نام موہم شرک ہیں، منع ہیں ان کو بدلنا چاہئے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص 183، ناشر محمد علی کارخانہ اسلامی کتب اردو بازار کراچی)

لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ کی نہیں ہے

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا۔

سوال: لفظ رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت ﷺ سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟

جواب: لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔ بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص 218، ناشر محمد علی کارخانہ اسلامی کتب اردو بازار کراچی)

حضور ﷺ نے اردو دارالعلوم دیوبند سے سیکھی

دیوبندی مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتا ہے کہ ایک صالح فخر عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا یعنی خواب میں زیارت مبارک ہوئی تو آپ ﷺ کو اردو میں کلام کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا آپ ﷺ کو یہ زبان کہاں سے آ گئی۔ آپ ﷺ تو عربی ہیں۔ فرمایا جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی

(براہین قاطعہ ص 30)

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تذکرہ کرنا شیعہ کا طریقہ ہے

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا۔

سوال: کتاب ترجمہ سر الشہادتین یا دیگر کتب شہادت خاص شہادت کی رات کو پڑھنا

کیسا ہے حسب خواہش نماز یا ن مسجد یا کسی کے مکان پر؟

جواب: ایام محرم میں مرثیہ خوانی کا پڑھنا منع ہے۔ حسب مشابہت مجالس روافض (شیعہ) ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص 120، ناشر محمد علی کارخانہ اردو بازار کراچی)

محرم میں دودھ پلانا، سبیل لگانا حرام ہے

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا۔

سوال: محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان مع اشعار مراثی صحیح یا بعض شیعہ کی وغیرہ سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: محرم میں ذکر شہادت حسین کرنا اگرچہ بروایات صحیح ہو یا سبیل لگانا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں فقط۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص 120، ناشر محمد علی کارخانہ اسلامی کتب اردو بازار کراچی)

نبی، ولی، شیطان، بھوت، پریت سب برابر ہیں

دیوبندی مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے کہ اللہ کی مخلوق اور اس کا بندہ ہی مانا جائے۔ پھر اس معاملہ میں کیا ولی، جن، شیطان، بھوت، پریت اور پری وغیرہ سب برابر ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص 40، مطبوعہ دار السلام پبلشرز احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال لاہور پاکستان)

ملائکہ اور انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے بے بس ہیں

یعنی انسان ہو یا فرشتہ اللہ کا غلام ہے۔ اللہ کے سامنے اس کا اس سے زیادہ رتبہ نہیں، یہ اللہ کے شکنجے میں ہیں اور عاجز و بے بس ہیں۔ اس کے اختیار میں کچھ نہیں

(تقویۃ الایمان ص 41، مطبوعہ دار السلام پبلشرز احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال

لاہور پاکستان)

بڑے سے بڑا انسان ہو یا فرشتہ شانِ الوہیت کے مقابل چمار

دیوبندی مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے کہ یقین مانو کہ ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب فرشتہ اس کی حیثیت شان الوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے (تقویۃ الایمان ص 49، مطبوعہ دار السلام پبلشرز احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال لاہور پاکستان)

انبیاء و اولیاء اللہ کے بے بس بندے اور ہمارے بھائی ہیں

دیوبندی مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے کہ یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرو۔ باقی سب کا مالک اللہ ہے۔ عبادت اسی کی کرنی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے۔ (تقویۃ الایمان ص 111، مطبوعہ دار السلام پبلشرز احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال لاہور پاکستان)

انبیاء گاؤں کے زمیندار اور چوہدری

دیوبندی مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے کہ سید کے دو معنی ہیں

(1) خود مختار مالک کل جو کسی کا محکوم نہ ہو آپ جو چاہے کرے یہ شان رب تعالیٰ کی ہے اس معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سید نہیں

(2) پہلے حاکم کا حکم اس کے پاس آئے اور پھر اس کی زبانی دوسروں کو پہنچے

چودھری زمیندار اس کے معنی کے لحاظ سے ہر نبی اپنی امت کا سردار ہے۔

(تقویۃ الایمان ص 116 مطبوعہ دارالسلام پبلشرز احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال لاہور پاکستان)

غیر اللہ کو دستگیر کہنے والے پکے کافر ہیں

دیوبندی مولوی غلام خان لکھتا ہے کہ کوئی کسی کے لئے حاجت روا مشکل کشا و دستگیر کس طرح ہو سکتا ہے۔ ایسے عقائد والے لوگ بالکل پکے کافر ہیں۔ ان کا کوئی نکاح نہیں۔ ایسے عقائد والے پر مطلع ہو کر جو انہیں کافر مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے (جواہر القرآن ص 147 مولوی غلام خان)

خاص علم کی وسعت ابلیس کو دی ہے رسول اللہ کو نہیں دی

دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی لکھتا ہے کہ ایک خاص علم کی وسعت آپ ﷺ کو نہیں دی گئی اور ابلیس لعین کو دی گئی ہے

(الشہاب الثاقب ص 91 مولوی حسین احمد مدنی)

نبی کا معصوم ہونا ضروری نہیں

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی لکھتا ہے کہ دروغ صریح بھی کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ہر قسم کا حکم یکساں نہیں۔ ہر قسم سے نبی کا معصوم ہونا ضروری نہیں۔ بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں

(تصفیۃ العقائد ص 25-28 مولوی محمد قاسم نانوتوی)

حضور کا یوم ولادت منانا، ہندوؤں کے کنہیا کے دن منانے کی مثل ہے

دیوبندی پیشوا مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے کہ یہ ہر روز اعادہ ولادت (حضور ﷺ) کا مثل ہنود کے سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں

(براہین قاطعہ ص 148 مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)

مفتی محمد حسن دیوبندی رحمۃ للعالمین ہیں

مفتی محمد حسن دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اعظم تھے ان کے انتقال پر احسن آباد کے دیوبندی مہتمم مدرسہ مرثیہ خواں ہیں۔

"آج نماز جمعہ پر یہ خبر جانکاہ سن کر دل حزیں پر بے حد چوٹ لگی کہ رحمۃ للعالمین (مفتی محمد حسن اشرفی دیوبندی) دنیا سے سفر آخرت فرما گئے ہیں"

(تذکرہ حسن مولانا حق دیوبند نوری کرن ماہ فروری 1962ء)

پیغمبر کے لئے معجزہ ضروری نہیں

دیوبندی مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے کہ جس شخص سے کوئی معجزہ سو اس کو پیغمبر نہ سمجھنا یہ عادت یہود و نصاریٰ اور مجوس اور منافقوں اور اگلے مشرکوں کی ہے۔

(تقویۃ الایمان ص 16-17 مولوی اسماعیل دہلوی)

ایک آن میں کروڑوں محمد کے برابر پیدا کر دے

دیوبندی مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے کہ اس شہنشاہ (باری تعالیٰ) کی تو یہ شان ہے کہ اگر چاہے تو "کن" سے کروڑوں نبی ولی جن فرشتے جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر

ایک آن میں پیدا کردے اور ایک دم میں عرش سے فرش تک ساری کائنات کو زیر و زبر کردے۔ (تقویۃ الایمان ص 70 مطبوعہ دارالسلام پبلشرز احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال لاہور پاکستان)

زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے والا

دیوبندی مولوی غلام خاں لکھتا ہے کہ زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اس کے سامنے روزانہ بیٹھ گئے تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت کے ہوں گے جو اللہ کے نزدیک موجب لعنت ہوں گے (جواہر القرآن ص 77 از مولوی غلام خان)

مولود و عرس کی محافلیں درست نہیں ہیں

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے کہ مولود شریف اور عرس جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو اس زمانہ میں درست نہیں

(فتاویٰ رشیدیہ ص 105 مولوی رشید احمد گنگوہی)

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے

جس عرس میں صرف قرآن پڑھا جائے اس میں شریک ہونا بھی درست نہیں ہے

(فتاویٰ رشیدیہ ص 147 مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہولی دیوالی کی پوری کا کھانا درست ہے

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا۔

سوال: ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے

(فتاویٰ رشیدیہ ص 561 ناشر محمد علی کارخانہ اسلامی کتب اردو بازار کراچی)

ہندوؤں کے پیاؤ سے پانی پینا جائز ہے

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا۔

سوال: ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے مسافروں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص 562 ناشر محمد علی کارخانہ اسلامی کتب اردو بازار کراچی)

شیعہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنی فتاویٰ کی کتاب امداد الفتاویٰ جلد دوم ص 29/28 میں لکھتا ہے کہ شیعہ سنی کا نکاح ہو سکتا ہے لہذا اسب اول رفاہت المسب ہے اور صحبت حلال ہے۔

شیعہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کتاب الافاضات الیومیہ جلد 4 ص 139 پر لکھتا ہے کہ شیعوں اور ہندوؤں کی لڑائی اسلام اور کفر کی لڑائی ہے۔ شیعہ صاحبان کی شکست اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے۔ اس لئے تحریک کی نصرت (مدد) کرنی چاہیے۔

آپ نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی گستاخانہ کتاب تقویۃ الایمان کی عبارتیں ملاحظہ کیں۔ اس کتاب کے متعلق دیوبندی اکابرین کیا لکھتے ہیں۔

ملاحظہ کیجئے:

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی اپنی فتاویٰ کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ میں تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھتا ہے۔

1۔ کتاب تقویۃ الایمان نہایت ہی عمدہ کتاب ہے اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا

یعنی اسلام ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص351)

2۔ جو تقویۃ الایمان کو کفر اور مولوی اسمٰعیل کو کافر کہے وہ خود کافر اور شیطان ملعون ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص252-356)

3۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی قطعی جنتی ہیں

(فتاویٰ رشیدیہ ص252)

(ان تمام عبارتوں کے اصل عکس "مولانا محمد طفیل رضوی" کی کتاب "بندہ بنوں کی گستاخیاں انہی کی کتابوں سے" آپ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ کتاب تمام سنی کتب خانوں پر دستیاب ہے)

محترم حضرات!

اکابرین دیوبند یعنی دیوبندی پیشواؤں کی یہی وہ کفریہ عبارات ہیں جو ہم نے تحریر کیں ہیں۔ جن میں حضور ﷺ کی شان اقدس میں کھلم کھلا گستاخی کا ارتکاب کرکے اسلام کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ ان کفریہ عبارات سے دیوبندی پیشواؤں نے آخر وقت تک رجوع نہیں کیا۔ دیوبندی ادارے آج بھی ان کفریہ عبارات کو کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ کفریہ عبارات کی تاویلیں پیش کرتے ہیں اور علمائے دیوبند ان کفریہ عبارتوں کا اب تک دفاع کرتے ہیں۔

دیوبندی فرقے کی جتنی ذیلی جماعتیں اور ادارے ہیں، خصوصاً تبلیغی جماعت، جمعیت علماء اسلام، جمعیت علماء ہند، جماعت اسلامی، سپاہ صحابہ، تنظیم اسلامی، حزب المجاہدین، جیش محمد، جمعیت تعلیم القرآن، اسلامی جمعیت طلبہ، عالمی مجلس ختم نبوت، وفاق المدارس اور

دارالعلوم دیوبند تمام ان عقائد پر مشتمل ہے جو آج کل اہلسنت والجماعت سنی حنفی دیوبندی کہہ کر کا لیبل لگا کر پیش کرتے ہیں۔

کفریہ عبارات اکابر دیوبند نے لکھیں تو عوام کا کیا قصور:

عوام دیوبند کا قصور یہ ہے کہ وہ کفریہ عبارات لکھنے والوں کو اپنا امام پیشوا اکابر، شیخ، حکیم الامت، بانی سرمایا ورنہ جانے کیا کیا تسلیم کرتے ہیں اور ان کفریہ عبارات کا انکار بھی نہیں کرتے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عوام دیوبند بھی انہی لوگوں کے عقائد پر ہیں۔

اس بات کا اقرار سعودی مولوی حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری نے بھی کیا کہ تبلیغی جماعت بدعت و ضلالت پھیلانے والی جماعت ہے۔ اس پر سعودی مولوی نے پوری کتاب لکھی جس کا نام "القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ" ہے۔ یہ کتاب سعودی مولوی نے عربی میں لکھی۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ بمعہ تبصرہ مفتی اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی عارف محمود خان رضوی صاحب نے کیا۔ گویا مفتی صاحب کا یہ کارنامہ عوام اہلسنت پر ایک احسان ہے۔ مفتی صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ بمعہ تبصرہ پیش کرکے تبلیغی جماعت کے پوشیدہ راز امت مسلمہ پر عیاں کر دیے۔ اب تک اس کتاب پر کوئی کام نہیں ہوا۔ مفتی صاحب کا یہ انوکھا کام ہے۔

مفتی صاحب نے اس کتاب کے ترجمہ میں ایک تیر سے تین شکار کئے ہیں یعنی اس کتاب میں دیوبندی مذہب سمیت شیعہ اور قادیانیوں کے بھی پوشیدہ راز کا پردہ چاک کیا ہے تاکہ ایک مسلمان دورِ حاضر کے ان تینوں فتنوں سے بچ جائے۔

مفتی صاحب کے اس ترجمہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جن سعودیوں سے تبلیغی جماعت کے لوگ محبت کا دم بھرتے ہیں مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ میں عوام اہلسنت کے

خلاف جن سعودیوں کے کان بھرتے ہیں اور سعودیوں کی تعریفیں کرتے کرتے نہیں تھکتے، ان سعودیوں کے نزدیک دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت بدعت وضلالت پھیلانے والی جماعت ہے اور تبلیغی جماعت کے لوگ صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (یاد رہے کہ دیوبندیوں کی مرکزی تنظیم "تبلیغی جماعت" پر کئی برسوں سے سعودی عرب، مصر اور افغانستان میں پابندی ہے)

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور عوام اہلسنت کے لئے اس کتاب کو نافع بنائے آمین ثم آمین

فقط والسلام

احقر الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی

مصنف کا تعارف

از قلم: ابوالعرفان حافظ محمد علی اعظمی، خطیب جامع مسجد عادل شاہ بخاری میانوالی پنجاب

اہل سنت وجماعت کی دینی وتدریسی درسگاہ، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کو مدارس عربیہ میں جس طرح ایک مقام حاصل ہے، اسی طرح جامعہ کے اساتذہ اور فارغ التحصیل علمائے کرام کو بھی ایک مقام ہے۔ یہاں کا ہر مدرس اور ہر فاضل کسی نہ کسی انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ انہیں میں سے استاذ العلماء مفتی اہل سنت برادرم محمد عارف محمود خان قادری بھی ہیں، جو ایک منجھے ہوئے مفتی، بلند پایہ مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے خطیب اور بہترین مصنف ہیں۔

سالار خاندان:

ابوالحسنین مفتی محمد عارف محمود خان قادری ایک ایسے خاندان کے چشم وچراغ ہیں جس کی دنیاوی وجاہت کئی پشتوں سے مسلم چلی آرہی ہے۔ آپ کے آباؤ واجداد نے زمینداری، ملازمت وتجارت کا پیشہ اپنایا، بلکہ آپ کے والد گرامی نے بھی اسی پیشہ کو اپنایا، باہمی تنازعات میں اکثر آپ کے والد گرامی ہی حکم کی حیثیت سے فیصلے کرتے ہیں، مگر دینی علوم کی طرف اس خاندان کا رجحان نہ تھا۔ ابوالحسنین سے پہلے اس خاندان کا کوئی شخص اس نعمت سے بہرہ مند نہ ہوا تھا۔ اس لحاظ سے آپ کا وجود مسعود خاندان کے لئے باعث برکت ثابت ہوا، کیونکہ آپ نے دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی علوم وفنون میں بھی خوب دسترس حاصل کی اور اب آپ کی دیکھا دیکھی آپ کے علاقے اور خاندان کے کئی بچے بچیاں علوم دینیہ کے زیور سے آراستہ ہونے لگے ہیں اور کچھ فارغ التحصیل ہو کر مختلف خدمات دینیہ میں جگہ جگہ مصروف عمل ہیں۔

ابتدائی حالات

مفتی صاحب کی پیدائش حوالدار رحیم کریم خان ابن شیر علی خان مرحوم بن نیاز علی خان مرحوم کے ہاں ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ بمطابق 18 مارچ 1977ء بروز سہ شنبہ کو واں بچھراں والی میانوالی شہر پنجاب میں ہوئی۔ آپ کا تعلق میانوالی کے نیازی پٹھانوں کے قبیلہ شہباز خیل کی مشہور شاخ سلیم خیل سے ہے۔ اس قبیلہ میں انجینئرز، ڈاکٹرز، علماء، آرمی، پولیس آفیسرز کی کثرت تو رہی ہے مگر منصب عالم و مفتی پر فقط آپ ہی فائز ہوئے ہیں۔ ابوبکر مسجد میں ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ پرائمری 1987ء، میٹرک 1993ء، ایف اے 1995ء میں کرنے کے بعد ابتدائی تجوید و قرأت، درسیات جامعہ فیضان مدینہ کاہنہ نو لاہور اور جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج عقب دربار داتا لاہور سے شرح جامی تک 1996ء تا 1999ء تحصیل کی۔

اعلیٰ تعلیم

استاذ الاساتذہ، بحر العلوم، سلک المدرسین شیخ شریعت و طریقت پیر محمد عصمت اللہ شاہ نقشبندی قادری مدظلہ العالی کی خدمت سراپا شفقت میں 2000ء سے دسمبر 2002ء تک ان کے دریائے علم سے سیراب ہونے کی سعادت حاصل رہی۔ ان سے ادب عربی میں حماسہ، متنبی، دیوان علی، بلاغت میں مختصر المعانی اور مطول، منطق میں تہذیب و شرح تہذیب، مرقات، قطبی، ملا جلال مع میر زاہد، ملا حسن، ملا حمد اللہ، قاضی مبارک، فلسفہ میں ہدیہ سعیدیہ، ہدایۃ الحکمت، شمس بازغہ، صدرا، اصول حدیث میں نخبۃ الفکر و مقدمہ شیخ، تفسیر میں بیضاوی و جلالین، اصول تفسیر میں مقدمہ بیضاوی و فوز کبیر، اصول فقہ میں نور الانوار، حسامی مع نامی، مسلم الثبوت، توضیح مع تلویح، فقہ میں ہدایہ، شرح وقایہ، علم الفرائض میں سراجی، علم ہیئت و ریاضی میں اقلیدس و تصریح کا درس لیا اور موقوف علیہ تک تکمیل کر کے اپنے استاذ محترم کی اجازت سے دوبارہ لاہور حاضری نصیب ہوئی۔

دورہ حدیث و تخصص

ابو الحسنین نے 2003ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں دورہ حدیث کیا۔ اسی دوران مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں افتاء کی مشق کرتے رہے۔ اس کے بعد 2004ء میں ابو الانقلاب، خلیفہ مفتی اعظم ہند مفتی رضاء المصطفیٰ ظریف القادری سے علم الفرائض کی تعلیم کے ساتھ ساتھ گوجرانوالہ تدریس کی اور مارچ 2005ء میں باب المدینہ کراچی حاضر ہو کر اپنے پیر و مرشد کے حکم پر فیضان مدینہ عالمی مرکز میں مفتی کورس بمطابق تنظیم المدارس پڑھنے کے ساتھ ساتھ ام المدارس دار العلوم امجدیہ کے شیخ الحدیث مفتی محمد اسماعیل ضیائی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں افتاء کا کام کرتے رہے اور اپنے پیر و مرشد کے علمی و روحانی و فقہی مذاکرات میں شرکت کر کے تحصیل علم میں مگن رہے۔ کچھ عرصہ گوجرانوالہ میں استاذ الاساتذہ، فقیہ عصر مولانا سعید احمد نقشبندی علیہ الرحمۃ سے اور کچھ عرصہ کراچی میں استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث مفتی عبد العلیم ہزاروی مدظلہ العالی سے بھی افتاء کی تربیت لی اور اس شعبے میں ایک نمایاں مرکزی حیثیت حاصل کر لی۔

عملی و تدریسی زندگی

ابو الحسنین تحصیل درسیات و تعلیم افتاء کے بعد باقاعدہ عملی زندگی میں داخل ہو گئے۔ اگرچہ طالب علمی کے دور سے لاہور، میانوالی، کراچی میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ رسائل و جرائد میں مضامین اور چھوٹے چھوٹے رسائل لکھنے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اپنے سے جونیئر ساتھیوں کو ہر درجے میں اسباق بھی پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد 2006ء تا 2009ء میں عالمی مرکز فیضان مدینہ میں اصول تفسیر و تفسیر، اصول حدیث و حدیث، اصول فقہ و فقہ، میراث و منطق و فلسفہ کی بھی کتابیں اور تخصص کے درجات میں تدریس کے ساتھ ساتھ دار العلوم امجدیہ اور دار العلوم قمریہ میں فتویٰ نویسی

کا سلسلہ جاری رہا۔ 2010ء میں اپنے ذاتی گھریلو مسائل اور والدین کی بیماری کے سبب کراچی سے واپسی ہوئی اور استاذ محترم قبلہ شاہ صاحب کے حکم پر آستانہ عالیہ توکلیہ مقدسہ سے متصل جامعہ محمودیہ میں ایک سال تدریس کی اور تقریباً 15 اسباق پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد میانوالی کی جانی پہچانی شخصیت صاحبزادہ عبدالمالک صاحب مہتمم جامعہ اکبریہ کی فرمائش اور اپنے استاذ گرامی قبلہ بحر العلوم عصمت اللہ شاہ صاحب کے حکم اور صاحبزادہ انوار احمد شاہ کی آرزو پر مفتی صاحب اپنے شہر کے مرکزی ادارے جامعہ اکبریہ میں بطور صدر مفتی و مدرس وطن مالوف میانوالی میں آ گئے۔ 2011ء/2012ء میں آپ کے قلم حقیقت رقم سے سیکڑوں فتوے جاری ہو چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنی دھرتی میانوالی کی اس عظیم دینی درسگاہ، جس کی خدمات 1907ء سے 2012ء تک ایک صدی سے زائد پر محیط ہیں، اس میں پہلی مرتبہ 2011ء میں مفتی صاحب نے 15 فضلائے کرام کو اور 2012ء میں 6 فضلائے کرام کو تخصص کا درجہ بھی پڑھایا۔ اس کے ساتھ آپ علمائے کرام کو باقاعدہ افتاء کی عملی مشق کرانے کے ساتھ ساتھ ابتدائی درجات سے لے کر منتہی درجات تک اسباق بھی پڑھاتے ہیں اور تصنیف و تالیف و تقریر و تحریر کا سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔

شرف بیعت

امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری ضیائی دامت برکاتہم العالیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں 12 ذوالقعدہ 1414ھ/25 اپریل 1994ء کو شرف بیعت ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد نے شجرہ شریف کے ساتھ ساتھ اوراد و وظائف الکریمہ اور [illegible] و حدیث نبوی کی خصوصی اجازت سے نوازا ہوا ہے۔ نیز آپ کے پیر و مرشد کے شہزادے حاجی محمد بلال رضا عطاری نے آپ کو اعمال رضا، شجرہ شوشتان رضا اور دلائل الخیرات کی خصوصی اجازت سے نواز رکھا ہے۔

آپ کے مشہور اساتذہ/مشہور تصانیف/مشہور تلامذہ

آپ کے اساتذہ میں اکثر مقام و وجاہت پر فائز ہیں۔ ان میں مشاہیر درج ذیل ہیں۔

1۔ استاذ الاساتذہ بحر العلوم عصمت اللہ شاہ صاحب، اسکندر آباد میانوالی
2۔ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والفقہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ لاہور
3۔ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف القادری رحمۃ اللہ علیہ لاہور
4۔ استاذ الاساتذہ مفتی محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری گوجرانوالہ
5۔ استاذ الاساتذہ علامہ عبدالتواب صدیقی صاحب لاہور
6۔ استاذ الاساتذہ مولانا حافظ عبدالستار سعیدی لاہور
7۔ استاذ الاساتذہ علامہ مفتی صدیق ہزاروی صاحب لاہور
8۔ شیخ الحدیث مفتی محمد اسماعیل ضیائی مدظلہ العالی کراچی
9۔ شیخ الحدیث مفتی عبدالحلیم ہزاروی مدظلہ العالی کراچی
10۔ شیخ الحدیث مفتی غلام محمد شرقپوری لاہور

آپ کے تلامذہ میں اکثر و بیشتر مسند تدریس پر فائز ہیں۔ چند مشاہیر کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ مولوی اسد رضا فیصل آبادی
2۔ مولوی غلام اکبر مدنی جہلمی اورنگی ٹاؤن کراچی
3۔ مولوی نعیم رضا مدرس فیضان مدینہ کراچی
4۔ مولوی شہزاد قیصر مدرس جامعہ [illegible] سرگودھا
5۔ مولوی حمزہ علی قادری [illegible] مدرس [illegible]
6۔ مولوی محمد رمضان [illegible]
7۔ مفتی محمد ذیشان خان عطاری نائب مفتی جامعہ اکبریہ

آپ کی چند تصانیف درج ذیل ہیں

1۔ الاستمداد مطبوعہ، 2۔ عطر النحو کامل مطبوعہ، 3۔ عطر الصرف ترجمہ میزان الصرف، 4۔ صرف ضیائی مطبوعہ، 5۔ عطر الحرمین شرح ... غیر مطبوعہ، 6۔ عطریات در شرح ملتقطات (غیر مطبوعہ)، 7۔ عقیقہ و قربانی (غیر مطبوعہ)، 8۔ عطر الثبوت شرح مسلم الثبوت (غیر مطبوعہ)، 9۔ عطر النحو شرح ہدایۃ النحو (غیر مطبوعہ)، 10۔ عطر میلاد رحیمی مطبوعہ، 10۔ مجموعہ فتاویٰ قادریہ (غیر مطبوعہ)، 11۔ ترجمہ قادری کاسیہ، 12۔ عقائد نظامیہ مطبوعہ

اجازات عالیہ

آپ کے پیر و مرشد مدظلہ العالی کے ساتھ ساتھ آپ کے دیگر اساتذہ کرام اور مشائخ عظام نے آپ کو اپنے معمولات کی اجازت کے ساتھ ساتھ مختلف علوم و فنون اور سلاسل طریقت کی اجازتوں سے نوازا ہوا ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔ 1۔

1۔ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث پیر عصمت اللہ شاہ صاحب مدظلہ نے مفتی محمد عارف محمود خان کو اپنے تمام علوم و فنون کی تدریس اور جملہ عملیات کی خصوصی اجازت سے نواز رکھا ہے۔ قبلہ شاہ صاحب اپنے اس ہونہار تلمیذ باتمیز کے فتاویٰ جات پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے علاقے کے سائلین کو ان کے پاس بھیجتے ہیں، بلکہ کراچی دورہ میں بھی یہاں سے ان کے پاس بذریعہ ڈاک استفتاء روانہ کرتے تھے۔

2۔ استاذ الاساتذہ فیض مجسم علامہ فیض احمد اویسی محدث بہاولپوری اور مفتی اعظم محمد اشرف القادری محدث نیک آبادی نے اجازت تفسیر عطا کی۔

3۔ استاذ الاساتذہ شیخ العلماء مفتی عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ المتوفی ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ نے آپ کو احادیث نبویہ اور فقہ حنفی میں فتاویٰ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

4۔ استاذ الاساتذہ مفتی محمد اسماعیل ضیائی اور مفتی عبد الحلیم ہزاروی ہر دو حضرات نے آپ کو فتاویٰ نویسی کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

5۔ استاذ الاساتذہ بحر العلوم علامہ عبد الحکیم شرف القادری المتوفی ۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ نے آپ کو احادیث کریمہ کی روایت تمام اسانید عالیہ جو انہیں حرمین طیبین اور ہند و پاک کے اکابر سے حاصل تھیں، ان کی اور ہر چہار سلاسل خصوصاً سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت و خلافت سے نوازا ہوا ہے۔

6۔ اختر ملت، تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان نبیرہ اعلیٰ حضرت نے بخاری شریف کی اجازت ۱۴۲۹ھ میں عطا کی۔

7۔ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ العالی نے ترمذی شریف کی اجازت ۱۴۲۹ھ میں عطا کی۔

8۔ پیر طریقت سید چراغ الدین شاہ چشتی نظامی تونسوی مدظلہ العالی نے اعمال رضا شیخ شبستان رضا کی اجازت ۱۴۲۳ھ میں اپنے دست مبارک سے تحریر کر دی۔

الحاصل امیر اہلسنت کے مرید صادق اور اکابر اہلسنت کے شاگرد رشید مفتی اہل سنت ابو الحسنین محمد عارف محمود خان قادری ابھی جوان ہیں، ان کے علم و فہم کی جولانیاں ہیں۔ ان کے قلم حقیقت رقم سے نکلے ہوئے فتاویٰ سے مجموعہ کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ ان کی تحریروں کی کوششیں منظر عام پر آنے کی منتظر ہیں۔ ان کے شاگرد پورے پاکستان میں اشاعت علم دین میں مصروف عمل ہیں۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ انہیں اپنے حفظ و ایمان میں رکھے اور ان سے مزید مسلک اہلسنت کی خدمات لیتا رہے اور ان کے لخت جگر محمد حسنین رضا خان کو ان کی علمی وراثت کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

فقط محمد علی اعظمی

ابتدائیہ

از قلم: ابو الحسنین محمد عارف محمود القادری (بانی ادارہ تحقیقات اہل سنت پاکستان)

"القول البلیغ فی التحذیر من جماعة التبلیغ" دار الصمیعی للنشر والتوزیع کی مطبوعہ کتاب ہے۔

اس کے مؤلف کا نام حمود بن عبد اللہ بن حمود تویجری ہے جو مملکت عربیہ سعودیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ٹائٹل پیج پر نام کے ساتھ تاریخ پیدائش ۱۳۳۴ھ اور تاریخ وفات ۱۴۱۳ھ مرقوم ہے۔ اندرون ٹائٹل پر کتاب کا سن طباعت ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء درج کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق گویا وفات مؤلف کے اگلے سال کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی ہے۔ بنیادی طور پر کتاب دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ قسم اول تقریباً ص 7 سے ص 34 تک تقریباً 27 صفحات پر مشتمل ہے جبکہ قسم ثانی ص 37 سے لے کر ص 344 تک ہے۔ قسم اول کے اختتام پر ص 34 پر تاریخ ۲۳/۱/۱۴۱۰ھ جبکہ قسم ثانی کے اختتام پر ص 344 پر تاریخ ۲۰/۱/۱۴۱۲ھ درج ہے۔ اس کے مطابق مؤلف کی وفات سے تقریباً سال بھر پہلے کتاب مکمل ہو چکی تھی اور وفات کے اگلے سال شائع بھی ہو گئی۔ مجموعی طور پر اس کتاب کو شائع ہونے سے لے کر اب تک بیس برس گزر چکے ہیں۔ لگ بھگ دس سال قبل ۱۴۲۳ھ میں یہ کتاب میرے ہاتھ لگی۔ اس کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد چیدہ چیدہ مقامات نہایت دیانتداری سے مع ترجمہ، تبصرہ مضمون وار "مجلہ المحراق" میں 5 قسطوں میں شائع کیا۔ پھر اس مجلہ کے کچھ مالی وسائل کی کمی سے بند ہو جانے کے بعد ماہنامہ "تحفظ" میں دو سال ۱۴۲۹ھ تا ۱۴۳۰ھ تقریباً 18 قسطوں میں یہ سلسلہ جاری رہا۔ ص 7 تا ص 34 جو قسم اول پر مشتمل ہے۔ اس کے اہم اقتباسات مع ترجمہ و تبصرہ کا سوا تقریباً 200 صفحات پر بنام "تبلیغی جماعت کا تعارف" پیش خدمت ہے۔ ابتداء میں اہل قلم عزیز برادرم مولانا محمد علی اعظمی مدظلہ العالی کے قلم سے میرا مختصر تعارف شامل کیا گیا ہے۔ جبکہ آخر میں محنتی بار خلوص برادرم مولانا محمد شہزاد قادری

ترابی مدظلہ العالی ایڈیٹر ماہنامہ "تحفظ" کے تحریر فرمودہ کلمات مبارک باد سے مقدمہ کو میری اس کتاب کی زینت بنا دیا گیا ہے۔

میری کتاب میں اجمالی ذمہ دارانہ طرز پر حوالہ جات کے پورے اہتمام اور ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ دنیا بھر میں تبلیغ دین کے نام سے چلہ کشیاں کرنے والی تحریک عالم تبلیغی جماعت کی پوری حقیقت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ حمود بن عبد اللہ بن حمود کے دیئے ہوئے عنوان "تبلیغیوں کی شیعوں اور قادیانیوں سے مشابہت (ملتے جلتے والی باتوں) کا بیان" کے تحت اجمالی ذمہ داری سے تبلیغیوں کے ساتھ ساتھ قادیانیوں اور رافضیوں کی حقیقت بھی حوالہ جات کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔ میرے تبصرے میں وزن کی کمی بالکل نہیں ہے مگر دوست کے حق میں دوست کا بے لاگ تبصرہ کچھ زیادہ وزن رکھتا ہے۔ اس کے لئے خود شیخ حمود کا انداز میری کتاب کے متن (یعنی قول بلیغ کے قسم اول کے بعض پیراگراف) غور سے دیکھئے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ حمود (اس کی شہادت یہ ہے کہ ابن عبد الوہاب نجدی کو برا کہنے والے بعض دیوبندی مولویوں کا اس نے رد کیا اور ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام لکھا اور جگہ جگہ معمولات اہل سنت کو شرک و بدعت سے تعبیر کیا ہے) اگرچہ نجدی خیالات رکھنے والا سعودی مولوی ہے۔ پھر بھی تبلیغی جماعت سے تنگ اور ان کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے بے تاب نظر آتا ہے۔ قسم ثانی کا بڑا حصہ تبلیغی جماعت کے پیشواؤں اور خود تبلیغیوں کے عام واقعات، جھوٹی کرامات اور خرافات پر مشتمل ہے۔ اردو دان حضرات "ارواح ثلاثہ المعروف حکایات اولیاء" اور عربی دان "القول البلیغ القسم الثانی" کا مطالعہ کریں۔ اسی طرح محمد اسلم پاکستانی کی کتاب "تبلیغی جماعت کی علمی و عملی کمزوریاں" تبلیغی جماعت کی حقیقت بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے، کہ یہ بھی دوست کے حق میں دوست کا بے لاگ تبصرہ ہے۔

محمد عارف محمود قادری غفرلہ

تبلیغی جماعت کا تعارف

الحمدللہ الذی زین النبیین بحبیبہ المصطفیٰ و من علی المومنین بنبیہ المجتبیٰ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الوریٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین المتقدہ بین بالتقویٰ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، وقل جاء الحق وزھق الباطل، ان الباطل کان زھوقا

قارئین کرام! یہ ایک زندہ جاوید حقیقت ہے کہ ابتداء خلق سے لے کر آج چودھویں صدی تک حق و باطل کی جنگ چلی آ رہی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہر دور میں حق ہی کو فتح حاصل ہوئی تاہم باطل باوجود باطل ہونے کے بھی حق کے خلاف اپنی زور آزمائی کرتا رہا ہے اور اپنے آپ کو حق ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا رہا ہے لیکن تاریخ عالم میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ باطل حق پر غالب آیا ہو بلکہ ہمیشہ ہی حق کو عظیم الشان فتح اور باطل کو ذلت آمیز شکست نصیب ہوئی ہے۔

آپ ذرا تاریخ عالم پر نگاہ دوڑائیں تو حق و باطل کی یہ جنگ تو اس وقت سے شروع ہوتی نظر آتی ہے جبکہ ابو البشر آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں نے تعظیما سجدہ کیا لیکن باطل کی اساس ابلیس لعین نے حق کی مخالفت کی ہے اور بسبب غرور و تکبر کے ذلت کا طوق ہمیشہ کے لئے اپنے گلے میں ڈال لیا۔

بقول سعدی علیہ الرحمہ

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

جوں جوں زمانہ گزرتا رہا حق و باطل مختلف صورتوں میں نمودار ہو کر آپس میں برسر پیکار رہے کبھی تو باطل نمرود کی شکل میں آیا تو خلیل جلیل اس کے مقابلے میں آگئے اور اس

کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ کبھی باطل فرعون مصر کی شکل میں ظاہر ہوا تو کلیم جلیل نے اس کا نشہ غرور خاک میں ملا دیا اور عصائے موسوی نے اس کے جھوٹے دعویٰ الوہیت کے کبر و غرور کو چکنا چور کر دیا۔ پھر صدیاں بیت جانے کے بعد بھی باطل ابو جہل و ابولہب کی صورت میں نمودار ہوا۔ حبیب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ نے باطل کے ان پیکروں کے چھکے چھڑا دیئے اور انکو ایسی ذلت آمیز شکست ہوئی کہ آج ہر ایک ابوجہل و ابولہب پر لعن و تشنیع کے تیر برساتا نظر آتا ہے۔

پھر ایک وقت آیا کہ کبھی باطل یزید پلید کے نام سے اکڑا اور اپنی مستی میں وہ حق کے مقابل آنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ لیکن حق و صداقت کے عظیم علمبردار جگر گوشہ رسول، ابن بتول، گلشن علوی کے مہکتے پھول امام الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ٹکرا کر یہ باطل ہمیشہ کے لئے دب گیا۔ یزید کا نام بھی ختم ہو گیا۔ اور حسین حسین کی دھوم مچ گئی۔ آج کوئی کتنا بڑا یزیدی کردار کا مالک ہی کیوں نہ ہو لیکن اپنے لخت جگر کا نام یزید نہیں رکھتا بلکہ اس کا نام خادم حسین، طالب حسین، مرید حسین، غلام حسین رکھا جاتا ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

القصہ کئی صدیاں پر صدیاں گزرتی رہیں اور وہ وقت بھی آ گیا جس کے بارے میں مخبر صادق ﷺ پہلے ہی سے غیبی خبر ارشاد فرما چکے تھے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رحمت عالم ﷺ نے بارگاہ مولیٰ میں دعا کی۔

اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالو یا رسول اللہ وفی نجدنا قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالو یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطٰن

(بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اے اللہ ہمارے ملک شام اور ملک یمن میں برکت دے۔ لوگوں نے نجد کے بارے میں دعا کے لئے عرض کی پھر دوسری مرتبہ ملک شام و ملک یمن کے لئے دعا کی لوگوں نے نجد کے بارے میں دعا کا کہا تو تیسری مرتبہ اس کے بارے میں دعا نہ کرنے کی وجہ ارشاد فرمائی "وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ نکلا ہوگا"

اس سے معلوم ہوا کہ نجد کا علاقہ فتنہ و فساد کا مرکز ہے اور خیر و برکت سے محروم ہے۔

چنانچہ نجد میں ابن عبدالوہاب پیدا ہوا۔ علامہ صاوی نے سورہ فاطر آیت ۸ کے تحت اور علامہ شامی نے ردالمحتار جلد سادس ص ۳۰۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں کے ظلم و ستم اور اہل حرمین طیبین کے ساتھ زیادتیوں کا بیان کیا اور لکھا کہ انہوں نے اہل سنت کے اموال لوٹ لینا جائز قرار دیا، ان کی عورتوں کو اپنے لئے حلال ٹھہرایا اور ان کا قتل واجب قرار دیا اور انہیں وہابی کہا جاتا ہے، اسی کو شیطانی سینگ قرار دیا گیا ہے۔

نیز صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے لکھا۔ ابن عبدالوہاب کے بیٹے نے کتاب التوحید نامی ایک کتاب لکھی جس میں روضہ اقدس کو صنم اکبر یعنی بڑا بت قرار دیا اور اس کا گرانا واجب لکھا جس کی وجہ سے علامہ شامی نے اسے خارجی قرار دیا۔ (بہار شریعت حصہ اول)

خوش قسمت اسماعیل دہلوی نے اس کا ترجمہ و تلخیص بنام "تقویۃ الایمان" کر کے انگریز کی سرپرستی میں ملک ہند کے اندر مفت تقسیم کرائی جس سے نجدیوں کا غلیظ مشن ہندوستان میں پھیلنا شروع ہوگیا۔ یوں افتراق بین المسلمین کا آغاز ہوگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اسماعیل کے ماننے والے کافی لوگ پیدا ہوگئے جو آگے چل کر دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک مقلد جو اپنے آپ کو دیوبندی حنفی کہتے ہیں اور دوسرے غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہلحدیث سلفی کہتے ہیں۔ دونوں کے عقائد باطلہ ایک ہیں، صرف مسائل کا فرق ہے۔

چنانچہ اس باطل سے نبرد آزمائی کے لئے اعلیٰ حضرت علی الاطلاق مجدد ملت بالاتفاق امام اہلسنت فی الآفاق امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے تمام علماء عرب و عجم سے ان کے خلاف فتاویٰ پر تصدیقات حاصل کر کے ان کے مجموعہ کو حسام الحرمین کے نام سے شائع کروایا جس میں اکابرین دیوبند وہابیہ کے کفر میں علمائے عرب و عجم کی تصدیق "من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" کے الفاظ میں موجود ہے۔

لیکن اس دوران انگریز دیوبندی وہابی فرقہ کی ایک جماعت تیار کر چکا تھا جو کہ تبلیغی جماعت کہلاتی ہے۔ جس کا مشن اعمال صالحہ کی تبلیغ کی آڑ میں نجدی کے غلیظ عقائد کو پھیلانا ہے اور لوگوں کو تبلیغ کا جھانسہ دے کر ان کے عقائد کو تباہ کرنا ہے۔ پہلے پہل تو علمائے حق نے ان کے خلاف عربی، فارسی، اردو زبانوں میں کتب و رسائل لکھے۔ آج سے ۲۰ سال قبل ۱۴۱۳ھ میں عرب شریف سے حمود بن عبداللہ بن حمود کی لکھی ہوئی ایک کتاب بنام "القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ" صاحبزادہ محمد منصور شاہ بریلوی (میانوالی) نے مجھے مطالعہ فرمائی اور اس میں اقتباسات کا ترجمہ مع تبصرہ کرنے کا حکم دیا۔

اب "القول البلیغ" میں سے خود مؤلف کتاب کا سبب تحریر ملاحظہ کیجئے:

چنانچہ القول البلیغ کا مؤلف "حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری" المتوفی ۱۴۱۳ھ اپنی تالیف میں رقم طراز ہے۔

الحمدللہ رب العلمین و صلی اللہ وسلم علی نبینا محمد و علی آلہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

اما بعد

فھذا جواب کتاب ارسلہ بعض الاخوان الی و مضمونہ السوال عن جماعۃ التبلیغ و عن کثرۃ الاقوال فیھم بین مویدلھم و مستنکر لاعمالھم و ذکر السائل انہ قرا فتوی من الشیخ محمد بن ابراھیم

تتضمن التوقف في امرهم و يقول السائل " هل انصحه بالخروج معهم داخل البلاد السعودية او خارجها ام لا ؟

والجواب؟ ان اقول 'اما جماعة التبليغ' فانهم جماعة بدعة وضلالة" وليسوا على الامر الذي كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه والتابعون لهم باحسان' وانما هم على محض طرق الصوفية ومناهجهم المبتدعه وقد اسس بدعتهم ووضع اصولها الستة محمد الياس الديوبندي كما سياتي بيان ذالك ان شاء الله تعالى" وهو الامير لجماعة التبليغ ثم خلفه في الامارة عليهم ابنه يوسف

واما اميرهم في زماننا فهو المسمى 'انعام الحسن' وهو يبايع التابعين له على اربع طرق من طرق الصوفيته وهي الجشتيه والقادريه والسهروردية' والنقشبندية

ترجمہ: مذکورہ سطور کے بعد میری یہ کتاب "القول البلیغ" بعض ان بھائیوں کے سوال کا جواب ہے جنہوں نے مجھ سے تبلیغی جماعت کے بارے میں سوال کیا اور تبلیغیوں کے مختلف اقوال کے بارے میں پوچھا اور سائل نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے شیخ محمد بن ابراہیم کا فتوی بھی تبلیغیوں کے بارے میں پڑھ رکھا ہے اس میں تبلیغی جماعت والوں کے بارے میں توقف کیا گیا ہے۔

سائل نے مجھ سے تبلیغی جماعت کے ساتھ تبلیغی دورے مملکت سعودیہ عربیہ اور اس کے علاوہ علاقوں میں کرنے کا حکم دریافت کیا ہے کہ آیا میں سائل کو اس کی اجازت دیتا ہوں یا نہیں؟

جواب میں (مولف) کہتا ہوں کہ تبلیغی جماعت بدعت وضلالت پھیلانے والی جماعت ہے اور تبلیغی جماعت والے اللہ کے رسول اور اصحاب رسول ﷺ کے طریقے پر نہیں ہیں بلکہ بعض جاہل صوفیا اور ان کے بدعتی بھرے راستے پر گامزن ہیں اور ان کی

اس بدعت کی بنیاد ان کے بانی مولوی الیاس دیوبندی نے رکھی ہے اور ان کو گمراہی کے چھ اصول اس نے دیئے ہیں جن کا بیان عنقریب آئے گا اس کے بعد اس کا بیٹا یوسف ان کا امیر ہوا اور آج ہمارے زمانے میں مولوی انعام الحسن ان کا امیر ہے جو ان کو اپنا مرید کرتا ہے۔

(محب حضرت قطب مدینہ شیخ العرب والعجم شاہ محمد ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ حرمین طیبین کو مملکت سعودی عربیہ کہنے سے منع فرماتے تھے اس لئے کہ سعود بے بہبود ابن عبدالوہاب نجدی کا ایجنٹ تھا اس کی طرف نسبت جائز نہیں۔ قادری غفرلہ)

تبصرہ قادری فقیر غفرلہ القدیر اپنی رائے بیان کرنے سے قبل مولف کی عبارت پر تبصرہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے کہ مولف نے خاص یہ کتاب **"القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ"** تبلیغی جماعت کے رد میں لکھی ہے جو آج کل گلی گلی کوچہ کوچہ ذکر اذکار پر حشرات الارض کی طرح کھمبی یا برسات کے مچھروں اور مینڈکوں کی طرح پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ عرب وعجم میں کالی بیل پھولی ہے لیکن دیار عرب میں ان کے اپنے بڑے بھائی ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر ان کے خلاف کتابیں لکھنے لگے۔ انہی کتب عربیہ میں سے ایک کتاب مولف کی مذکورہ کتاب ہے۔ جس کا سبب تالیف یہ بیان کیا کہ کسی سائل نے تبلیغ کے نام پر گھومنے والوں کے ساتھ قریہ قریہ گھومنے کی اجازت طلب کی تو مولف نے یہ کہہ کر منع کا فتوی صادر کیا کہ **"فانهم جماعة بدعة وضلالة"** کہ یہ تو ضلالت وبدعت کا گروہ ہے لہذا سائل ہرگز ان کے بہکاوے میں نہ آئے اور ان کے ساتھ جانا ممنوع ہے۔ وجہ اس کی آگے چل کر تفصیل سے بیان کریں گے۔

رہی اس جماعت کے بانی کی بات تو وہ مولوی الیاس دیوبندی ہے اس کے وضع کردہ اصول ستہ پر یہ لوگ کاربند ہیں جن کی تفصیل عنقریب آئے گی الیاس کے بعد اس کا بیٹا یوسف امیر مقرر ہوا اور مولف کے زمانے میں ان کا امیر انعام الحسن ہوا اس نے ایک

مازق بیگ (اہل سنت و جماعت) کے طریقے پر سلاسل اربعہ (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) میں اپنے متعلقین اور متعلقات کے نام نہاد مبلغین کو بیعت کرنا شروع کر دیا جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ عوام الناس ان کو پکا سچا سنی سمجھنے لگ گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے نماز بمطابق طریقہ حنفی پڑھنا شروع کر دی جس کی وجہ سے لوگ ان کو غیر مقلد وہابی سمجھنے کے بجائے پکا حنفی سمجھنے لگے اور یوں بظاہر سنی حنفی بن کر انہوں نے اولاً برصغیر کے سنی حنفی مسلمان کو تبلیغ کی آڑ میں عقائد وہابیہ کی طرف چلانے کی کوشش شروع کی اور بعد ازاں عرب دنیا میں اپنا جال پھیلانے کی ناپاک کوشش کی جس کے نتیجہ میں بعض لوگ وہاں بھی ان کے دام فریب میں آنا شروع ہو گئے اور بعض جو کہ خود غلط اعتقاد کے ہیں انہوں نے ان کے خلاف کتابیں لکھنی شروع کر دیں جبکہ علمائے اہل سنت نے بھی تحریر و تقریر کے ذریعے ان کی خوب خوب خبر لی لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق یہ فتنہ پھیلتا چلا گیا۔

یاد رہے کہ اس جماعت کو سب سے زیادہ زعم اشاعتِ توحید کا کھائے جا رہا ہے اور یہ اپنے علاوہ دیگر مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں اور انہیں اپنے جماعت میں لے کر کہتے ہیں کہ اب یہ پکا توحیدی بن گیا۔ آیئے ذرا ان کی توحید کا حال دیکھتے ہیں۔

چنانچہ "القول البلیغ" ص ۸۱ پر مرقوم ہے:

تبلیغیوں کا نظریہ توحید

وقد ذكر العلماء العارفون بجماعة التبليغ كثيرا مما هم عليه من البدع والخرافات والضلالات وأنواع المنكرات وفساد العقيدة ولا سيما في توحيد الالوهية فهم في هذا الباب لا يزيدون على ما كان عليه أهل الجاهلية الذين بعث فيهم رسول الله ﷺ لانهم انما يقرون بتوحيد الربوبية فقط كما كان المشركون من العرب يقرون بذالك

ويفسرون معنى لا اله الا الله بمعنى توحيد الربوبية" وهو ان الله تعالى هو الخالق الرازق المدبر الامور" وقد كان المشركون يقرون

بهذا التوحيد" كما ذكر الله ذلك عنهم في آيات كثيرة من القرآن ولم ينفعهم ذلك" ولم يدخلوا به في الاسلام

وقد جهل التبليغيون معنى لا اله الا الله على الحقيقة وهو انه" المستحق للعبادة ماسواه" فيجب افراده بجميع انواع العبادة (الخ)

ترجمہ: علماء عارفین نے بیان کیا ہے کہ تبلیغی جماعت والے کثیر بدعتوں اور خرافات و گمراہیوں کو اپنائے ہوئے ہیں اس کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی برائیوں اور عقیدے کے بگاڑ کا شکار ہیں۔ خاص طور پر توحید کے نظریہ میں ان کا انداز وہی ہے جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا تھا جن کی طرف سرکار ﷺ بھیجے گئے۔ تبلیغی مشرکین مکہ کی طرح فقط توحید کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اصل توحید کے قائل نہیں۔

تبلیغی لا الہ الا اللہ کا معنی یہ کرتے ہیں کہ اللہ خالق رازق اور امور کو چلانے والا ہے حالانکہ اس بات کا اقرار تو مشرکین مکہ بھی کرتے تھے جیسا کہ بہت ساری آیات قرآنیہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ لیکن اس چیز نے ان کو نفع نہ دیا اور وہ داخل اسلام نہ ہوئے (اسی طرح تبلیغی بھی گمراہ ہو رہے ہیں)

تحقیق تبلیغی حقیقی طور پر لا الہ الا اللہ کے مفہوم سے نابلد ہیں اور وہ یہ ہے کہ صرف اللہ ہی لائق عبادت ہے اور عبادت کی جملہ اقسام اس کے ساتھ خاص ہیں۔

تبصرہ قادری

مندرجہ بالا عبارت میں تبلیغی جماعت کا نظریہ توحید بیان ہوا کہ رب کائنات کو خالق کائنات، رازق کائنات اور متصرف فی الکائنات تو مانتے ہیں لیکن جیسا اسے ماننے کا حق ہے ویسا نہیں مانتے جبکہ مشرکین مکہ بھی یہ سب مانتے ہوئے بتوں کو شریک خدا ٹھہرانے کی وجہ سے کافر ہوئے۔ یہی حال تبلیغی جماعت والوں کا ہے کہ وہ باری تعالیٰ کو تمام عیوب و نقائص سے پاک نہیں مانتے اور ہر بری چیز بھی اسی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ذات سبحان ہے تمام نقائص سے منزہ و مبرا ہے۔ جبکہ تبلیغیوں کے بڑے گروگھنٹالوں میں

سے رشید احمد نے باری تعالیٰ کے لئے جھوٹ بولنے کا عقیدہ گھڑا ہے۔ اسی طرح مولوی محمود الحسن نے جہد المقل میں اور امام الطائفہ اسماعیل دہلوی نے اپنی دو ورقی ہام یکروزی میں امکان کذب کے نظریے کو لازم ٹھہرایا اسی لئے ہمارے نزدیک "یکروزی" کا حق ہے کہ "ایک دن کی خباثت عمر بھر کا عذاب" اور یہ سب کتب عوام میں تبلیغی جماعت والے پھیلاتے ہیں۔

صفات باری کے بارے میں متکلمین کا نظریہ

اب آیئے اکابر علماء متکلمین کے درصفات باری نظریات کی جھلک ملاحظہ کیجئے اور عبرت الٰہی سے اپنے قلوب واذہان کو منور کیجئے۔

چنانچہ علامہ عمر نسفی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں۔

العالم بجميع اجزائه محدث و المحدث للعالم هو الله تعالىٰ الواحد القديم القادر الحي العليم السميع البصير الشائي المريد ليس بعرض ولا جسم ولا جوهر ولا مصور ولا محدود ولا معدود ولا متبعض ولا متجز ولا متركب ولا متناه ولا يوصف بالماهية ولا بالكيفية ولا يتمكن في مكان ولا يجري عليه زمان ولا يشبهه شيء ولا يخرج عن علمه وقدرته شيء" الخ

(متن العقائد النسفی ص ۲۴۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: عالم (جہان) اپنے تمام اجزاء سمیت فانی ہے اور اس کو فنا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو قدیم ہے قادر ہے زندہ ہے دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے علم والا ہے سمیع وبصیر ہے چاہت والا ہے ارادہ والا ہے جسم سے پاک ہے جوہر نہیں اور کسی دوسرے کا محتاج ہوا نہیں محدود نہیں اور عدد سے پاک ہے تقسیم ہونے اور مرکب ہونے اور متناہی ہونے سے پاک ہے یوں نہیں کہہ سکتے کہ اس کی مقدار اور حالت یہ ہے اور مکان سے پاک ہے اور اس پر ماضی حال مستقبل نہیں گزرتے کوئی شے کائنات کی اس کے مشابہ نہیں

اور اس کے علم وقدرت سے کوئی شے خارج نہیں۔

علی متکلمین علامہ عمر نسفی علیہ الرحمہ کے علاوہ علماء متکلمین نے بھی ذات وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں جسم وجسمانیات ومکان ومکانیات سے پاک ہونے کا بیان تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ تفصیل کے لئے اہل علم حضرات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ رضویہ قدیمہ جلد سادس اور جدیدہ کی جلد چودہویں کو ملاحظہ کریں۔ علاوہ ازیں علماء مدرسین شرح عقائد للتفتازانی النبراس للعلامہ عبدالعزیز الفرہاروی الخیالی للعلامۃ الخیالی اور حاشیہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، مواقف وشرح مواقف از میر شریف جرجانی، مقاصد وشرح مقاصد از علامہ تفتازانی کی طرف رجوع کریں۔

تبلیغیوں کے مبلغ اعظم مولوی طارق جمیل کے نظریات

اب ایک جھلک اس زمانے کے تبلیغیوں کے امام بلکہ مبلغ اعظم مولوی طارق جمیل کے ذات باری تعالیٰ کے بارے نظریات ملاحظہ کیجئے جبکہ اس سے قبل آپ علماء متکلمین کے نظریات ملاحظہ کر چکے ہیں دونوں کا موازنہ کر لیجئے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے غصے کے دروازے کو بند کر لے (ص ۹۶)

۲۔ اے مولا تو ہمارے سامنے ہو ہم تیرے پاؤں پکڑ لیں (۹۷)

(گویا اللہ کا جسم ہے اور پاؤں بھی ہیں جس کو پکڑ سکے)

۳۔ یا اللہ آجا ہماری مدد کو آجا (ایضاً)

۴۔ وہ آسمان پر بیٹھ کر تدبیر امور فرما رہا ہے (ص ۳۴)

(متکلمین کے نزدیک اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے اور اس کے نزدیک آسمان پر بیٹھا ہے)

۵۔ اللہ اپنی لیبارٹری سے بیج بنائے اور اس کی رفتار کم کر دے تو خالی دن چوبیس گھنٹے کا ہو جائے اور رات الگ چوبیس گھنٹے کی ہو جائے (العیاذ باللہ ص ۳۳)

(معاذ اللہ اس قول بد تر از بول میں بھی اللہ کا پاؤں اور اس کے رکھنے کے لئے لیبارٹری ثابت کیا گیا ہے)

قارئین کرام! یہ چند نمونے "خطبات جمیل" مطبوعہ مرحبا پبلشرز یوسف مارکیٹ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور کے مختلف صفحات سے پیش کیے گئے۔ جس کا نام "ایمان افروز بیانات کا مجموعہ" رکھا گیا ہے جبکہ در حقیقت یہ ایمان سوز بیانات کا پلندہ ہے۔ لہٰذا اس شخص کے تقریری و تحریری بیانات جو کہ ایمان کے لئے زہر قاتل ہیں ان سے خود بھی بچئے اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی بچائیے کیونکہ ذات باری کے بارے میں جسم و جسمانیت اور

مکان و مکانیات کا قائل بحکم فقہاء کرام کافر ہے۔ یہی بات وہابیوں کے امام ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں لکھی ہے کہ اللہ جسم و متمکن ہے تو علماء نے اسے مردود ٹھہرایا اور آج کل QTV پر ایک نام نہاد شیخ الاسلام پروفیسر ابن تیمیہ کے گن گاتا نظر آتا ہے۔ وہ بھی خطرناک ہے اور اس پروفیسر اور طارق جمیل دونوں کی کیسٹوں کو خریدنا اگر ان کو خریدنا ہے لہٰذا ہماری بات مان کر ان کے فتنے سے بچئے اور راہ حق کے مسافر علماء اہل سنت کو سنئے اور پڑھئے۔ اردو داں حضرات کتاب [illegible] از صدر الافاضل سید مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی، توحید و شرک از علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ اور بہار شریعت حصہ اول کا مطالعہ کریں نیز ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی کے توحید سیمینار کے خطابات سماعت فرمائیں۔

اب آئیے ذرا ایک جھلک ان کی تبلیغی نصاب کی لیجئے۔

چنانچہ محمود بن عبد اللہ بن حمود تویجری رقم طراز ہیں.....

واهم كتاب عند التبليغيين كتاب "تبليغي نصاب" الذي الفه احد رؤسائهم المسمى محمد زكريا الكاندهلوي وهم عناية شديدة بهذا الكتاب فهم يعظمونه كما يعظم اهل السنة الصحيحين وغيرهما من كتب الحديث وقد جعل التبليغيون هذا الكتيب عمدة و مرجعا للهنود وغيرهم من الاعاجم التابعين لهم وفيه من الشركيات والبدع والخرافات والاحاديث الموضوعة والضعيفة شئ كثير فهو في الحقيقة كتاب شر وضلال وفتنة وقد اتخذه التبليغيون مرجعا لنشر بدعهم وضلالاتهم وتزيينها للهمج الرعاع الذين هم اضل سبيلا من الانعام ..... (ص 11-12)

ترجمہ: تبلیغی جماعت والوں کی اہم ترین کتاب کا نام "تبلیغی نصاب" ہے۔ اس کتاب کو ان کی جماعت کے بڑے رئیس محمد زکریا کاندھلوی نے لکھا ہے۔ یہ کتاب ان کے لئے

بڑی مہربانی کا سبب ہوئی ہے۔ تبلیغی اس کتاب کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جیسا کہ اہل
سنت صحیحین اور دیگر کتب حدیث کی تعظیم کرتے ہیں۔

نیز تبلیغی جماعت والوں نے اس کتاب کو ہندی اور دیگر عجمی لوگوں کے لئے بہترین
نمونہ بنا رکھا ہے۔ حالانکہ اس میں شرکیات، بدعات اور خرافات بھری پڑی ہیں۔ اس کے
علاوہ اس میں موضوع اور ضعیف حدیثوں کا ذخیرہ موجود ہے اور درحقیقت یہ کتاب گمراہی،
فتنہ اور شرارت کا پلندہ ہے۔

تحقیق تبلیغی جماعت والے اس کے ذریعے اپنی بدعت اور گمراہیاں پھیلاتے ہیں اور
لوگوں کو چاروں سے بھی بہترین جانے کے لئے اس کو زینت دیتے ہیں۔ (القول البلیغ ص
12-11)

تبصرہ قادری: ناظرین! آپ نے دیکھا تبلیغی ایجنٹوں کا نیا کارنامہ یہ کہ لوگ
بجائے حدیث کی مستند کتابوں، فقہ و تصوف کی معتبر تصانیف کے اپنے مولوی ذکریا
سہارنپوری کی کتاب بنام "تبلیغی نصاب" جو کہ مولوی الیاس کاندھلوی کی فرمائش پر لکھی گئی
اس کی تعلیمات فاسدہ کو عام کرنے کیلئے گلی گلی، نگر نگر، کوچہ کوچہ، ڈگر ڈگر میں جن کے
بھاری بھرکم بستر اٹھا کر سر پہ اسوار ہوکر عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے انہیں زہر ملا
شہد یا کڑوی گولی کی طرح ایمان کو لوٹنے کے لئے گشت کرتے اور دابۃ الارض کی طرح اپنی
بساط کے مطابق دنیا بھر میں گھومنے کی سعی کرتے ہوئے لوگوں کو اپنے تنتی تنگی کی دعوت
دیتے ہیں، مسلمانوں کو گمراہ کرتے اور انگریز کے گن گاتے نظر آتے ہیں۔ اب ذرا دل پر
ہاتھ رکھ کر ذرا سہارنپوری کے نظریات کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے۔

تبلیغی نصاب کے باب فضائل نماز کا آخری عنوان بنام آخری اپیل میں نماز کے اندر
کی جانے والی تلاوت کے بارے میں کہتا ہے "نماز کا اہم رکن قیام ہے اور اس کا بہترین
ذکر تلاوت ہے۔ بے سمجھے تلاوت کرنا بخار میں مبتلا شخص کے پانی (ٹھنڈا پانی) پینے کی طرح
ہے (تبلیغی نصاب، باب فضائل نماز، مطبوعہ کتب خانہ رحمانیہ لاہور)

علما فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن اگرچہ بے سمجھے ہو، اس کو پانی پینے سے تشبیہ دینا کفر
ہے۔ اب آپ اندازہ کیجئے کیسے مردود شخص کی کتاب سے پوری دنیا کے مسلمانوں کو درس
دے کر گمراہ کرنے کی سوچی سمجھی پلاننگ کی گئی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

تنبیہ: اس نکتے کی طرف میری خصوصی توجہ امیر اہلسنت حضرت مولانا محمد الیاس
عطار قادری مدظلہ العالی نے دلائی، نیز یہ بھی یاد رہے کہ اس "تبلیغی نصاب" کا نیا تبدیل
شدہ نام "فضائل اعمال" ہے۔ (قادری غفرلہ)

نیز محمود بن عبد اللہ بن محمود رقمطراز ہے

**وللتبليغيين كتاب آخر يعتمدون عليه ويجعلونه من مراجع
اتباعهم من الاعاجم من الهنود وغيرهم وهو المسمى حياة الصحابة
لمحمد يوسف الكاندهلوي وهو مليء بالخرافات والقصص المكذوبة
والاحاديث الموضوعة والضعيفة وهو من كتب الشر والضلال
والفتنة** (القول البلیغ ص13)

ترجمہ: تبلیغیوں کو ایک دوسری کتاب پر بھی بہت اعتماد ہے اور اس کو بھی اپنے عجمی
پیروکاروں کے لئے مرجع قرار دیتے ہیں اس کا نام کتاب "حیات الصحابہ" ہے جو کہ مولوی
محمد یوسف کاندھلوی کی ہے حالانکہ یہ کتاب بھی (میرے نزدیک) خرافات، جھوٹے قصے
اور گھڑی ہوئی روایات سے بھری پڑی ہے اور (میرے نزدیک) یہ کتاب بھی گمراہی، شر اور
فتنہ کا پلندہ ہے۔

تبصرہ قادری: قارئین! آپ نے دیکھا کہ تبلیغی ایجنٹ "حیاۃ الصحابہ" نامی
کتاب کو بھی اپنا خاص مواد بناتے ہیں جبکہ مولف القول البلیغ کے نزدیک یہ بھی گمراہی کا
ہتھیار ہے اور عجمیوں کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کا جال ہے۔ بہر حال فقیر قادری غفرلہ
عرض گزار ہے کہ یہ کتاب میں نے اپنے کالج کے زمانہ میں 1414ھ بمطابق 1994ء
جبکہ میں فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا اس کا خوب مطالعہ کیا تو نتیجہ یہ نکالا کہ تبلیغی جماعت

والے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی راہ دین میں کی گئی کوششوں کے واقعات لوگوں کو ترغیب دلانے کے لئے بیان کرتے ہیں اور شاید یہ کتاب اسی نیک مقصد کے لئے لکھی گئی ہوگی جبکہ یہ زمانہ ہمارا دینی علوم سے دوری اور غفلت و لاپرواہی کا تھا۔ جوں جوں شعور کی دنیا میں قدم رکھا اور علوم دینیہ سے آراستہ ہوا اور اگرچہ کے فروغ کا شعور ہوا "تبلیغی جماعت" کی حقیقت بھی پتا آشکار ہوئی تو پھر سے ان کی لوگ شاستری نما کتب دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تاکہ ان کی نقاب کشائی کی جائے اور مسلمانوں کے سامنے ان کے پرنما حلیہ سے ظاہری پاکدامنی کا پردہ اٹھا کر انہیں ان کا اصل چہرہ دکھایا جائے اس سلسلے میں "حیات الصحابہ" کو قرآن وسنت کی روشنی میں جانچنے کی کوشش کی تو چند باتیں نمایاں ہمارے سامنے آگئیں اور وہ درج ذیل ہیں۔

☆ یہ کتاب روایات موضوعہ ضعیفہ کا مجموعہ ہے

☆ تبلیغی اس کے ذریعے لوگوں کو بظاہر صحابہ کرام کی راہ دین میں کی گئی کوششوں کے احوال سناتے اور در پردہ اپنی شان یاد کرانا چاہتے ہیں۔

☆ اس کا مصنف گمراہ کن نظریات کے حامل انگریز خود ساختہ علماء کا پرورکار ہے۔

☆ صحابہ کرام جیسی مقدس جماعت پر تبلیغی جماعت اس کتاب کے سہارے اپنے آپ کو فوقیت کرتی اور غرور وتکبر کا اظہار بھی کرتی ہے۔

☆ قرآن وسنت سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے محبوب اعظم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرام بے مثل و مثال مانتے تھے جبکہ مصنف حیات الصحابہ کی تحریر یہ تصور دیتی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح عام انسان تھے (معاذ اللہ)

الغرض مذکورہ دونوں کتابیں "تبلیغی نصاب" اور "حیات الصحابہ" تبلیغیوں کی ہمہ جہات تبلیغ کی کل کائنات ہیں جبکہ ان کے سہارے یہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش میں مصروف ہیں اور جماعت کا دورہ کرنے کے لئے بڑے بے تاب اور مثل ماہی بے آب تڑپ رہے ہیں۔ آپ اول الذکر کتاب کی جگہ "فیضان سنت" اور ثانی الذکر کی جگہ "صحابہ

کرام کا عشق رسول" نامی کتابوں کو پڑھ کر دیکھیں اظہر من الشمس ہو جائے گا کہ وہابی تبلیغی کیا درس دے رہے ہیں اور سنی مبلغین کی تبلیغ کا مرکز کیا ہے یقیناً وہابی سوئے نجد بلا رہا ہے تو سنی سوئے مدینہ جانے کی صدا لگا رہا ہے۔

اب آیئے ذرا "القول البلیغ" کے اس جملے "ولھم ضلالۃ شدیدۃ" یعنی اس "تبلیغی نصاب" کی وجہ سے تبلیغی جماعت کے لئے زکریا کاندھلوی سہارنپوری کی بڑی مہربانی ونوازش ہے تو چونکہ ان کی تمام تر تبلیغی سرگرمیوں کا اصل ماخذ یہ مہربان کتاب ہے۔ لہذا آپ اس کتاب کے مولف اور خود اس کتاب کی حقیقت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مذکورہ کتاب سے درس دینے والے تبلیغی ٹکڑوں کی کارستانی کا بیان ملاحظہ کیجئے۔ جس کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

(1) مولف کا تعارف

(2) کتاب کا تعارف

(3) کتاب اور کتابیوں کی شان

مولف کا تعارف

اس کتاب کے مولف کا نام مع القابات جوکہ کتاب کے قدیم نسخہ پر مرقوم ہے وہ یہ ہے

حضرت مولانا الحافظ الحاج المحدث محمد زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم

یہ نسخہ مولف کی حیات کا مطبوعہ ہے اور ناشران قرآن اردو بازار لاہور کا مطبوعہ ہے اور "مدظلہ" مولف کی حیات پر قرینہ ہے۔

جبکہ جدید نسخہ نام تبدیل شدہ "فضائل اعمال" پر نام مولف یوں مرقوم ہے

"شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ"

یہ مطبوعہ خواجہ محمد اسلام اردو بازار لاہور کا ہے۔ اس میں درود کا باب شامل ہے۔ اس کے علاوہ کتب خانہ رحمانیہ اردو بازار لاہور نے "تبلیغی نصاب کامل" اور "فضائل اعمال مکمل" کے نام سے اسے چھاپا ہے اور فضائل درود کا باب دونوں میں برقرار رکھا ہے۔

تعارف کتاب

کتاب کا نام دو عنوان "تبلیغی نصاب" اور "فضائل اعمال" سے معنون ہوا تو اس کے ابواب میں بھی کچھ الٹ پھیر، مرتب و غیر مرتب اور کمی بیشی ہوئی حالانکہ مؤلف ایک ہی ہے۔ آیئے ایک جھلک موازنہ ملاحظہ کیجئے:

1	2
تبلیغی نصاب	فضائل اعمال
(مطبوعہ دور حیات مؤلف)	(مطبوعہ بعد از ممات مؤلف)
1۔ فضائل تبلیغ (پہلا باب)	1۔ حکایات صحابہ (پہلا باب)
2۔ فضائل نماز (دوسرا باب)	2۔ فضائل نماز (دوسرا باب)
3۔ فضائل قرآن (تیسرا باب)	3۔ فضائل تبلیغ (تیسرا باب)
4۔ فضائل ذکر (چوتھا باب)	4۔ فضائل ذکر (چوتھا باب)
5۔ فضائل رمضان (پانچواں باب)	5۔ فضائل قرآن (پانچواں باب)
6۔ فضائل درود شریف (چھٹا باب)	6۔ فضائل رمضان (چھٹا باب)
7۔ حکایات صحابہ (ساتواں باب)	7۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج
8۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد حل	

درج بالا تفصیل ابواب بغور ملاحظہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک کتاب کو ابواب کی تبدیلی کے بہانے ترتیب ابواب کو بدل کر اس میں سے فضائل درود کا باب نکال دیا گیا ہے اور کتاب کا نام بھی فضائل اعمال رکھ دیا گیا ہے حالانکہ مؤلف کے مرنے کے بعد اس کی اجازت کے بغیر نام کتاب کو بدلنا خیانت ہے اور اس پر طرہ یہ کہ نام فضائل اعمال رکھا اور تعلیم عمل خیر درود شریف کو اس میں سے خارج کر دیا گیا۔ اور بقیہ ابواب بھی ترتیب آگے پیچھے کر دی گئی۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ اس کا بیان عنوان "کتاب اور کتابچوں کی شان" کے تحت تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

کتاب اور کتابچوں کی شان

قبل ازیں کہ کتاب اور کتابچوں کی شان مفصل بیان کی جائے مجھے ایک بزرگ کا سبق کا ارشاد یاد آ گیا۔ جنہوں نے مؤلف کتاب کو شیخ الحدیث کہا تو عرض کی گئی کہ اسے شیخ الحدیث کہا کیا؟ تو ارشاد فرمایا کہ اسے تو خبیث الخبیثہ کہو تو بھی مضائقہ نہیں کیوں کہ اس شخص نے قرن نجدی ایجنٹوں کو یہ ہتھیار دیا ہے جس سے لوگوں کے عقیدوں کو قتل کرتے اور اسی جال سے عوام کالانعام کو گمراہ کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر کتاب کی ایک خاص بات بتائی جو کہ عوام کی کھوپڑی میں جلد سما جاتی ہے ورنہ ہماری عوام بیچاری بھی غلطی سے اس کتاب کو مجموعہ فضائل اعمال سمجھ کر اس کے درس کو حق کہتی رہتی اور سر ہلاتی رہتی ہے اور پھر کتابچوں کے ورق الٹنے پر چلہ کشی کر کے اور پکے ہو جاتے اور بالآخر وہابیت کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر وہ خاص گمراہی کی بات اور مؤلف کا قول پڑھئے اور سنئے اور اس کے بھیانک انجام پر غور کیجئے۔

چنانچہ زکریا سہارنپوری کا عقیدہ رقم طراز ہے۔

"نماز سب سے اہم ذکر ہے اس کے ارکان میں قیام سب سے افضل ہے اور اس کے اندر پڑھی جانے والی چیزوں میں تلاوت قرآن سب سے اہم و افضل چیز ہے تو جو شخص

تلاوت قرآن بے بگے کرتا ہے وہ بخار میں مبتلا ہو کر ہذیان (بکواس) بکنے والے کی طرح ہے؟"

(ملخصاً از تبلیغی نصاب باب فضائل قرآن کا آخری عنوان خاتمہ آخری گزارش)

علماء فرماتے ہیں یہ قول بدتر از بول کہ تلاوت قرآن اگر بے بگے ہو تو اسے بکواس سے تشبیہ دینا صریح کفر ہے اور اس کا بکنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف کتابیں (از راہ تحسن ان کو تبلیغی پمفلٹوں کے بجائے بعض مقامات پر کتاب تبلیغی نصاب کی طرف منسوب کرتے ہوئے کتابیں کہا گیا ہے قادری) کا حال یہ ہے کہ اپنی ساری زندگی اس قول بدتر از بول کو بار بار پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سناتے اور ذرا بھی شرم نہیں فرماتے اور بڑی ڈھٹائی سے کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث نے کیسی شاندار مثال پیش کی ہے اس شخص کی جو کہ تلاوت قرآن کو بے بگے کرتا ہے اور معنی و مفہوم پر ذرا بھر غور و فکر نہیں کرتا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کی غالب اکثریت ان پڑھ جاہلوں پر مشتمل ہے جو کہ مفہوم قرآن تو دور کی بات صحیح قرأت اور تلفظ کی درستگی سے بھی محروم ہیں۔ اب اگر ان کو کوئی کہے کہ تمہارا نماز میں قرآن پڑھنا تو بیمار آدمی کے بکواس کرنے کی طرح ہے تو یہ جھٹ سے کہیں گے کہ معاذ اللہ یہ تلاوت قرآن کی بے ادبی کا مرتکب ہے اور اسے دائرہ ایمان سے نکل جانے کا فتویٰ بھی صادر کریں گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہی کام ان کے نام نہاد شیخ الحدیث نے کیا تو اسے کافر کہنا تو کجا بلکہ مسلمانوں کا رہبر مانتے اور اس کی تعریف کرتے تھکتے نہیں۔ یونہی جب ان کتابیوں سے کہا جاتا ہے کہ تم نے اپنے نسخے نام "فضائل اعمال" سے درود پاک کے باب کو کیوں نکال دیا تو کہتے ہیں کہ اصل میں کتاب بہت وزنی ہو گئی تھی تو ہم نے اسے ہلکا کر دیا۔ سچ کہا کسی نے شیطان کو نیکی کا کام بھاری لگتا ہے۔ ان شیطانوں کو نہیں ہیں جن کے بستر اٹھانا آسان اور کتوب کی کتاب اٹھانا بھاری کہ اس میں فضائل درود لانے کی حاجت پیش آ گئی اور بعض یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ ہم نے اس کے الگ

الگ باب چھاپ دیئے ہیں اور مجموعہ بھی موجود ہے تو اولاً تو یہ باب الگ بھی نہیں ملتا ثانیاً جب مجموعہ میں دیگر ابواب بعینہ موجود تو فضائل درود کیوں غائب؟ اور بعض گستاخ تو یہاں تک حد بے شرمی پھلانگ گئے کہ جیسے میں آ کر کہتے ہیں اس میں درود پاک کا باب ڈالنا ہی صحیح نہ تھا لہذا ہم نے اسے نکال دیا...... بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

قارئین کرام اب آئیے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھکی شریف ضلع منڈی بہاؤالدین کے ماہنامہ حافظ الحدیث کی جلد نمبر 1 شمارہ 7 جولائی 2001ء کا "تبلیغی ایڈیشن" تبلیغی نصاب اور نام نہاد شیخ الحدیث کاندھلوی کے بارے میں شاندار تبصرہ ملاحظہ کیجئے۔

چنانچہ تبصرہ نگار فرماتے ہیں:

"ویسے تو ہر جماعت ہر گروہ ہر فرقے بلکہ ہر فرد کی اپنی الگ الگ خصوصیات ہوتی ہیں جن کی بناء پر باہم امتیاز پیدا ہوتا ہے مگر کچھ افراد یا گروہ اپنی امتیازی خصوصیات کی بناء پر بہت ہی نمایاں ہو جاتے ہیں اور وہ خصوصیات ان کا طرہ امتیاز بن جاتی ہیں جیسا کہ پاکستان بھر میں بلکہ برصغیر اور بیرونی ممالک میں بھی دین کے نام کا ہوکا (آوازہ) دینے والے منفرد شان اور جداگانہ کردار کی حامل تبلیغی جماعت کا نمایاں وصف اور جداگانہ خصوصیت وہ ان کی نرم روی اور نرم کلامی اور ظاہری خیر خواہی کا جذبہ ہے مثلاً ایک شخص اپنے آپ کو اگر واقعتاً جماعت کے گشت کے لئے وقف کر دے تو جماعت کے دیگر مخلصین اسے فکر معاش سے آزاد کر دیتے ہیں۔ یہ ہمارے اپنے مشاہدے کی بات ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ ان کے پاس ایسا منتر ہے کہ جو شخص ایک چلہ لگا لے وہ چاہے کتنا ہی کرخت کیوں نہ ہو وہ نرم ہو جاتا ہے۔ جیسے شیر کو تحویل داری کے دوران نشہ کر لیا جاتا ہے اور ان (تبلیغیوں) کے مخالفین اسی خوبی کی بناء پر طنز و زنی کے انداز میں انہیں کرپ مسکین کا لقب دیئے رہتے ہیں۔

مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطابات میں اس لفظ سے ان کو

یاد فرمایا کرتے تھے اور اس پر پر لطف مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے جلسہ گاہ کو کلمات زعفران
زار کیا کرتے تھے۔ بہر حال ان کی مسکینی حالت اور مسکینی چال ہر ایک کے سامنے ہے بلکہ
دیگر مساکین کے ساتھ ان دین کے کام میں چست مسکینوں کا مقابلہ کیا جائے تو انہیں اشد
المساکین کہنا بالکل بجا ہوگا۔ سب کچھ یا بہت کچھ ہوتے ہوئے مسکین بن کے رہنا بہت
بڑی خوبی اور اللہ کا احسان ہے جسے نصیب ہو پھر بعض مسکین کبھی کبھی ایسا کام بھی کرتے
دکھائی دیتے ہیں کہ عقل حیران اور علیم آدمی کا سر چکرا کر رہ جاتا ہے ایسی ہی صورتحال میں راقم
الحروف بھی گرفتار ہے۔ یہ میرے سامنے فضائل صدقات نامی کتاب ہے جس کا ٹائٹل یوں
ہے "تبلیغی نصاب حصہ دوم" جس میں فضائل صدقات دونوں حصے اور فضائل حج کو یکجا مجلد
کیا گیا ہے۔

مصنف کا نام لکھا ہے "شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہ" اور
ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین نئی دہلی نمبر 13 اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ
فضائل صدقات کتاب شروع میں تبلیغی نصاب کا حصہ تھی بعد میں الگ کر دی گئی اور فضائل
صدقات کا نام دے دیا گیا اور مصنف کے نام کے ساتھ دامت برکاتہ کے تعریفی کلمات
بتاتے ہیں کہ حضرت کے دور میں یہ کتاب چھپی تھی نام کے ساتھ شیخ الحدیث بھی لکھا ہے جو
ظاہر کرتا ہے کہ یہ کوئی عام رائٹر یا مصنف نہیں بلکہ حدیث شریف پڑھانے والے کے قلم کی
یہ کاوش ہے۔ تبلیغی نصاب میں جا بجا اس کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ اس کے مصنف حدیث
شریف کے استاد ہیں اور حدیث شریف پڑھانے والے سے تو صحاح ستہ کی کوئی حدیث
اوجھل نہیں رہ سکتی بالخصوص فضائل اعمال کے مصنف سے شیخ الحدیث سے ابوداؤد ونسائی کی
کوئی حدیث اوجھل رہے علم حدیث کے خدام میں ایسی شخص اس منصب فاضلہ کے لائق
نہیں اور بالخصوص ایک ایسی حدیث جس پر فقہ حنفیہ کے ایک اہم ترین مسئلہ کہ عورتوں کے
زیورات پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ کی بنیاد ہو کسی حنفی شیخ الحدیث سے تو کیا دور رہ جائے

درسگاہ کے مدرس سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی "آمدم برسر مطلب"...... اس تمہیدی گفتگو کے
بعد عرض ہے کہ صحاح کی دو اہم کتابوں ابوداؤد اور نسائی میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

**ان امرأة اتت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعها ابنة لها وفى
يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال اتعطين زكوة هذا قالت لا
قال ايسرك ان يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار فخلعتهما
فالقتهما الى النبى صلى الله عليه وسلم وقالت هما لله و رسوله صلى
الله عليه وسلم**

بارگاہ رسالت ﷺ میں ایک خاتون حاضر ہوئیں ان کے ہمراہ ان کی بیٹی بھی تھی جس
کے ہاتھ میں سونے کے دو بھاری کنگن تھے۔ سرکار ﷺ نے اس لڑکی سے فرمایا کہ کیا تم اس
زیور کی زکوٰۃ دیتی ہو تو انہوں نے عرض کی نہیں۔ ارشاد فرمایا کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ
ان کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے روز قیامت کے اس پر وہ عرض گزار
ہوئی کہ یہ دونوں کنگن میں نے اللہ و رسول کے لئے دے دیئے اور اتار کر بارگاہ رسالت
میں "**هما لله و رسوله**" کہتے ہوئے پیش کر دیئے۔

(ابوداؤد جلد اول کتاب الزکوٰۃ نسائی جلد اول کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ لاہور کراچی)

جبکہ فضائل اعمال مطبوعہ دہلی در حیات مولف میں ان الفاظ "**هما لله و رسوله**" کا
ترجمہ یوں کیا گیا ہے "یہ اللہ کے واسطے دیتی ہوں" اور آگے الترغیب کا حوالہ پیش کیا گیا
ہے حالانکہ ابوداؤد نسائی اور ترغیب تینوں میں الفاظ باہم ایک جیسے ہیں اور اس کا صحیح ترجمہ
یہ ہے "یہ دونوں اللہ و رسول کے واسطے ہیں" اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث
کسی الجھن کا شکار ہیں جس کی بناء پر ترجمہ کرتے وقت "و رسولہ" کا ترجمہ ان کو گوارا نہ ہوا
جو کہ ان کی مسکینی کی حالت کا آئینہ دار ہے اور وہ الجھن یہی ہے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے
اس میں رسول اللہ ﷺ کا نام آ گیا لہٰذا جہاں غیر اللہ کا نام آ جائے تو وہ چیز ناجائز و حرام
ہو جاتی ہے جبکہ حدیث اس نظریے کی نفی کر رہی ہے۔ اس الجھن کو دور کرنے کے دو ہی
طریقے ہیں یا تو اپنا غلط نظریہ تبدیل کر کے حدیث صحیح کے مطابق کر لیں یا (معاذ اللہ)

حدیث کو بدل کر اپنے ذہن کے مطابق کر لیں۔ (تبلیغی نصاب کے مصنف چونکہ منصب شیخ الحدیث پر فائز ہیں) انہوں نے دوسرا طریقہ یہ نکالا کہ صحاح ستہ کی حدیث شریف میں تھوڑی سی تبدیلی کر دو تاکہ اپنے نظریہ کے مطابق کر لیا جائے اس لئے "ورسولہ" کا ترجمہ ختم کر گئے اور حوالہ میں امام وہاب اصل ماخذ ابوداؤد و نسائی کے بجائے "ترغیب" لکھ دیا۔ (ابو حمزہ مظہری)

قارئین کرام! ابو حمزہ مظہری صاحب القوی نے بڑی محنت و عرق ریزی سے جہاں ان کے تبلیغی جماعت کے نام نہاد مبلغ اعظم کے لکھے پر "تبلیغی نصاب" اور "فضائل اعمال" کا کچا چٹھا پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ لیکن اگر کبھی ان کو فرصت ملے تو وہ ان دیو کے بندوں کے گرو گھنٹالوں اور بڑے پادریوں کی گستاخ شاطری کتابوں کا جائزہ لیں تو ان کی عقل دنگ رہ جائے کہ یہ کیسے ظالم لوگ ہیں اور ان کے عزائم کتنے گھناؤنے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے زمانہ طالب علمی میں "تبلیغی نصاب" کو کئی مسجدوں سے غائب کیا تاکہ عام نمازی اس کو پڑھ کر گمراہ نہ ہوں اور اس کتاب میں کیا کیا تحریفات ہو گئیں کتنے نام بدلے گئے کام بدلے یہ مستقل ایک موضوع ہے۔ ہم تو اپنے اس مضمون میں کتاب نہیں بلکہ کتابوں کی حرکات کا جائزہ لیں گے کیونکہ ہمارا موضوع تبلیغی جماعت کا تعارف ہے اور حسنا ان کی کتب کا آپ مطالعہ کریں گے۔

الحاصل تبلیغی جماعت کی حاجت یہی کتاب "تبلیغی نصاب" اور "فضائل اعمال" گمراہی کا جال ہیں۔ تبلیغی انہی دو کتابوں کے ذریعے عوام الناس کو فضائل سنا سنا کر چلہ کشی کے لئے تیار کر لیتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ ذہن سازی کرتے رہتے ہیں لوگ جب پوری طرح ان کی طرف میلان کر لیتے ہیں تو پھر یہ اپنے امام اول بانی مذہب ابن عبدالوہاب نجدی تمیمی کی "کتاب التوحید" اور امام ثانی اسماعیل دہلوی کی "صراط مستقیم" اور "تقویۃ الایمان" جو کہ در حقیقت "صراط جحیم" اور "تفویت الایمان" کہلائی جانے کی مستحق ہے ان جیسی کتب سے درس بے ایمانی دینا شروع کر دیتے ہیں اور لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنے ان دو گروؤں کا گرویدہ بنانے کی چال شروع کر دیتے ہیں پھر جب لوگ

ان کے قائل ہو کر ان کی محبت کا دم بھرنا شروع کر دیتے ہیں تو یہ سرکاری شکاری پھر امام اول کے شاگردوں ابن تیمیہ اور اس کے نام نہاد شاگرد ابن قیم جوزی کی کتابوں کا شوق دلاتے ہیں اور جو اردو خواں طبقہ ہے انہیں اسماعیل دہلوی جو پہلا ہندوستانی وہابی ہے اس کے ماننے والوں میں سے گستاخ شاطری کتابوں کے مصنفین دیو کے بندوں اشرفعلی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اور حسین احمد کانگریسی کی کتابوں کا اور دیو بند کے مدرسہ میں بے ایمانی و بدعقیدگی کی بنیادی اینٹ لگانے والے منکر ختم نبوت قاسم نانوتوی کی آب حیات و تحذیر الناس کا پانی پلاتے اور ڈراتے ہیں کہ ہمارے ساتھ چلہ کشی نہیں کرو گے تو جاہلیت کی موت مر جاؤ گے اور مشرک و بدعتی لوگ تمہیں گمراہ کر دیں گے حالانکہ ان کی کتابوں سے بڑھ کر گمراہی کے پلندے نہیں ملیں گے بلکہ ہندوؤں کی پوتھیوں سے ان کی کتابیں بری اور باعث ہلاکت ایمان ہیں کہ ان کی کتابیں عمومی طور پر مسلمان نہیں پڑھتے اور ان نام نہاد مسلمانوں کی کتابیں عام مسلمان پڑھتے ہیں لہذا ان کی گمراہی پھیلنے کے امکان زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ زیادہ بری ہیں۔

نیز شیخ محمد بن عبداللہ بن عمرو الکونجری رقم طراز ہے:

وللتبليغيين مسجد و مركز رئيسي و دلهي يشتمل على اربعة قبور في الركن الخلفي من المصلى" وهذا شبيه بفعل اليهود والنصارى الذين اتخذوا قبور الانبياء والصالحين مساجد و قد لعنهم رسول الله صلى الله عليه وسلم على هذا الصنيع واخبر انهم من شرار الخلق عند الله (القول البليغ ص ١٢ مطبوعه دار الصميعي للنشر والتوزيع)

ترجمہ: تبلیغی جماعت والوں کی دہلی میں ایک مرکزی مسجد ہے جو کہ مصلی سے پچھلے حصے میں موجود چار قبروں پر بنائی گئی ہے اور یہ (قبروں کے اوپر) مسجد بنانا یہود و نصاریٰ کے کام سے مشابہت رکھتا ہے۔ جنہوں نے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجدیں بنا ڈالا

حالانکہ رسول پاک ﷺ نے ان کے اس کام پر لعنت فرمائی اور ان کے بارے میں خبر دی کہ یہ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

تبصرہ قادری: قارئین کرام! آپ نے تبلیغی جماعت والوں کی دو مشہور کتابوں "تبلیغی نصاب" "موجودہ" "حیات الصحابہ" پر تفصیلی تبصرہ ملاحظہ کیا اب دیکھئے کہ کس طرح یہ تبلیغی یہود و نصاریٰ کی روش پر چلتے ہوئے قبروں کو سجدہ گاہیں بناتے ہیں اور سچے گرو کر پیشواؤں کی تعلیم میں یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے علماء کو رشوتیں دے کر تورات و انجیل میں تبدیلیاں کرواتے تھے اور محرف انجیل کی آج کل جگہ جگہ تبلیغ کرتے بلکہ کئی اناجیل بنا ڈالی ہیں اور انہیں مسلمانوں کی مساجد، مدارس، سکولز، کالجز، یونیورسٹیز، اسپتالوں اور نجی و سرکاری دفاتر میں مفت تقسیم کرتے اور پھیلاتے نظر آتے ہیں ایسے ہی تبلیغی جماعت والے انگریزوں سے وظیفے کے نام پر رشوتیں لیکر ابن عبدالوہاب نجدی اور ہندوستان کی سرزمین پر نجدی کا ناپاک مشن پھیلانے کی ابتداء کرنے والے نام نہاد مولوی اسماعیل دہلوی ایجنٹ آف انگریز کی کتابوں کو مسلمانوں کی مساجد، مدارس اور خانقاہوں میں بھولے بھالے ان پڑھ مسلمانوں کے ہاتھوں مفت دے آتے یا وہاں رکھ آتے ہیں تاکہ پڑھنے والا ان کتابوں کو پڑھ کر صراط مستقیم سے بھٹک کر ان بدبختوں کی صف میں شامل ہو کر دنیا بھر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش میں مشغول ہو جائے۔ اب آیئے دیکھیں یہ ابن عبدالوہاب نجدی کون تھا اور اس کے نظریات کیا تھے؟

چنانچہ خلیفہ اعلیٰ حضرت استاذ العلماء مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ اس کے بارے میں تفصیلی تعارف پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"وہابی ایک نیا فرقہ ہے جو 1209ھ میں پیدا ہوا اس مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا جس نے تمام عرب، خصوصاً حرمین شریفین میں بہت شدید فتنے پھیلائے علماء کو قتل کیا صحابہ کرام و ائمہ و علماء و شہداء کی قبریں کھود ڈالیں، روضہ انور کا نام صنم

اکبر" رکھا تھا۔ یعنی بڑا بت اور طرح طرح کے ظلم کئے جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے خبر دی تھی کہ نجد سے فتنے اٹھیں گے اور شیطان کا گروہ نکلے گا۔ وہ گروہ بارہ سو برس بعد یہ ظاہر ہوا۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اسے خارجی بتایا۔ اس عبدالوہاب کے بیٹے نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "کتاب التوحید" رکھا۔ اس کا ترجمہ ہندوستان میں اسماعیل دہلوی نے کیا جس کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی۔ (بہار شریعت حصہ اول ص 110 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

شیخ احمد صاوی مصری مالکی علیہ الرحمان کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

بآیت الذین کفروا لهم عذاب شدید والذین آمنوا وعملوا الصلحت لهم مغفرة و اجر..... (سورۃ فاطر آیت 7)

ان خارجیوں کے حق میں نازل ہوئی جو کتاب و سنت میں تحریف کرتے ہیں اور اس کے ذریعے (معاذ اللہ) مسلمانوں کی جان اور مال کو حلال ٹھہراتے ہیں، مال لوٹتے اور مسلمانوں کو قتل کردیتے ہیں جیسا کہ اس کی ایک مثال ہم اپنے دور میں دیکھ رہے ہیں وہ حجاز مقدس میں ایک فرقہ ہے جو وہابی کہلاتا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ سچے ہیں حالانکہ وہ جھوٹے ہیں اور شیطان نے انہیں گمراہ کر دیا ہے اور ذکر خدا ان کو بھلا دیا ہے یہ شیطانی پارٹی ہے اور شیطانی پارٹی خسارے میں ہے۔ مزید ان کے بارے میں علامہ شامی قدس سرہ السامی رقم طراز ہیں کہ جب ابن عبدالوہاب کے پیروکاروں کا فتنہ حجاز مقدس میں پھیلا تو انہوں نے مسلمان علماء کا قتل بالخصوص اہل سنت کو مارنا جائز قرار دیا، ان کے مال لوٹ لیتے تھے بالآخر 1233ھ میں یہ فتنہ مغلوب ہوگیا۔ (صاوی علی الجلالین جلد 5 ص 28 مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی، رد المحتار المعروف فتاویٰ شامی ج6، ص 400، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

گرامی قدر قارئین! قبل اس کے کہ تبلیغیوں کے دو بڑے گروؤں یعنی عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کی کتابوں "کتاب التوحید" اور "تقویۃ الایمان" کی کفریہ اور گستاخی بھری عبارات پیش کروں آپ فتنہ وہابیہ کے اس مختصر میں حالات کے اندر ہونے والے

مقام کا جائزہ لیجئے کہ کہیں یہ اصلاح کے نام پر باب فساد تو نہیں کھولا جا رہا ہے۔

چنانچہ ارشادات رب العزت جل مجدہ ہے

واذا قیل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون ○ الا انهم هم المفسدون ولکن لا یشعرون (البقرہ آیت ۱۱۔۱۲)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

قاضی عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی علیہ الرحمہ اپنی مشہور و معروف تفسیر "انوار التنزیل و اسرار التاویل" المعروف بالبیضاوی میں یوں رقم طراز ہیں۔

کسی شے کا اعتدال کی حد سے نکل جانا فساد کہلاتا ہے اور شے کا اپنی حد اعتدال میں رہنا اصلاح کہلاتا ہے اور اصطلاح میں فساد سے مراد ہر قسم کا نقصان دہ کام ہے اور اصلاح سے مراد ہر قسم کا نفع مند کام ہے۔ منافقین کا زمین میں فساد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی مخالفت کرتے تھے اور ان کے خلاف کفار کی مدد کرتے تھے اور مسلمانوں کے راز کفار تک پہنچاتے تھے جن کی وجہ سے وہ جنگوں اور فتنوں کو ہوا دیتے تھے اور ان کے اس انداز سے زمین میں فساد برپا ہوا اس طرح لوگوں کے مکان چھوڑ جاتے اور کھیتیاں جانور برباد ہو گئیں اور ان کا فساد یہ بھی تھا کہ وہ کھلے بندوں گناہ کا ارتکاب کرتے اور دین حق کی توہین کرتے تھے کیونکہ احکام شرع میں رخنہ اندازی کرنا ان پر عمل نہ کرنا یہ سب سبب فتنہ و فساد ہے اور نظام دین کے بگاڑ کا باعث ہے جبکہ منافقین اس سارے فتنے کے باوجود اس بات کے خواہش مند تھے کہ انہیں بجائے فسادی کے اصلاحی کے نام سے یاد کیا جائے اور ان کے فساد کو اصلاح کہا جائے (ملخصاً از بیضاوی مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

شیخ المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"قوت غضبیہ کو ترجیح دیتے ہوئے تھے اور اس کی بناء پر لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا جبکہ کہتے اپنے آپ کو اصلاح پسند تھے اور حقیقی اصلاح تو یہی ہے کہ قتل و

غارت گری نہ ہو اور مال کی لوٹ کھسوٹ نہ ہو۔

نیز ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

فسادی گروہ کا فساد چند طریقوں سے تھا ان میں سے پہلا یہ کہ لوگوں کو ایمان سے متنفر کرتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء امت کے عیب تلاش کر کے مشہور کرتے ہیں تاکہ لوگ پیغمبر پاک علیہ السلام کی صحبت کی تاثیر اور دین کی خوبی سے بد اعتقاد ہو جائیں۔

دوسرا یہ کہ بری رسموں اور بری بدعتوں کو لوگوں کے مال، انعام اور احسان میں طمع دلانے کی وجہ سے بدعتیوں اور فاسقوں میں رائج کرتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ اپنی خواہش اور غضب کو جاری کرنے میں بے باکی کرتے ہوئے قتل کرتے بھی کرتے، مارتے، گالیاں بکتے، تاوان لیتے اور مال لوٹتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ جانوروں، مویشیوں اور کھیتوں کو ضائع کرنے، ڈاکے مارنے اور دیگر دہشت گردی کرنے تک پہنچ جاتا ہے اور ان چیزوں کی وجہ سے روئے زمین خراب ہو جاتا ہے لیکن یہ لوگ ان حرکات (قتل و غارت گری وغیرہ) کی وجہ سے اپنے مقصد جو کہ دین حق کی توہین اور اہل اصلاح اور نیکوں کی تحقیر ہے تک نہیں پہنچے بلکہ یہ لوگ خسارے میں ہیں اور اپنی عقل کی وجہ سے انہیں جو دنیا میں کثیر نفعوں کی امید تھی اسے ضائع کر دیا اور آخرت میں بہشت کی لذیذ نعمتیں ضائع کر دیں اور اس کے بجائے ان ہلاک کرنے والی چیزوں کو جو کہ مرنے کے بعد سانپوں اور بچھوؤں کی صورت میں ظاہر ہوں گی انہیں خرید لیا تو ان کے حق میں وہی مثال درست ہوئی کہ انہوں نے خود سوتی دیا اور اعتقاد لے لی۔

(تفسیر عزیزی مترجم مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور ص ۲۰۱)

ابن عبدالوہاب نجدی اور صوفی محمد سواتی کی ہم آہنگی

1۔۔۔۔ابن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک انبیاء و اولیاء کو محض پکارنا ہی شرک ہے

اور

صوفی محمد کے نزدیک بھی بزرگان دین کو پکارنا شرک ہے

2۔۔۔۔ابن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک دم تعویذ اور بیماری میں کچھ پڑھ کر پھونکنا بہت بری رسم اور بعض صورتوں میں شرک ہے

اور

صوفی محمد کے نزدیک بھی دم تعویذ گنڈے یہ سب شرکیہ افعال ہیں

3۔۔۔۔ابن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا اور صالحین کے مزارات کی تعظیم ناجائز و حرام اور شرکیہ کام ہے

اور

صوفی محمد کے نزدیک بھی مزارات صالحین پر حاضری دینا مراقبات کرنا یہ سب ناجائز، خلاف شریعت امور ہیں

4۔ ابن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک جو مسلمان علماء و مشائخ کی تعظیم کرتے ہیں وہ یہود و نصاریٰ کے طرح کافر ہیں

اور

صوفی محمد کے نزدیک بھی علماء و مشائخ کی تعظیم و تکریم حرام بلکہ ان کی توہین ضروری ہے؟

5۔ ابن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک بھی مزارات کا گرا دینا واجب اور علماء اہل سنت اور مشائخ عظام کی قبروں کو ڈھا دینا انہیں قتل کرنا جائز و کار خیر تھا

اور

صوفی محمد نے تو یہ کام سوات میں بڑی بے دردی سے کیا اور سینکڑوں علماء و مشائخ کا قتل عام اور ان گنت خانقاہوں کو گرا دیا۔

مولوی اسماعیل دہلوی اور صوفی محمد سواتی کی ہم آہنگی

1۔۔۔۔اسماعیل دہلوی کے نزدیک پیغمبر کی شان یہ کہ جیسے گاؤں کا چوہدری یا بڑا زمیندار ہوتا ہے

اور

صوفی محمد بھی پیغمبر کو جناب اللہ کے قاصد سے زائد کوئی حیثیت نہیں دیتا

2۔۔۔۔اسماعیل دہلوی کے نزدیک رسول پاک معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل چکے ہیں

اور

صوفی محمد کے نزدیک بھی وارثان علم نبوت مشائخ کرام مر کر مٹی میں مل چکے ہیں

3۔۔۔۔اسماعیل دہلوی کے نزدیک بڑے پیغمبر امام زادے سب کی زیادہ سے زیادہ یہ شان ہے کہ وہ ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں

اور

صوفی محمد کے نزدیک بھی علماء، سادات و مشائخ عام انسانوں کی طرح ہیں ان کی تعظیم میں حد بندی ہونی چاہیے۔

4۔۔۔۔اسماعیل دہلوی کے نزدیک جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں

اور

صوفی محمد کے نزدیک بھی انبیاء و اولیاء بے اختیار و مجبور محض ہیں

5۔۔۔۔اسماعیل دہلوی کے نزدیک مزارات پر حاضری دینا" وہاں روشنی کرنا" ادب سے مجاور بن کر رہنا اور تمام بزرگان دین کی تعظیم سب شرکیہ افعال ہیں

اور

صوفی محمد کے نزدیک بھی یہ تمام امور ناجائز و حرام اور برا انجام ہیں

نوٹ: ابن عبدالوہاب نجدی کے یہ نظریات اس کی "کتاب التوحید" مطبوعہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی اور اسماعیل دہلوی کی "تقویۃ الایمان" مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی سے لئے گئے ہیں اور صوفی محمد نے بارہا اپنے حواریوں کے سامنے ان نظریات کا اظہار کیا اور اس کی یہ ساری کارروائی انہی افکار کو پھیلانے کا پیش خیمہ ہے اور یہ ہی بات دنیا بھر کو واضح کر کے دکھا رہا ہے۔ (محمد عارف محمود قادری)

اخبار المدارس کی کارستانی

قارئین کرام! آپ نے ابن عبدالوہاب نجدی اور اس کی کتاب کا ترجمہ شائع کرنے والے اسماعیل دہلوی کے افکار کو ملاحظہ کیا اور پھر ان نظریات کے حامی وہابی شر کا سوات میں کردار دیکھا کہ یہ لوگ اپنے تشدد کو اصلاح کا نام دے کر قتل و غارت گری کا کس طرح بازار گرم کئے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس اخبار المدارس کا 6 تا 12 مئی 2009ء سے شریعت کے نام پر دہشت پھیلانے والے ابن عبدالوہاب نجدی کو "اس صدی کی شخصیت" کا عنوان دے کر ان الفاظ میں یاد کیا ہے۔

☆ 1115ھ میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

☆ والد ماجد عبدالوہاب بن سلیمان عیینہ شہر کے قاضی تھے۔

☆ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور بصرہ کے سفر کئے۔

☆ علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی کتابوں کا مطالعہ بڑے شوق سے کرتے تھے۔

☆ بدعت کے سخت مخالف اور توحید کے علمبردار داعی تھے۔

☆ علاقے کے علماء کی مخالفت کی وجہ سے 1157ھ میں مقام درعیہ میں منتقل ہو گئے۔

☆ بادشاہ وقت محمد بن سعود کو اپنا ہمنوا بنایا اور نجد کی سرزمین آپ کے افکار کا مرکز بن گئی۔

☆ رفتہ رفتہ شرک و بدعت سے بیزار لوگوں کو آپ کی طرف منسوب کیا جانے لگا۔ یہ سلسلہ (وہابیہ) برصغیر پاک و ہند اور سرزمین عرب میں اب بھی جاری ہے۔

☆ کتاب التوحید، مختصر سیرۃ الرسول ﷺ، الخطب المنبریہ اور مختصر الانصاف وغیرہ درجنوں کتب کا یہ عظیم مصنف 1206ھ میں راہی ملک عدم ہوا۔

یہ ہے اخبار المدارس جس کا دعویٰ تو یہ ہے کہ اختلافی موضوعات پر تحریریں شائع نہیں کی جائیں گی جیسا کہ خود اخبار میں "**توجہ فرمائیے**" کے عنوان کے تحت آخری جزء میں بھی لکھا ہے لیکن ابن عبدالوہاب نجدی جیسے شخص کو عظیم مصنف و شخصیت قرار دیا جا رہا ہے جس کی شخصیت و تصنیف کی چند جھلکیاں آپ پچھلے صفحات میں تفصیل سے ملاحظہ کر چکے ہیں جو شخص روضہ رسول ﷺ کو معاذ اللہ بڑا بت قرار دے اور علماء کو قتل کرنا جائز قرار دے اسے تو مسلمان ماننا ہی درست نہیں چہ جائیکہ اسے عظیم مصنف کا عنوان دیا جائے۔ بہرحال تبلیغی جماعت سے بچنے کے ساتھ ساتھ اس کے تمام ہمنواؤں، مقرروں، اخباروں، اشتہاروں اور کتب و رسائل سے اپنے آپ کو بچایئے کہ اسی اخبار المدارس میں تبلیغی جماعت کے گن گانے مولویوں کے مضامین چھپتے ہیں اور وہ اس کی آڑ میں تبلیغی جماعت کی تشہیر کرتے ہیں۔

الغرض تبلیغی جماعت اور ان کے جملہ حامیان و حواریان کا مشن ایک ہی ہے اور یہ لوگ بظاہر تو کلمہ گو مسلمان نظر آتے ہیں بلکہ جگہ جگہ مسلمانوں کو کلمہ پڑھاتے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اور ان کی دشمنی ہمیشہ سے محبان باری تعالیٰ کے ساتھ رہی ہے اور ان کی جنگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ جاری رہی ہے۔ صلیبی جنگوں کا منظر ہمیشہ ان کے مظالم میں واضح جھلکتا ہوا نظر آتا رہا ہے اور اب بھی آ رہا ہے۔ ابن عبدالوہاب نجدی تا صوفی محمد ان کے مظالم کا شکار ہمیشہ اہل سنت و جماعت ہی رہے ہیں اور یہ لوگ معاذ اللہ مسلمانان اہل سنت کو مشرک و کافر قرار دے کر قتل کر دینا روا رکھتے ہیں اور محبان باری تعالیٰ کے مزارات گرانا اور گروا دینا فخر سمجھتے ہیں اور علماء و مشائخ اہل سنت کو قتل کرنا اور کروانا اور پھر ان کی لاشوں کی بے حرمتی کرنا اپنے لئے معاذ اللہ باعث نجات سمجھتے ہیں جبکہ اس کے برعکس اگر ان کے نام نہاد ملاؤں میں سے جس کو اس کے کرتوتوں کی بناء پر مسلمانوں نے واصل جہنم کر دیا ہو تو اسے شہید اور مجاہد قرار دیتے ہیں اور اس کی مرگ پر

پھول چڑھائے جاتے اور اس کے ایام منائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر اس کی قبر کو کوئی حق جیالا جوش میں آ کر توڑ پھوڑ دے تو اس پر شدید احتجاج کرتے اور ریلیاں نکالتے ہیں اور اس کو توہین قرار دیتے اور اس پر توڑ پھوڑ بازی کرتے اور حکومت سے سزا کا مطالبہ کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر جو شخص اپنے قول و فعل سے ارتداد کرے اور دائرہ ایمان سے نکل جائے تو اس کی کوئی عزت نہیں، اس کی قبر لائق زیارت نہیں، اس پر پھول چڑھانا یا اس کی تعظیم کرنا ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا بدانجام کام ہے۔ مذکورہ دونوں شخص طائفہ لئیمہ عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے جو کردار ادا کیا اس کی بنا پر امت مسلمہ کے جمہور علماء کا ان کے خلاف گستاخ رسول ہونے کا فتویٰ موجود ہے اور گستاخ رسول کو امام ماننا اس کے پیچھے چلنے والے افراد کی جماعت وہابیہ کے سرکردہ لوگوں کو اپنا مذہبی پیشوا مان کر ان کی کتابوں سے تبلیغ کرنے والی یہ تبلیغی جماعت جو کہ ماری ماری پھرتی ہے کہ کس طرح مسلمانوں کو راہ حق سے ہٹانے میں اس کو کامیابی ملے تو یہ اس کی محرومی اور بدبختی ہے جو یہ دھندا کرتی ہے ورنہ تو سادہ مسلمانی میں اسلامی شعار بنانا مسلمانان کا شیوہ ہے نہ کہ لباس خضر میں راہزن بن کر دولت ایمان کو لوٹنا اور اس پر اترانا یہ کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

شیخ حمود بن عبداللہ بن حمود تویجری رقمطراز ہے:

ولقد ذكر سيف الرحمن بن احمد في (صفحه ٦٠٠٧) انواعاً كثيرة من مشابهة التبليغيين للشيعة و (من تشبه بقوم فهو منهم) وهذا ملخص ما ذكره سيف الرحمن بن احمد منهم

قال " ومما يلاحظ عليهم ان لهم الشبه بالشيعة في اخفاء السم في الدسم ولهم الشبه بالشيعة في اخفاء ما في كتبهم و لهم الشبه بالشيعة في اخفاء كثير من معتقداتهم الفاسدة في الغلو و في التطرفات والخرافات النائية ولهم شبه بالشيعة بالتقيه باسم الحكمة والاحتياط حيث انهم يظهرون شيئاً و يخفون شيئاً و يحرفون الكلم

عن مواضعه و يقولون شيئاً و يفعلون شيئاً و ينادون بالدعوة الى الاجتماعيات و يتحمسون لكثير من الخلافيات و لهم شبه بالشيعة في البغض و نصب الاعداء لاهل الحق و عقيدة السلف و لهم شبه بالشيعة في كثير من التاويلات النائية عن طريق السلف الصالح و لهم شبه بالشيعة في شغفهم بالحكايات والخرافات و تعظيم النسبة الى اكابرهم و الى مشائخهم (القول البليغ في التحذير من جماعة التبليغ صفحه 10)

ترجمہ: شیخ سیف الرحمن بن احمد اپنی کتاب کے صفحہ ۵ سے ۷ پر کئی اقسام کا بیان کرتے ہیں جن کے اندر تبلیغیوں کی شیعہ کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے اور بفرمان حدیث جو جس قوم سے تشبہ اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (حمود بن عبداللہ بن حمود) کہتا ہے کہ شیخ سیف الرحمن کی عبارت کا خلاصہ درج ذیل ہے

(شیعہ کے ساتھ پائی جانے والی مشابہت کے نمونے)

1۔ تبلیغی جماعت والے اپنی کتابوں میں موجود باطل نظریات کو شیعوں کی طرح چھپا کر رکھتے ہیں۔

2۔ تبلیغی جماعت والے اپنے غلو بھرے عقائد، دور از اصول دین باتیں اور نت نئی خرافات کو شیعوں کی طرح چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

3۔ تبلیغی جماعت والے شیعوں کی طرح تقیہ کرتے ہیں اور اسے حکمت و احتیاط کا نام دیتے ہیں اس حیثیت سے کہ بعض چیزوں کو ظاہر کرتے ہیں اور بعض چیزیں چھپاتے ہیں اور کلمات کو اپنے مقام سے بدل دیتے ہیں کہتے کچھ اور کرتے کچھ ہیں لوگوں کی اجتماعیات کی طرف بلاتے ہیں جبکہ خود کئی اختلافات کا شکار نظر آتے ہیں۔

4۔ تبلیغی جماعت والے اسلاف کے خلاف عقیدے گھڑنے اور ان سے بغض رکھنے میں شیعوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔

5۔ تبلیغی جماعت والے اپنے نام نہاد مشائخ کے بارے میں ایسی حکایات گھڑ لیتے ہیں جس طرح کے شیعوں نے گھڑی ہیں۔

مزید حمود بن عبداللہ بن حمود رقمطراز ہے۔

ولهم شبه بالشيعة في بعدهم عن النصوص و عن العلم بما لنصوص نصوص الكتاب و السنة فالذاكر الشيعي على العموم جاهل وهذا التبليغي كذلك على العموم جاهل و لهم شبه بالشيعة في تحديد علمهم و علم طلائفهم في كتب المعروفة عندهم دون غيرها من الكتب ودون غيرهم من علماء المسلمين و لهم شبه بالشيعة بجهل معظم الذين محصوراً في المناقب و المثالب و تعظيم الاكابر ولهم شبه بالشيعة في المقدرو على المغالطات و المبالغات (ایضاً صفحہ 19)

شیعہ کے ساتھ پائی جانے والی مشابہت کے نمونے

6۔ تبلیغی جماعت والے شیعوں کی طرح نصوص قرآن وسنت اور علم سے دور ہیں علی العموم شیعہ ذاکر جاہل ہوتا ہے اسی طرح تبلیغی مبلغ بھی جاہل ہوتا ہے (بلکہ تبلیغی جماعت والوں میں سے تو بارہا کا ہمیں تجربہ ہے کہ جب ان کو پھنسا دیا جائے تو تنگ آ کر اپنی جہالت کا برملا اظہار کرتا ہے اور اس کے باوجود دین کی ٹھیکیداری کا کام نہیں چھوڑتے۔ (قادری غفرلہ)

7۔ تبلیغی جماعت والوں کی طرح شیعوں کے ساتھ ملتے جلتے والی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے علماء مسلمین کی کتابوں کو چھوڑ دیا ہے اور اپنا علم چند مخصوص کتابوں تک محدود کیا ہوا ہے

یہی وجہ ہے کہ حمود نے اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کم علم کی بناء پر اپنے لوگوں کو بحث مباحثے سے روکتے ہیں۔

8۔ تبلیغی جماعت والوں کا یہ عمل بھی شیعوں سے مشابہت رکھتا ہے کہ یہ تعظیم و توقیر اپنے بڑوں کی حد تک محصور جانتے ہیں اور اس سلسلے میں بہت مبالغہ آرائیاں کرتے ہیں (اس سلسلے میں تبلیغی جماعت والوں نے اشرف السوانح تذکرۃ الرشید اور ارواح ثلاثہ المعروف حکایات اولیاء کو بہت پھیلایا ہے حالانکہ مذکورہ کتب ثلاثہ فحش لٹریچر میں ایک قابل قدر اضافہ ہے جو ان کی نیک نامی کی گل کھولنے کیلئے کافی ہے۔ قادری غفرلہ

تبصرہ قادری: قارئین کرام آپ نے شیخ سیف الرحمٰن کی کتاب کے حوالے سے آپ نے تبلیغی جماعت والوں کے ان اقوال کا جائزہ لیا جس میں ان لوگوں نے نام نہاد محبان اہل بیت یعنی دشمنان صحابہ سے مشابہت اختیار کر رکھی ہے جبکہ یہ لوگ ویسے ایک دوسرے کو کافر کہتے نہیں تھکتے اور اعداء ہی اعداء، باہم اس قدر مشابہت موجود ہے علی الخصوص تبلیغی جماعت والے اپنے جس عمل کو حکمت واحتیاط کا نام دے کر عوام الناس کو بے وقوف بناتے اور گمراہ کرتے ہیں بیدر حقیقت "تقیہ" ہے جس میں یہ حقائق کو چھپاتے ہیں اور کہتے کچھ اور کرتے کچھ ہیں حالانکہ قرآن مجید اور احادیث مصطفیٰ ﷺ نے اسے یہودیوں کا طریقہ بتایا ہے اور اس زمانے میں ہمارے علماء نے اسے مودودیوں کا طریقہ بتایا ہے۔ روافض زمانے اسے شعار بنایا ہوا تھا تبلیغی جماعت والے بھی اس کے دلدادہ ہو گئے کہ ان کی معتبر کتابوں میں منقول ہے۔ **الشيعة ماخوذة من اليهودية** یعنی شیعیت یہودیت سے نکلی ہے لہٰذا وہ اگر تقیہ کریں تو اتنا عجب نہیں لیکن تبلیغی جماعت جو اپنی کثرت تو جمع کے زعم میں تبلیغ اسلام کی ٹھیکیدار جماعت بنی ہے اور اپنے آپ کو خادم دین سمجھتی ہے اسے تو کم از کم حق بات کو اپنا شعار اور اظہار حق کو معیار بنانا چاہیے۔ اسی طرح جب یہ لوگوں کو ریلی اجتماعات کی طرف بلاتے ہیں تو خود طرح طرح کی بے تکی باتوں کے ذریعے اُمت میں انتشار وافتراق پھیلانے سے گریز کرنا چاہیے حالانکہ ان کی یہ تقیہ داری اُمت مسلمہ میں پھوٹ ڈالنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے کہ گستاخانِ الوہیت و رسالت کو چاہیے شیعہ ان کی طرز فکر کے دل سے حامی ہیں لیکن جب گرفت کرو تو اپنے بڑوں

کے ابناء ہونے کا انکار کردیتے ہیں گویا اپنے نسب کا انکار کرتے ہیں

اب آپ اگلی سطور میں دنیائے اسلام کے عظیم المرتبت قائد شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ کے قلم برق بار سے "تقیہ" اور "اہل تقیہ" کی حقیقت کا بیان ملاحظہ کیجئے جسے انہوں نے اپنے مشہور زمانہ رسالے "مذہب شیعہ" میں پرزور طریقے سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:۔

آج کل خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کے انکار میں جس شور و شر کے مظاہرے کئے جارہے ہیں اور امت مرحومہ کی آخرت تباہ کرنے اور اس دنیا میں افتراق و انشقاق اور فتنہ و فساد کی آگ مشتعل کرنے میں جو ہنگامے بپا کئے جارہے ہیں اور اس تمام فتنہ پردازی اور شر انگیزی پر پردہ ڈالنے کیلئے محبت و ولائے اہل بیت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور ائمہ معصومین و سادات کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی اقتدا اور پیروی کا دم بھرا جاتا ہے۔ اگر اہل بصیرت فرقہ اہل تشیع کے نظریات کا بغور مطالعہ کریں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات گرامی اور سلف صالحین کے ایمانی جذبات اور ان کی گرانقدر اسلامی خدمات کی اہمیت اور ان کی عقل و ادراک سے بالاتر قربانیاں بھی مطالعہ کریں تو وہ حضرات نہایت آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہل تشیع کے نظریات اور شریعت اسلامیہ کے درمیان مکمل مخالفت اور منافقت کی نسبت ہے اور ان کا دعویٰ محبت اہل بیت کرام سراسر باطل ہے

نادر اساس

مذہب شیعہ کی ابتداء کیسے اور کب ہوئی اس کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں عرض کیا جائے گا سر دست یہ گزارش کرنا ہے کہ اہل تشیع نے اپنے مخصوص مذہب کی بنیاد کن روایات پر رکھی ہے جو انتہائی محدود ہیں کیونکہ احادیث کے مشتاق یعنی صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعداد تاریخ کی رو سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب اور بقول اہل تشیع کے باقی تمام اقوام عالم پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ ایمان لانے والوں کی تعداد اس سے کم نہیں بتاتے تو اس قدر تعداد میں سے صرف چار یا پانچ آدمیوں کی روایات قابل تسلیم اور باقی تمام کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روایات ناقابل تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرا جن اصحاب اور اماموں سے روایتیں لینا جائز بتاتے ہیں ان کے متعلق اس ضروری عقیدہ کا دعویٰ کرتے ہیں کہ تقیہ اور کذب بیانی ان کا دین اور ایمان تھا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

ایمان کی بنیاد۔ تقیہ

اہل تشیع کی انتہائی معتبر کتاب کافی مصنف (اہل تشیع کے مجتہد اعظم) ابو جعفر یعقوب کلینی میں مستقل باب تقیہ کیلئے مخصوص ہے اور اس کو اصول دین میں شمار کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک دو روایتیں جو امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہیں پیش کرتا ہوں۔

عن ابن ابی عمیر الاعجمی قال لی ابو عبداللہ علیہ السلام یا ابا عمیر ان تسعة اعشار الدین فی التقیة و لا دین لمن لا تقیة له

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک شیعہ ابن ابی عمیر الاعجمی سے فرمایا کہ...... دین میں نوے فیصد تقیہ اور جھوٹ بولنا ضروری ہے اور فرمایا کہ جو تقیہ (جھوٹ) نہیں کرتا وہ بے دین ہے (باقی دس کی کسر بھی نہیں رہی)

اصول کافی ص ۴۸۲ اور ص ۴۸۳ پر بڑی کثرت کے ساتھ روایات ہیں جن میں سے دو تین نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں

عن ابی بصیر قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام التقیة من دین اللہ قلت من دین اللہ؟ قال ای واللہ من دین اللہ

یعنی ابو بصیر جو امام عالی مقام امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا وزیر و مشیر تھا اور روایت میں اہل تشیع کا مرکز ہے کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ کرنا دین ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کا دین ہے؟ تو امام نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ہاں تقیہ (جھوٹ) اللہ کا دین ہے۔

عن عبداللہ ابن ابی یعفور عن عبداللہ علیہ السلام قال اتقوا علی دینکم واحجبوہ بالتقیۃ فانہ لا ایمان لمن لا تقیۃ لہ

یعنی ابن ابی یعفور جو امام عالی مقام صادق علیہ السلام کا ہر وقت حاضر باش خادم تھا۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے مذہب پر خوف رکھو اور اس کو ہمیشہ جھوٹ اور تقیہ کے ساتھ چھپائے رکھو۔ کیونکہ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں۔

عن معمر ابن خلاد قال سالت ابا الحسن علیہ السلام عن القیام للولاۃ فقال قال ابو جعفر علیہ السلام التقیۃ من دینی و دین ابائی ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ

یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم کا خاص شیعہ معمر بن خلاد کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ان امیروں اور حاکموں کے استقبال کیلئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تقیہ کرنا میرا مذہب ہے اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔

اسی طرح اسی صفحہ پر محمد بن مروان اور ابن شہاب زہری کی روایتیں بھی نقل دیے ہیں علی ہذا القیاس صفحہ ۴۸۵-۴۸۶ اور ۴۸۷ تمام کے تمام یہ صفحات تقیہ، مکر و فریب اور کذب بیانی پر مشتمل روایات سے بھرے ہوئے ہیں۔

صفحہ ۴۸۶ پر معلیٰ بن خنیس کی ایک روایت بھی یاد رکھیں، وہ کہتے ہیں۔

عن معلی بن خنیس قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام یا معلی اکتم امرنا ولا تذعہ فانہ من کتم امرنا ولم یذعہ اعزہ اللہ بہ فی الدنیا و جعلہ نوراً بین عینیہ فی الاخرۃ تقودہ الی الجنۃ یا معلی و من اذاع امرنا ولم یکتمہ اذلہ اللہ بہ فی الدنیا و نزع نوراً من بین عینیہ فی الاخرۃ و جعلہ ظلمۃ تقودہ الی النار یا معلی ان التقیۃ من دینی و دین ابائی ولا دین لمن لا تقیۃ لہ

یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص شیعہ اور امام صاحب موصوف سے کثرت سے روایات کرنے والا معلی بن خنیس کہتا ہے کہ امام صاحب نے مجھے فرمایا کہ ہماری باتوں کو چھپاؤ ان کو ظاہر مت کرو کیونکہ جو شخص ہمارے دین کو چھپاتا ہے اور اس کو ظاہر نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ چھپانے کے سبب سے اس کو دنیا میں عزت دے گا اور قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور پیدا کرے گا۔ جو سیدھا جنت کی طرف اس کو لے جائیگا۔ اے معلی! جو شخص بھی ہماری باتوں کو ظاہر کرے گا اور ان کو نہ چھپائے گا تو دنیا میں اللہ تعالیٰ اس سبب سے اس کو ذلیل کرے گا اور آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں سے نور سلب کریگا اور اس کی بجائے ظلمت اور اندھیرا بھر دے گا جو اس کو جہنم کی طرف لے جائے گا۔ اے معلی تقیہ کرنا میرا دین ہے اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔

غرض یہ کہ ایک سے بڑھ چڑھ کر روایتیں ہیں، کس کس کو لکھیں اہل تشیع کی تو جس کتاب کو بھی دیکھیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ سادات معصومین کی طرف حق کو چھپانے اور تقیہ اور کذب بیانی پر مشتمل روایات منسوب کرنے کی غرض سے یہ کتاب تصنیف فرمائی گئی ہے۔ چونکہ کتاب "کافی کلینی" اہل تشیع کی تمام کتابوں کا منبع اور ماخذ ہے اور تمام کتابوں کی نسبت ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہے۔ حتیٰ کہ اس کتاب کے شروع میں اس کی وجہ تسمیہ میں جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہے **قال امام العصر و حجۃ اللہ**

المنتظر علیه السلام الله الملك الاكبر فی حقه هذا كاف لشیعتنا

یعنی اس کتاب کے متعلق امام حجۃ اللہ المنتظر مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں کے لئے یہی کتاب کافی ہے۔

تو میں نے اس ضروری مسئلہ تقیہ و کتمان حق کے ثبوت میں اسی کافی کی روایات کو کافی سمجھتا ہوں۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ ہر ایک کتاب سے بطور نمونہ ایک ایک روایت پیش کرتا مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

عمدہ استدلال

میں یہ کہہ رہا تھا کہ جن اصحاب سے یہ روایتیں کرنا اہل تشیع جائز سمجھتے ہیں یا مانتے ہیں ان کے متعلق کہتے ہیں کہ تقیہ اور کتمان حق ان کا عقیدہ تھا۔ اب اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ایک اعتبار وجہ محبت اور ظہور وار تشیع جو بھی ان حضرات سے کوئی حدیث سنے گا اور کسی امر کا اظہار معلوم کریگا تو اس کیلئے یہ یقین کرنا ضروری ہے کہ صحیح اور حق بات تو فقط انہوں نے فرمائی ہی نہیں جو بھی ان سے روایت کی گئی ہے سراسر بے حقیقت اور واقعات کے خلاف ہے اور نفس الامر کے برعکس ہے تو وہ بھلا اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین کیسے چھوڑ سکتے ہیں یا ان کے وہ حاضر باش اور رات دن ان کے خدمت گزار جنت کو چھوڑ کر جہنم کا راستہ کیسے اختیار کر سکتے ہیں۔ لہٰذا جو روایات بھی اہل تشیع کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں اور جلسوں اور محفلوں میں بلکہ آج کل تو لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعہ بلند آواز کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں سراسر کذب اور واقعات کے خلاف ہیں کہ کون محب اہل بیت اور کون شیعہ ائمہ طاہرین کے صریح اور واضح دلیر جسم تاکیدی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بے دین و ایمان و جہنمی اور ذلیل ہونا پسند کرے گا۔ اس مقدمہ کو اہل فکر غور و خوض کے سپرد کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ بانیان مذہب تشیع نے اصل اور حقیقت پر مبنی دین اسلام کو ختم کر دینے اور شریعت مقدسہ کو ملیامیٹ کر دینے کی یہ سیاسی چال چلی۔ کون شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ

حضور اقدس ﷺ ہی اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے مابین جس طرح واسطہ ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم بھی واسطہ ہیں۔ انہی مقدس لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تفسیر اللہ کے رسول ﷺ سے پڑھی اور انہی مقدس لوگوں نے صاحب اسوۂ حسنہ ﷺ کے ارشادات گرامی اور اعمال عالیہ اور سیرت مقدسہ کی دولت کو براہ راست حضور کی ذات سے حاصل کیا۔ جس کو ان کے شاگردوں یعنی تابعین نے ان سے حاصل کیا علیٰ ہذا القیاس وہ مقدس شریعت ہم تک پہنچی۔ اب جبکہ ابتدائی واسطے یعنی صحابہ کرام ہی کی ذات قدسی صفات کو قابل اعتماد تسلیم نہ کیا جائے یعنی تین چار کے علاوہ باقی ظاہری طور پر قابل اعتبار نہ رہیں اور یہ تین چار باوجود انتہائی ذوق محبت و دوستی کے تحت نا قابل اعتماد ثابت کئے جائیں کہ جو بھی ان کی روایات ہوں گی یقیناً غلط اور خلاف واقعہ امر کی طرف رہنمائی کریں گی۔ یا تو خود ان معصوموں سے جن کا فرمان **ان تقیتنا للحق** غلط اور خلاف واقعہ فرمایا یا ان کے حیاں مقدمہ کا ان شیعوں نے بہ تقبیل ائمہ کذب، جھوٹ اور خلاف واقعہ روایت فرمائی بہر صورت ان روایات کو صحیح کہنا بے دینی اور بے ایمانی پر واضح دلیل پیش کرتا ہے۔

قرآن کے متعلق عقیدہ:

اب رہا قرآن کریم تو اس کے متعلق بانیان مذہب تشیع و دیگر ذمہ داران فرقہ مذکورہ اس قرآن کریم کا صراحتاً انکار کرتے نظر آتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر اسی اصول کافی صفحہ 271 پر یہ روایت دیکھیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی قرآن کریم کو جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ اللہ عزوجل کی کتاب یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر اس کو نازل فرمایا ہے اور میں نے ہی اس کو اکٹھا کیا ہے۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس قرآن شریف موجود ہے ہمیں کسی سے قرآن کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج کے دن کے بعد تم اس قرآن کو کبھی نہ دیکھو گے۔ اسی صفحہ پر امام جعفر صادق رضی اللہ

عنہ سے منسوب ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرمالیں کہ جو قرآن حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی
طرف سے جبریل علیہ السلام لائے تھے اس کی سترہ ہزار (17000) آیتیں تھیں اور
غریب اہل السنت والجماعت کے پاس تو صرف چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) آیات
والا قرآن کریم ہے۔ اسی اصول کافی کے صفحہ 270 پر بھی نظر ڈالنے چاہیے اور اگر اس
قرآن کریم سے صراحتاً انکار کی شان کسی حد تک تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو اصول کافی
صفحہ ۲۶۱، ۲۸۸، ۶۷، ۶۷۰ اور ناسخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۶ اور تفسیر صافی جلد اول ص
۱۴ تک مطالعہ فرمائیں اور بانیان مذہب تشیع کی سیاست کی داد دیں کہ کس طرح صراحت
اور وضاحت کے ساتھ اس فرقہ نے سرے سے قرآن شریف ہی کا انکار کیا ہے۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

اے میرے محترم بھائی احادیث کا اس طریقے سے انکار اور قرآن کا اس طرح انکار
ہو تو کوئی بتائے کہ مذہب اسلام اور شریعت مقدسہ کسی طرح بھی ممکن الوجود ہو سکتی ہے؟
ممکن ہے میری اس تحریر کا جواب یا جائے گا عرض کرنے والا ہوں اس کا رد اہل تشیع حضرات
لکھنے کی زحمت کریں تو میں سفارش کرتا ہوں کہ اپنے اس رسالہ میں جتنے حوالے میں نے
پیش کئے ہیں ان کا مطالعہ فرمالینے کے بعد یہ تکلیف کریں تاکہ اہل علم حضرات بھی صحیح اور
غلط کا اندازہ لگا سکیں اور حق و باطل میں تمیز کر سکیں اور اہل تشیع کے ذاکرین صاحبان کی
زحمت بھی اکارت نہ جائے جس صاحب کو کتاب کے حوالہ دیکھنے کی ضرورت محسوس ہو تو
سیال شریف آ کر کتابیں دیکھ کر اپنی تسلی کر سکتا ہے۔

اہل تشیع حضرات کی مذہبی روایات اگرچہ پیش کرنا عقل اور انصاف کے لحاظ سے بالکل
بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ان کی کسی روایت کا صحیح اور مطابق واقعہ ہونا ممکن نہیں کیونکہ یہ نہیں
مان سکتا کہ اہل تشیع نے ائمہ کرام کی اصلی اور صحیح روایت بیان کی ہو اور اپنے لئے بے ایمانی
اور بے دینی منتخب کی ہو اور جہنمی ہونا اختیار کیا ہو۔ بلکہ خود ائمہ کرام نے بھی حسب تصریح
اصول کافی وغیرہ کوئی سچی بات ظاہر نہیں فرمائی اور اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو نہیں چھوڑا تو

پھر ایسی روایات لکھنے لکھانے کا کیا فائدہ؟ اور اہل تشیع کے خلاف ایسی روایات ان کے تیار
کردہ مذہب کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہے؟ ہمیں کیا فائدہ بخش سکتی ہیں مگر میں جو اہل تشیع کی
کتابوں سے روایتیں پیش کر رہا ہوں تو میرا مقصد فقط یہ ہے کہ وہ سادہ لوح مسلمان جو ان
کی ہنگامہ آرائی اور مجالس میں شرکت کرتے ہیں یا اہل تشیع کے مذہب کو بھی کسی طرح حق
تصور کرتے ہیں۔ ان کو سوچنے اور غور کرنے کا موقع مل سکے تاکہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں
اور چلنے سے پہلے مذہب منصور کا نقشہ ملاحظہ کر لیں۔ اسی غرض کے تحت یہ رسالہ لکھ رہا ہوں
اور شروع سے آخر تک تمام کی تمام روایات صرف اہل تشیع کی معتبر ترین و مسلم ترین
کتابوں سے لکھ رہا ہوں اور حوالہ دکھانے کا ذمہ دار ہوں۔

مذہب شیعہ کی اساس:

خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کا انکار اور ان مقدس ہستیوں کی
شان میں گستاخی اس جمراتی گروہ کا مابہ الامتیاز (امتیازی شان) ہے۔ اور صراحتاً خلفائے
راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے
حق میں سب و شتم اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کی تمام اولاد طاہرین ائمہ
معصومین کی شان میں اشارۃً و کنایۃً سب و شتم اور کذب بیانی و مکر و فریب اور کتمان حق کی
نسبت کرنا اس فرقے کا خاصہ لازمہ ہے جو کسی بھی عقل مند انسان سے پوشیدہ نہیں۔ اس
مذہب کا دارومدار جن مسائل پر ہے ان میں سب سے بڑا مسئلہ خلفاء راشدین رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کا انکار ہے۔ ان کا مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت
عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خلفاء برحق نہیں تھے
انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت غصب کر لی تھی اور حضرت علی کو
ڈرا دھمکا کر اپنی بیعت کرنے پر مجبور کر لیا تھا اور تمام عمر اسی خوف کی وجہ سے حضرت علی شیر
خدا نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان کی مجلس شوریٰ کے ممبر بنے رہے اور مال غنیمت
منظور کرتے رہے وغیرہ وغیرہ۔ نقل اس کے کہ اہل تشیع کی معتبر ترین کتابوں سے یہ بات

کروں کہ اہل تشیع کے تمام دعوے جھوٹے اور خلاف واقعہ ہیں یہ عرض کرتا ہوں کہ خلافت راشدہ کا زمانہ اقدس آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال پہلے گزر چکا ہے۔ اس وقت ان کی خلافت پر اعتراض یا اس کی ناپسندیدگی کا شور و غوغا اور بے فائدہ مظاہرے بجز اسکے کہ فتنہ و شرارت پیدا کریں اور ملک کے امن و امان کو متزلزل کریں اور کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے؟ ہے کوئی بڑی سے بڑی حکومت یا کوئی بڑی سے بڑی عدالت جو ان کے غیر مستحق خلافت ہونے کی صورت میں کوئی تدارک کر سکے اور مستحق کو اس کا حق واپس دلا سکے۔ اگر وہ مقدس ہستیاں مستحق خلافت تھیں یا بقول اہل تشیع مستحق نہیں تھیں بہر صورت وہ چلے گئے اور امور خلافت باحسن وجوہ سرانجام دے گئے اب ان کی شان اقدس میں سب و شتم کا ان کو کیا حق رکھتا ہے اگر ان تمام لوگوں کو جو خلفائے راشدین کی برحق اور مستحق خلافت پر یقین کرتے ہیں یک قلم تختہ دار پر کھینچ دیا جائے یا قتل کر دیا جائے یا خلفائے راشدین کے ساتھ بغض و عداوت قولی و فعلی، کینہ رکھنے والے اپنے مقتدوں کو پیدا پیدا کرا لادیں تو بھی ان سادات کے چھٹے ہوئے تیروں کو اور ان کی خلافت راشدہ کو پرکاہ کے برابر بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا تو پھر یہ منافرت و خباثت اور یہ سب و شتم، یہ فتنہ پردازی اور فساد انگیزی سے کیا حاصل؟ بہتر صورت یہی تھی کہ جب ایک ہی ملک میں بسیرا کرنے کا موقع ملا تھا تو باہمی منافرت و مناقشت کو کنارے رکھ کر گزارہ کرتے اور کسی قسم کا مذہبی تخالف تھا بھی تو فریضہ تقیہ کی ادائیگی کے ساتھ ملکی امن و امان کا بھی لحاظ رکھتا آخر آئمہ کرام کی تقلید بھی ضروری امر تھا جو کس طرح تصریح فرماتے ہیں کہ "التقیۃ من دینی و دین آبائی" یعنی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب روایت کی تقیہ کرنا میرا اور میرے آباؤ اجداد کا مذہب ہے اور "لا دین لمن لا تقیۃ لہ ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ" یعنی جو تقیہ نہیں کرتا اس کا دین ہے نہ اس کا ایمان ہے ایسی صورت میں تقیہ سے کام لیتا ایک تو اہل تشیع کو بے ایمانی و بے دینی سے بچاتا دوسرا یہ وجہ دیتا کہ شرارت و فتنہ پردازی سے دور رکھتا اور باقی مسلمان غریب بھی سکھ و آرام کا منہ دیکھتے مگر

وائے بر حال! پاکستان میں آئے روز نئے نئے اڈے صحابہ کرام کی شان اقدس میں بکواس و سب و شتم بکنے کیلئے مقرر کئے جا رہے ہیں اور ملکی تعمیری اسباب ان کو یقین کیا جا رہا ہے اب ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اہل تشیع کی خدمت میں ان مقدس ہستیوں کی تصریحات پیش کرے جو اہل تشیع کے دعویٰ کے مطابق بھی پیشوا اور امام ہیں جن تصریحات کے ملاحظہ کرنے کے بعد اہل فکر و ہوش حضرات خود ہی فیصلہ فرما سکیں کہ آئمہ اور پیشوایان امت کے بالمقابل موجودہ ذاکروں، کروں کی کچھ وقعت نہیں۔ اور ائمہ کرام کی تصریحات کے مقابلہ میں ان ذاکروں کے خیالات اور لٹکے محض خام اور بیہودہ ہیں۔

نکتہ:

یہ بات بھی قابل گزارش ہے کہ جن مقدس ہستیوں نے اللہ اور اس کے سچے رسول ﷺ کی خوشنودی اور رضا کیلئے اپنا تن، من، دھن قربان کیا اور اپنے نبی محبوب کبریا ﷺ کے ساتھ ایمان لائے کہ جب حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ایمان لانا اور کائنات عالم کی دشمنی مول لینا ایک معنی رکھتا تھا اور پہلے وقت میں حضور ﷺ کا ساتھ دیا جس وقت حضور ﷺ کا ساتھ دینے میں مستقبل کی تمام دنیوی منزلوں میں غربت اور مصائب و آلام و تکالیف کے سوا عالم اسباب میں اور کچھ نظر نہ آتا تھا تو ایسے حالات میں ان مقدس ہستیوں نے تمام دنیوی تکالیف کو بطیب خاطر برداشت کیا اور اللہ کے سچے رسول ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا تو ایسی مقدس ہستیوں کے خلوص، ان کے صدق و صفا ان کے ایمان و تصدیق کے متعلق کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ ایسے حالات میں دوسرا کون سا داعیہ ہو سکتا تھا جس کے زیر نظر ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اس قدر دکھ برداشت کئے؟ بھلا ایسے جان نثاروں اور وفاداروں کی جان نثاری اور قربانی کا بدلہ جو اللہ ارحم الراحمین کی جناب سے ضروری اور لازمی ہے اس کی کیفیت اور کمیت کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔ قرآن کریم کی دسیوں آیات اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے والوں اور انصار و مہاجرین کے حق میں نازل

ہوئی ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ان کے لئے جنت کے اعلیٰ و ارفع مراتب اور نعمتیں مہیا ہیں۔ ان کو بھی سامنے رکھنا چاہیے اور اس بات کو بھی پورے غور و فکر کے ساتھ دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو فرماتا ہے "یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم" یعنی اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی آپ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد فرماؤ اور ان پر سختی کرو۔ اس حکم کے بعد جن مقدس ہستیوں کو اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے اپنا ہمراز و معاون قرار دیا سفر و حضر، ہجرت و جہاد ہر معاملے میں اور ہر حالت میں اپنا وزیر و مشیر مقرر فرمایا اور اپنا ساتھی و رفیق قرار دیا ان ہستیوں کی شان میں گستاخی کرنا (معاذ اللہ) اور ان ہستیوں کی طرف کفر و نفاق کی نسبت کرنا کون سی دیانت ہے اور کون سا ایمان ہے ذرا سوچو ان مقدس ہستیوں کے صدق و صفا کا انکار براہ راست حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخی کو مستلزم نہیں؟ حقیقت یہ ہے محبوب رب العالمین علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب میں آیات کلام اللہ اور احادیث مبارکہ اس کثرت کے ساتھ وارد ہیں کہ جنہیں لکھا جائے تو ایک بہت بڑی مستقل کتاب بن جائے گی۔ (شیعہ مذہب قادر گیمی کراچی)

اب ذرا تفصیل سے "تقیہ" کے بارے میں پڑھئے اور اندازہ کیجئے یہ کس قدر خطرناک ہے

چنانچہ علامہ سید رضا قادری مدظلہ العالی یوں رقم طراز ہیں

تقیہ

تقیہ (عربی) بمصدر رقی اور وقی یعنی تقی تھا اور واؤ سے بدلی ہوئی ہے۔ اصل معنیٰ خوف بچاؤ۔

فرقہ شیعہ کی اصطلاح میں غیر کے خوف و ضرر سے خلاف اعتقاد قول یا فعل کچھ کہنا یا کرنا

اہل تشیع تقیہ کے جواز میں کھینچ تان کر قرآن مجید کی جن آیات کو لاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں
آل عمران آیت 28' النحل 16 آیت 106 آیت 195' اور المومن 28

مزے کی بات یہ ہے کہ شیعوں کے قدیم ماہرین فن نے اپنی فقہی اور کلامی کتابوں میں تقیہ کو مستقل عنوان نہیں بنایا۔ البتہ متاخرین میں ان کے شیخ مرتضیٰ انصاری (م 1281ھ) نے اپنی کتاب "المکاسب" کے ملحقات میں تقیہ کے عنوان پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے۔

اس باب میں اسلامی موقف

یہاں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ تقیہ علماء کے اہل سنت اور ان کے متبعین کے نزدیک کوئی اصطلاح نہیں ہے۔ اور اصطلاح حسب پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں کہیں اس کلمہ کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ صرف اہل تشیع اور ان کے مختلف فرقوں کی اصطلاح ہے۔ دائرہ معارف اسلامیہ لاہور میں ہے۔

امام ابو حنیفہ کے اصحاب نے کہا کہ یہ (تقیہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رخصت ہے اور اس رخصت پر عمل نہ کرنا بہتر ہے وہ یہی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اگر کسی پر زبردستی کی گئی کہ کلمہ کفر کہے اور اس نے جان دینا منظور کیا مگر کلمہ کفر کہنا منظور نہ کیا، یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا گیا تو یہ شخص اس شخص سے افضل ہے جس نے جان بچانے کے لئے زبان سے کلمہ کفر کہہ دیا۔ یہی حکم ان سب باتوں کا ہے جس میں دین کی عزت برقرار رکھنے کا سوال درپیش ہو۔ دین کی عزت کو برقرار رکھتے ہوئے جان دے دینا اس سے افضل ہے کہ رخصت پر عمل کرے اور جان بچائے (دائرہ معارف اسلامیہ لاہور ج 6 ص 584-584)

اب آئیے امام احمد بن حنبل کی بارگاہ میں حاضری دیں اور ان سے پوچھیں کہ اس باب میں آپ کیا فرماتے ہیں۔

اے امام ہمارا آپ کے سر پر کوئی شخص تلوار لے کر کھڑا ہو جائے (آپ سے خلاف حق بات کہلوانا چاہے) تو کیا آپ اس کی بات مان لیں گے، امام احمد جواب دیتے

ہیں نہیں۔ اگر عالم نے تقیہ کر کے مان لیا اور جاہل تو جاہل ہے حق تو حق کے ظاہر ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ پچھلے لوگ اگلوں کے جو حالات بیان کرتے آئے ہیں ان میں ہمارے پاس جھوٹوں کرہزوں کی بابت مسلسل یہی بیان پہنچا ہے کہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین نے اپنی جانیں اللہ کے لئے دے دیں اور اس بارے میں ان پر ملامت کرنے والوں کی ملامت کا کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ کسی زبردست ظالم کی سختی کو وہ خاطر میں لائے۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

تقیہ انہی صورتوں میں جائز ہے جن میں اظہار حق اور دین کا سوال ہو۔ مگر جن صورتوں میں کسی اور پر اس کا اثر پڑتا ہو مثلاً قتل زنا مال کا غصب جھوٹی گواہی محصنہ پر تہمت اور دشمنوں کو مسلمانوں کے کمزور پہلوؤں کی بابت اطلاع دینا (جاسوسی) ان سب صورتوں میں تقیہ قطعاً ناجائز ہے (تفسیر کبیر ج 2 ص 46)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور اہل بیت پاک رضی اللہ عنھم کی تاریخ اس بات سے بھری پڑی ہے کہ انہوں نے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر حق کا اعلان کیا اور کبھی مداہنت فی الدین کا شکار نہ ہوئے۔ حضرات اہل بیت کا کیا کہنا وہ تو دنیا میں احقاق حق اور ابطال باطل کے امتیازی مینار ہیں۔ اور ان کی روش روشن اور قول وعمل سے تو نظام اسلام کی ترتیب ہوتی ہے۔ کیونکہ امہات المومنین اور دیگر وابستگان خاندان نبوت نے ہی سرور عالم ﷺ کی حیات مبارکہ اور حضور کی عملی زندگی کے متعدد گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔ بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونے والے صحابہ اور تابعین پھر تبع تابعین (الی یوم) نے اسلام کی صداقت اور دین کی حقانیت کو اجاگر کرنے کے لئے وہ قربانیاں دی ہیں جو آج بھی حیرت انگیز ہیں۔

حضرت ابن حذیفہ کا جانبازانہ اعلان حق

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذیفہ کو مسیحیوں نے گرفتار کر لیا اور ان سے

کہا کہ عیسائی ہو جاؤ۔ اس پر انہوں نے نہایت جرات کے ساتھ فرمایا کہ

”اگر تم لوگ اپنی اور تمام اہل عرب کی دولت مجھے اس شرط پر دو کہ میں لمحہ بھر کے لئے اپنے نبی کے دین سے منحرف ہو جاؤں..... تو یہ میری لئے ناقابل قبول ہے“

اس پر بادشاہ نے قتل کی دھمکی دی۔ آپ اپنے قول پر قائم رہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے اور تیر اندازوں سے کہا کہ حذیفہ کے ہاتھ پاؤں کو زخمی کریں۔ پر بھی آپ نے عیسائیت قبول نہیں کی۔ بادشاہ نے پھر انہیں سولی سے اتارنے کا حکم دیا اور ان کے سامنے ایک تانبے کی دیگ کو آگ پر رکھ کر خوب گرم کروایا اور حضرت حذیفہ کے سامنے ہی اس میں ایک مسلمان قیدی کو ڈال کر جلا ڈالا۔ اور حضرت حذیفہ سے کہا کہ اب تمہارا کیا خیال ہے۔ عیسائیت قبول کرتے ہو یا نہیں؟ آپ نے کہا نہیں۔ بادشاہ نے اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ انہیں بھی دیگ میں ڈالیں جب جلادوں نے حذیفہ کو پکڑا اس وقت ان کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ بادشاہ نے سمجھا اب یہ خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ شاید میری بات مان لیں اور اشکباری کا سبب پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں اس بات پر رو پڑا کہ میری محض یہ ایک جان ہے جسے رضائے الٰہی کے لئے آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ کاش! میرے جسم کے رونگٹوں اور بالوں کی تعداد میں میری جانیں ہوتیں تو اپنے مالک وحدہ کی خوشنودی کے لئے میں سب کو کھولتی دیگ کے حوالے کر دیتا۔ بادشاہ نے حضرت حذیفہ کو قید میں ڈال دیا۔ اور وہیں خنزیر کا گوشت اور شراب ان کے کھانے کے لئے بھیج دیا گر چند روز گزر جانے کے باوجود انہوں نے ان چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا۔ بادشاہ نے پھر اپنے دربار میں طلب کیا اور کچھ بھی نہ کھانے پینے کی وجہ دریافت کی تو حضرت حذیفہ نے کہا حالت اضطرار میں اگرچہ ان حرام چیزوں کا کھانا بھی میرے لئے حلال تھا مگر میں اس رخصت پر عمل کے ذریعہ اپنی عزیمت کو کمزور کرنا اور تجھے خوشی دینا نہیں چاہتا۔

حضرت حذیفہ کو اپنے ایمان و ایقان میں اتنا پختہ اور ناقابل تسخیر دیکھ کر بادشاہ کے حوصلے پست ہو گئے اور اس نے کہا کہ اگر تم میرے سر کو بوسہ دو تو میں تمہیں آزاد کر دوں۔

حضرت حذیفہ نے فرمایا یہ شرط میں اس وقت قبول کروں گا جب تو میرے ساتھ میرے تمام مسلمان بھائیوں کو جو تیری قید میں ہیں آزاد کرنے کا وعدہ کرے۔ بادشاہ نے وعدہ کیا اور حضرت حذیفہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت قید سے رہا ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے۔

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب واقعہ سنا تو فرمایا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ حذیفہ کی پیشانی کو بوسہ دیں۔ اور سب سے پہلے انہوں نے خود حضرت حذیفہ کی پیشانی کو چوما (رضی اللہ عنہم)

حضرت عبداللہ بن حذیفہ کا یہ واقعہ تاریخ امت مسلمہ کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ قرون اولیٰ بالخصوص جانباز اصحاب نبی ﷺ ورضی اللہ عنہم کے ایثار و قربانی جانبازی و جاں سپاری پر تو خود رب تعالیٰ کا قرآن شاہد ہے۔ سورۃ نحل کی آیت مبارکہ کو تقیہ کے سلسلے میں اہل تشیع اپنی سب سے بڑی دلیل قرار دیتے ہیں۔

من كفر بالله بعد ايمانه الا من اكره و قلبه مطمئن بالايمان

(سورۃ نحل آیت 106)

جس نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد بجز اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔

آئیے اس آیت مبارکہ کی شان نزول ملاحظہ کیجئے۔

اعلان حق کی شاندار مثال

مکہ مکرمہ میں جانثاران رسول کی صف میں حضرت یاسر اور سمیہ کے نام اسلام کی تاریخ کے لعل و جواہر ہیں۔ ایک بار کفار مکہ نے ان دونوں کو بہت اذیت دی تاکہ وہ خوفزدہ ہو کر اسلام سے منہ موڑ لیں۔ مگر بے سود۔ بالآخر چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ ظالمان ظلم و ستم نے حضرت سمیہ کے دونوں پاؤں دو اونٹوں کے پیروں سے باندھے۔ ابوجہل لعین نے ان کی شرم گاہ پر نیزہ سے وار کیا اور دونوں اونٹوں کو دو جانب ہانک دیا۔ حق کہ ایمان اور اسلام کی

پاداش میں ان کا سر دو حصوں میں چر گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سمیہ کا نام شہدائے اسلام کے دفتر میں سب سے پہلے رقم کیا گیا...... یہی شخص اس کے بعد ان کے شوہر حضرت یاسر کو بھی نہایت بے رحمی سے قتل کیا اور ماں و شوہر دونوں یکے بعد دیگرے دولت شہادت سے سرفراز ہوئے۔ یکا یک دلگداز واقعہ اور ماں باپ دونوں کی اس حالت میں شہادت نے عمار بن یاسر کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا اور انہوں نے طوعاً و کرہاً زبان سے کلمات کفر کہہ کر اس وقت اپنی جان بچالی۔ عمار کے والدین نے عزیمت پر عمل کیا مگر عمار نے رخصت کو اپنایا۔ مگر ان کے دل میں شرم و ندامت کروٹ لینے لگی۔ روتے ہوئے بارگاہ رسول ﷺ میں حاضر ہوئے لوگوں نے کہا عمار تو کافر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"ہرگز نہیں عمار تو سر سے لے کر پیر تک ایمان سے لبریز ہیں"

حضور ﷺ اقدس عمار سے پوچھتے ہیں۔ اس وقت جب تمہاری زبان سے کلمات کفر ادا ہوئے تمہارے دل کا کیا حال تھا۔ عمار نے عرض کیا "**مطمئنا بالایمان**" دل ایمان سے مطمئن تھا۔ اس وقت یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی اور آقا نے عمار کے اپنے غلام پارہ کے اشک ندامت اپنے دست مبارک سے پونچھے (تفسیر مظہری)

ہمشیرہ فاروق اعظم کی اسلامی عزیمت

امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے مدارج کے حوالے سے تحریر فرمایا۔ ابوجہل لعین نے معاذ اللہ حضور ﷺ کو شہید کروانے کے لئے انعام کا اعلان کیا اور عمر ننگی تلوار لے کر گھر سے نکلے۔ ادھر رب تعالیٰ نے قسم فرمائی کہ اب یہ تلوار اس وقت تک نیام میں نہ جائے گی جب تک عمر خود کفار کو قتل نہ کریں۔ عمر کو راہ میں نعیم بن عبداللہ صحابی ملے اور کہا تم پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو بعد میں کچھ اور کرنا۔ وہیں سے پلٹ کر بہن بہنوئی کے گھر آئے انہیں حضرت خباب سورۃ طٰہٰ کی تعلیم دے رہے تھے۔ عمر کی آہٹ سن کر حضرت جناب خباب کوٹھری میں جا چھپے۔ بہن

سے پوچھا کیا تو آبائی دین سے پھر گئی۔ جناب میں صاحبہ جنہوں نے برملا اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ اور بالآخر آیات قرآنی سن کر عمر کا دل بھی نور ایمان سے جگمگا اٹھا اور انہوں نے دار ارقم کے اندر خدمت رسول میں پہنچ کر کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ امام احمد رضا قدس سرہ حضرت عمر کی ہمشیرہ کی جرات ایمانی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"اسلام میں رافضیوں کا سا تقیہ کہاں؟ (بہن نے) صاف کہہ دیا۔ میں نے سچا دین اسلام قبول کر لیا (الملفوظ امام احمد رضا قادری ج 3 ص 56)

شیعہ مذہب میں تقیہ کی اہمیت

تقیہ اہل تشیع کے نزدیک ایک نہایت بنیادی عبادت کی حیثیت رکھتا ہے اور ان حضرات کے خیال میں دنیا کے اندر کئی مقدس شخصیات نے تقیہ کیا ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی اور ان کے چار سچے ساتھیوں نے خلفائے ثلاثہ یعنی سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی بیعت تقیہ کے طور پر کی تھی۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ

"سوائے علی کے اور ہمارے ان چاروں حضرات کے امت میں سے کسی نے ابوبکر کی بیعت جبر و اکراہ سے مجبور ہو کر نہیں کی۔"

اور اسی کتاب میں ایک نہایت ناشائستہ روایت بھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر انہیں ان کے گھر سے گھسیٹتے ہوئے لایا گیا۔ وہاں کچھ صحابہ تلواریں سونتے کھڑے تھے اور عمر نے دھمکایا کہ بیعت کرو ورنہ گردن سے اڑا دوں گا۔ اس وجہ سے حضرت علی نے مجبوراً بیعت کی (احتجاج الطبرسی ص 47-48)

گویا حضرت اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت خوف یا دھوکہ دہی کے طور پر کی تھی اور صرف انہوں نے ہی نہیں بلکہ تمام شیعہ اماموں نے اپنے اپنے دور کی ظالم حکومت کے ساتھ ایسا ہی طریقہ اپنا رکھا۔ ایرانی انقلاب کے بانی جناب خمینی صاحب

کے جانشین جناب علی خامنہ ای نے ایک طویل مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے۔

ہمارے ائمہ اور سیاسی جدوجہد

اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان حضرات ائمہ کی گویا پوری زندگی اسی دوڑ دھوپ میں منہمک رہی کہ کس وقت حکومت وقت کے ہاتھ سے اقتدار کو چھین لیں اور تخت حکومت پر قبضہ کر لیں۔ ہم طوالت مضمون کے خوف سے اس مضمون کے حوالوں کو قلم انداز کرتے ہیں، ایک جملہ ہی بطور نمونہ از بس ہے۔

"اگرچہ جب تک ہارون جیتے جی حیات رہا امام کاظم کو بھی خاموشی اور تقیہ کی زندگی بسر کرنی پڑی مگر پھر بھی آپ کی جدوجہد اور سیاسی مہم جاری رہتی ہے" (مقالہ ہمارے ائمہ اور سیاسی جدوجہد، تجلی، جلد 43، شمارہ 8، ص 117)

شیعہ اصول فقہ میں بھی تقیہ کا لحاظ

تقیہ ان کے رگ و پے میں اس قدر رچا بسا ہوا ہے کہ اپنی فقہ کے سلسلے میں انہوں نے جو اصول فقہ ترتیب دیئے ہیں اس میں سنت تقریری کی بحث میں بھی اس بات کو شامل کرتے ہیں کہ معصومین (واضح رہے کہ ان کے نزدیک انبیاء کی طرح ائمہ بھی معصوم ہیں بلکہ ائمہ کو انبیاء سے بھی زیادہ افضل کہتے ہیں اور رسول خدا ﷺ کی طرح تمام ائمہ کے اعمال و اقوال کو بھی سنت کہتے ہیں اور ائمہ کے قول و فعل نیز ان کے سامنے کیا جانے والا ہر وہ کام جس کو انہوں نے دیکھا اور اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہو شریعت کا ماخذ ہے) کی خاموشی کہیں بطور تقیہ نہ ہو۔ چنانچہ مصادر فقہ کے تحت جناب سید مصطفیٰ محقق داماد شیعی ایرانی مجتہد نے سنت تقریری کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ معصوم کی تقریر یا تصدیق کے لئے دو شرطیں لازم ہیں۔

"پہلی یہ کہ معصوم کو کامل طور سے فعل کی انجام دہی کی اطلاع رہی ہو یعنی وہ فعل مکمل طور سے امام کی موجودگی میں اور ان کے سامنے انجام پایا ہو"

دوسری یہ کہ امام کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے کوئی رکاوٹ موجود نہ ہو۔
یعنی امام قتل کے واقع ہونے کے وقت یا جگہ کے لحاظ سے خود عمل یا اس کے طریقہ سے
میں اظہار نظر کے لئے کوئی مانع نہ رکھتے ہوں۔ اس جگہ مختصری وضاحت ضروری ہے۔ جیسا
کہ آپ جانتے ہیں۔ ائمہ علیہم السلام اور ان کے جملہ احباب بادشاہ ظالم حکام و سلاطین کی
طرف سے ہمیشہ جاسوسوں کے زیر نظر رہے اور بنیاد اسلام کی حفاظت نیز قتل و غارت شیعوں کی
بچاؤ کے لئے اکثر اس میں مصلحت تھی کہ خود کو ساکت و پنہاں کئے رہیں۔ جس کے مشہور
مظاہر میں سے ایک تقیہ ہے چونکہ غاصب اور ستمگر خلفاء زیادہ تر شیعوں کی نقل و حرکت معلوم
کرنے کے لئے ائمہ علیہم السلام کے اردگرد جاسوس معین کرتے تھے اور یہ حضرات بھی اس
بات سے واقف تھے لہذا شیعی اقدامات کے پوشیدہ رکھنے کے خیال سے مجبوراً مختلف
راہوں اور احتیاط کے گوناگوں طریقوں سے استفادہ کرتے ہوئے اکثر شرعی معیارات
کے بیان کرنے کا موقع اور امکان نہ رکھتے ہوئے سکوت اور خاموشی کو ترجیح دیتے تھے۔
لہذا تقریر معصوم کے مطالعہ اور اس کی وقعت و حیثیت جاننے کے لئے ہمیشہ یہ بات دھیان
میں رکھنی چاہئے (مجلہ نور علم قم ایران ج 3 شمارہ 6، ص 148-149)

علی خامنہ ای خمینی اور روایت تقیہ

نائب خمینی جناب علی خامنہ ای لکھتے ہیں۔

"اصل میں تقیہ کا مورد اور عنوان سمجھنے کے لئے لازم ہے کہ وہ تمام روایات جو کتمان
اور پردہ داری نیز خفیہ سرگرمیوں سے متعلق ہیں۔ ان کی چھان بین کی جائے تاکہ ایک
طرف تو ائمہ علیہم السلام کے اس ادوار اور ہدف کے پیش نظر جن کا گزشتہ صفحات میں ذکر کیا
جا چکا ہے۔ (یعنی کسی طور پر سیاسی غلبہ) اور دوسری طرف خلفاء کے زمانہ کے اس شدید
ردعمل کے پیش نظر جو ائمہ علیہم السلام اور ان کے اصحاب کی سرگرمی اور سیاسی فعالیت کے
خلاف ظاہر ہوتا ہے تاکہ تقیہ کا صحیح اور حقیقی مفہوم سمجھا جا سکے (ہمارے ائمہ، مجلہ نور علم ج 4

شمارہ 6، ص 128)

ان شیعہ حضرات کا کوئی عمل تقیہ سے خالی نہیں ہوتا۔ حتی کہ ان کی عبادات میں بھی تقیہ
ہر جگہ گھسا پڑا ہے۔ اب افضل عبادات نماز ہی کو لے لیجئے۔ خود کی اس عظیم ترین عبادت
میں بھی انہوں نے تقیہ کے مسائل اور اس کے فضائل اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔

"جو شیعہ کسی غیر شیعہ کے ساتھ جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھتے ہیں اور اپنی
شیعیت کو پوشیدہ رکھتے ہیں ان کے اس تقیہ کی وجہ سے ان کو پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے
(من لا یحضرہ الفقیہ ج 1 ص 127)

شیعی روایت تقیہ کے مصنف جناب خمینی صاحب اپنی کتاب "تحریر الوسیلہ" میں نماز
کے اندر تقیہ کے مسائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"دوسری چیز جو نماز کو باطل کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا
جائے جس طرح ہم شیعوں کے علاوہ دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ ہاں تقیہ کی حالت میں ایسا
کرنے میں کوئی حرج نہیں (تحریر الوسیلہ، خمینی ج 1 ص 186)

اسی طرح آگے لکھا ہے۔

نویں چیز جس سے نماز باطل ہوتی ہے وہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین کہنا ہے۔ البتہ
تقیہ کے طور پر کہنے میں کوئی حرج نہیں (تحریر الوسیلہ، خمینی ج 1 ص 190)

شیعہ کتب حدیث اور تقیہ

تقیہ اہل تشیع کے نزدیک جب اتنا اہم کام ہے تو اس کا سراغ کتاب و سنت میں بھی
لگنا چاہئے چونکہ اس چیز کا تعلق اسلام سے بالکل نہیں اس لئے مسلمان جسے کتاب و سنت
(قرآن اور حدیث) کہتے ہیں ان میں تو واقعی یہ تقیہ کہیں نہیں ملتا۔ البتہ اہل تشیع کی اپنی
حدیثوں میں اس کے لئے کافی مواد موجود ہے۔ قرآن کے بعد ان کے نزدیک جو صحیح ترین
کتاب ہے۔ اس کے اندر تقیہ کا ایک مستقل باب موجود ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر
روایات کے صرف ترجمے ہی نذر قارئین کرتے ہیں۔

"ابو عمیر اعجمی سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابو عمیر! دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں۔ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ اور جس نے تقیہ نہیں کیا اس کا دین ہی نہیں" (اصول کافی ص 482)

حبیب بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد (امام باقر) سے سنا وہ فرماتے تھے۔ روئے زمین پر کوئی شے مجھ کو تقیہ سے زیادہ پسند نہیں۔ اے حبیب جو شخص تقیہ کرے گا اللہ اس کو عظمت سے نوازے گا۔ اور جو تقیہ نہیں کرے گا اللہ اس کو ذلت میں گرا دے گا (اصول کافی ص483)

"ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام نے فرمایا تقیہ میرا دین ہے اور میرے آباؤ کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا اس کا ایمان ہی نہیں ہے (اصول کافی ص484)

اسی کتاب میں زرارہ سے مروی ہے وہ امام ابو جعفر (باقر) سے نقل کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ تقیہ ہر ضرورت کے لئے کافی ہے۔ صاحب تقیہ خود اپنی ضرورت کا زیادہ علم رکھتا ہے (اصول کافی ص484)

اصول کافی کتاب العلم میں زرارہ بن اعین کی روایت ہے۔ انھوں نے کہا "میں نے امام باقر سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے مجھے مسئلہ کا جواب دیا۔ اس کے بعد اسی وقت ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی امام سے وہی مسئلہ پوچھا تو انھوں نے اس کو کچھ دوسرا جواب دیا پھر ایک اور آدمی نے بھی آ کر وہی مسئلہ پوچھا تو امام نے اس کو (ان دونوں جوابوں سے) مختلف جواب دیا۔ پھر جب لوگ چلے گئے تو میں نے امام سے عرض کیا۔ اے فرزند رسول! عراق کے دو باشندے جو شیعان اہل بیت میں سے تھے۔ وہ آئے اور ان دونوں نے آپ سے ایک ہی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے دونوں کو دو مختلف جواب دیئے۔ (ایسا کیوں؟) تو حضرت امام نے فرمایا۔ اے زرارہ! اسی میں ہماری اور تمہاری خیر و بقاء ہے اور اگر تم تمام لوگوں کا مسلک ایک ہو گیا تو لوگ تمہیں ہم سے تعلق کے معاملے میں سچا سمجھیں گے اور اس میں ہم سب کی بقاء کو خطرہ ہے۔ اس کے بعد زرارہ نے کہا کہ میں نے

ایک بار امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ آپ کے شیعہ ایسے باوفا ہیں کہ اگر انکو نیزوں کے اوپر یا آگ میں کودنے کو کہا جائے تو وہ ایسا کر دیں گے۔ لیکن جب وہ آپ لوگوں کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو ان میں باہم اختلاف ہوتا ہے۔ زرارہ نے کہا کہ امام جعفر صادق نے میری اس بات کا وہی جواب دیا جو جواب ان کے والد امام باقر نے مجھے دیا تھا (اصول کافی ص 37)

اس روایت سے یہ پتہ چلا کہ یہ ائمہ تقیہ کے طور پر دینی مسائل بھی غلط بتاتے تھے (العیاذ باللہ)

شیعی حدیث میں بطور تقیہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کی مثال

ابان بن تغلب کی روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میرے والد (امام باقر) دور بنو امیہ میں تقیہ کے طور پر یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کوئی باز و شاہین کا شکار کرے اور وہ (بغیر ذبح) مر جائے تو وہ حلال ہے۔ اور میں تقیہ نہیں کرتا تو کہتا ہوں کہ وہ حرام ہے۔ (فروع کافی ج 2 ص 80)

فروع کافی میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی ذات جرات و حق گوئی خلوص و للہیت اور صبر و عزیمت کی شاہکار ہے۔ ان کی جانب ایک نہایت بزدلانہ بلکہ منافقانہ روایت منسوب ہے۔

عامر بن سمط امام جعفر صادق سے راوی۔ انھوں نے بیان کیا کہ منافقین میں سے ایک آدمی مر گیا۔ تو حسین بن علی علیہما السلام گھر سے باہر نکلے اور جنازہ کے ہمراہ چلے تاکہ شرکت کریں۔ تو ان کا ایک غلام سامنے آ گیا (جو میت کی منافقت کی وجہ سے شریک جنازہ نہیں ہونا چاہتا تھا) انھوں نے غلام سے فرمایا۔ اے فلاں تو کدھر جا رہا ہے۔ اس نے عرض کیا میں اس منافق کے جنازہ سے بھاگنا چاہتا ہوں۔ امام حسین نے اس سے فرمایا۔ تم نماز میں میرے دائیں کھڑے ہو جاؤ اور جو مجھے کہتے ہوئے سنو تم بھی کہو (اس کے بعد امام جعفر کہتے ہیں) جب ولی میت نے نماز جنازہ شروع کی اور تکبیر کی تو امام حسین نے بھی تکبیر کی۔

اس کے بعد کہا۔ اے اللہ! اپنے اس بندے پر ایک ہزار لعنتیں کر جو تواتر مسلسل ہوں' متفرق نہ ہوں' اور اے اللہ! اسے اپنے بندوں میں ذلیل کر اور اسے نار جہنم میں پہنچا اور عذاب سخت کا مزا چکھا۔ یہ شخص تیرے دشمنوں سے دوستی کرتا تھا اور تیرے دوستوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اور اہل بیت نبی سے بغض رکھتا تھا (فروع کافی ج 1 ص 99 - 100)

شیعوں کی معتبر کتاب تہذیب میں ہے کہ کسی مخالف ولایت کے جنازے کو غسل دے اور نماز پڑھے تو چاہئے کہ اسے اہل خلاف کی طرح غسل دے۔ اس کے ساتھ جو پڑھے اور نماز پڑھے تو دعا کی جگہ اس پر لعنت کرے (تہذیب ج 1 ص 96)

فروع کافی میں اس کے بعد ایسی ہی روایتیں حضرت امام زین العابدین اور سیدنا امام جعفر صادق سے بھی منسوب کی گئی ہیں۔

ہر سلیم الفطرت فکر خود فیصلہ کرے

یہ اور اس قسم کی دوسری روایات کے ہوتے ہوئے دھوکہ دہی' فریب کاری' مکاری و عیاری اور منافقت کا بھی کوئی مفہوم باقی رہ جاتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا الفاظ اپنے اندر کوئی حقیقی معنی و مفہوم رکھتے ہیں تو حضرات شیعہ کے نزدیک جسے تقیہ کہا جاتا ہے اور جس کی مثالیں ان کی اصح کتب بعد کتاب اللہ اور دیگر دستاویزی مآخذ میں موجود ہیں۔ صرف ان کا ایک تقیہ اپنے اندر مکر و فریب' دجل و دغل اور دورخاپن اور منافقت کی تمام غلیظ ترین شاخوں کو لئے ہوئے ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی ذرا بھر ایمان رکھنے والا انسان بھی ان روایات کو خانوادہ نبوت کے مقدس فرزندوں کی طرف منسوب کر سکتا ہے؟ شیعیت کی پوری تاریخ اور تحریک کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایک وسیع النظر فکر جس نتیجہ پر پہنچتی ہے وہ یہ ہے کہ تقیہ بھی اس فرقے کو رواج دینے والوں کی ایک لازمی ضرورت تھی۔ ایک ایسا تیر بہدف نسخہ جو شیر خدا مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لے کر اہل تشیع کی تمام مقدس شخصیات کو اپنے خود ساختہ سانچے میں فٹ کر سکے۔ جیسا کہ مرحوم جناب خمینی صاحب کے لیے

میں کہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ تقیہ بانیان فرقہ شیعہ کا ایسا فولادی حربہ ہے جس نے اسد اللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی جلالت مآب' سراپا شجاعت' بے باک' نڈر' حق گو' حق شعار نسل پاک پر صدہا سال تک حق پوشی' منافقت' دورخاپن اور خلاف ضمیر زندگی گزارنے کا الزام لگایا ہے (العیاذ باللہ)

سورۃ آل عمران کی آیت مبارکہ

"نہ بنائیں مومن کافروں کو اپنا دوست مومنوں کو چھوڑ کر اور جس نے کیا یہ کام نہیں ہے! اللہ سے (اس کا) کوئی تعلق۔ مگر اس حالت میں کہ تم کرنا چاہو ان سے اپنا بچاؤ (سورہ آل عمران آیت 28)

اور یہ ہے ہمارا بے داغ آئینہ

لفظ "تقیہ" کی مفسرین اسلام نے جو تشریح کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے

"اگر مسلمان کفار کے نرغے میں آ جائے اور اسے اپنے قتل ہو جانے' مال چھن جانے اور ناموس لٹ جانے کا قوی اندیشہ ہو تو اس بے بسی کے عالم میں وہ ایسی بات کہہ لے جس سے وہ کفار کے شر سے محفوظ رہے"

اس عالم خوف و خطر میں اسے یہ اجازت ہرگز نہیں کہ وہ ایسا فعل کرے یا ایسی بات کہے جس سے دوسرے مسلمان کو ایسا ضرر پہنچے جس کی تلافی نہ ہو سکے۔ مثلاً کفار اس سے اگر کسی مسلمان کو قتل کرنے' زنا کرنے' کسی پاک دامن عورت پر بہتان لگانے یا کفار کو مسلمانوں کے راز بتانے پر مجبور کریں تو اس مسلمان کو اس امر کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ان کاموں میں سے کوئی کام کرے۔

اگر وہ اپنی جان بچانے کے لئے زبان پر کلمہ کفر لائے (جس طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کیا) اور اس کا دل مطمئن ہو تو اسے ایسا کرنے کی رخصت تو ہے لیکن اس کا ایمان پر ڈٹے رہنا اور اپنی جان دے دینا بہت افضل ہے۔

عصر حاضر کے اسلامی مفکر جسٹس پیر کرم شاہ الازہری اہل تشیع کی تقیہ کے حق میں دلیلوں

کا جائزہ لینے کے بعد اسلامی قانون میں جس حیلہ کو حلال کیا گیا ہے اور جو عزیمت کے مقابلہ میں محض ایک رخصت ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اس چیز کو اس تقیہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے جو مذہب شیعہ کا اصل عظیم ہے اور بڑا کار ثواب ہے۔ جس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے وہ یہاں تک کہہ جاتے ہیں اگرچہ خلفائے ثلاثہ نے قرآن کی تحریف کر دی۔ احکام شریعت کو بدل ڈالا۔ سنت رسولؐ کو مٹا دیا لیکن حضرت علی نے تقیہ پر عمل کیا اور وہ خاموش رہے بلکہ کاروبار حکومت میں ان کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ ان کے مال غنیمت سے اپنا حصہ قبول کرتے رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے۔

استغفر اللہ! شاہ مرداں شیر یزداں علیہ ہزار افضل التحیات واکمل الرضوان کی ذات مقدس پر کتنا پاک بہتان ہے (ایسی بہتان تراشی پر ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں)

اب آپ تحری تقیہ اور تحرام پر تفصیلی مضمون ملاحظہ کیجئے۔

چنانچہ علامہ سید احمد القادری مدظلہ العالی یوں رقمطراز ہیں۔

تحری تقیہ اور تحرام

ہزار جانِ قلبہاں فدائے نام علی
علی امام منست و منم غلام علی

حضرت داتا گنج بخش ابو الحسن سید علی بن عثمان ہجویری علیہ الرحمہ کشف المحجوب میں صوفیائے اسلام کے امام و مقتدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

اور انہی (اہل اللہ) میں برادر مصطفےٰ غریق بحر بلا حریق نار ولا مقتدائے اولیاء واصفیاء ابو الحسن علی بن ابی طالب شیر خدا کرم اللہ وجہہ ہیں۔ ان کی شان جادۂ طریقت میں بڑی ارفع واعلیٰ اور بیان حقیقت میں ان کی باریک بینی بہت بلند ہے۔ آپ کا اصول حقائق میں خاص حصہ تھا۔ حتیٰ کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان کی شان میں فرماتے ہیں۔

شیخنا فی الاصول والبلاء علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی اصول حقیقت اور راضی برضائے الٰہی کے ماہر ہمارے شیخ و امام حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں۔ گویا صاف فرما رہے ہیں کہ علم معاملات طریقت میں ہمارے امام حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اور اصول اصطلاح صوفیہ میں علم تصوف طریقت کو کہتے ہیں اور طریقت میں عمل جو خاص ہے وہ بلاؤں کا برداشت کرنا ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوا کہ یا امیر المومنین مجھے ہدایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اپنی مشغولیت کو بیوی بچوں کی محبت کے ساتھ نہ لگا۔ اس لئے کہ اگر وہ اولیاء اللہ سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو خراب اور ضائع نہیں کرتا اور اگر دشمن خدا ہوئے تو دشمنان خدا کے لئے غم خواری و ہمدردی کیوں؟

یہ مسئلہ انقطاع ماسوی اللہ سے متعلق ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس طرح چاہے رکھتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دختر نیک اختر کو سخت حالت میں چھوڑ دیا اور سپرد خدا کر دیا یا ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ کو اسماعیل علیہ السلام کے ہمراہ لے جا کر ایسے ویرانے میں چھوڑا جہاں کوئی زراعت بھی نہیں تھی۔ بواد غیر ذی زرع

جس کی شان میں ارشاد باری ہے اور خدا کے سپرد کر دیا اور ان میں اپنے کو مشغول نہ کیا اور اپنا دل اپنے رب حقیقی کی جانب رجوع کر لیا۔ حتیٰ کہ ان دونوں کی مراد دو جہاں میں پوری ہوئی۔ باوجود اس کے کہ بظاہر انہیں نامرادی کی حالت میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ مگر وہ اپنے سب کا سب اپنے رب عزوجل کے سپرد کئے ہوئے تھے۔

اسی قسم کی بات وہ ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک پوچھنے والے کو فرمائی۔ جب کہ آپ سے اس نے سوال کیا کہ پاکیزہ ترین عمل کیا ہے۔ فرمایا غنا القلب باللہ۔ اللہ تعالیٰ کے تقرب کے ساتھ دل کا ہر شے سے مستغنی ہو جانا۔ حتیٰ کہ دنیا کے نہ ہونے سے فقیر نہ ہو۔

اور مال کی کثرت سے مسرور نہ ہو۔ اس قول کی حقیقت اسی فقر و صفوت کی طرف جاتی ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

تو اہل طریقت حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی پوری حقائق عبارات و دقائق ارشادات نہیں کر سکتے ہیں اور تجرید علوم و دنیا و آخرت سے حاصل کرنے اور نظارۂ تقدیر حق میں رہنے بھی انہی کی اطاعت کے ماتحت ہے اور لطائف کلام میں آپ کے معانی اس قدر ہیں کہ ان کی گنتی ممکن نہیں ہو سکتی (کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش ابوالحسن سید علی ہجویری علیہ الرحمہ صفحہ ۱۰۵)

جو عرفان و حقائق کا گنج گراں مایہ تقسیم فرمانے والا ہو، جو مدینہ علم نبوی کا باب عالی ہو، صداقت و حقانیت کے انوار جس کے ارشادات و کنایات سے پھوٹتے ہوں۔ اس کی اس عالی ہمتی پر کتنی عظیم تہمت ہے کہ انہوں نے حق کو چھپا کر سالہا سال خلفاء ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) کا ساتھ دیا۔ یہ نہ کسی محب علی کا خیال ہو سکتا ہے اور نہ کسی غلام مرتضیٰ کا عقیدہ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو خود حق سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنے پیشرؤوں کی بیعت کی اور ان کے مشیر و معاون بن کر رہے۔ تا آنکہ خود ان کی خلافت کا زمانہ آ گیا۔

بعد شیران جہاں بست ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

امام تقویٰ اور تقیہ

امام متقیان حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور اہل بیت کے اتقاء کی پامالی کا بہانہ تراش کر اہل تشیع بعد انبیاء روئے زمین کی مقدس ہستیوں کو نشانہ طعن بناتے اور اپنا ایمان خراب کرتے ہیں۔ میں ان کے سامنے خود فرمان مرتضوی سے ثبوت لاتا ہوں کہ آقا حضور ﷺ اور ان کی پاک اولاد سے کہ ان باتوں کو خواب و خیال بھی نہیں تھا اہل تشیع جن کے مدعی ہیں۔

زہد کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

الزہد کلہ بین کلمتین من القرآن قال اللہ سبحانہ لکیلا تاسوا علی مافاتکم و لا تفرحوا بما اتاکم و من لم یاس علی الماضی و لا یفرح بالآتی فقد اخذ بالزہد بطرفیہ (نہج البلاغہ)

مکمل زہد قرآن کے دو کلموں میں جمع ہے۔ ارشاد رب العالمین ہے جو چیز تمہارے ہاتھوں سے جاتی رہے اس پر افسوس نہ کرو۔ اور جو چیز اللہ تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں جو شخص جانے والی شے پر افسوس نہیں کرتا اور آنے والی پر نہیں اتراتا۔ اس نے دونوں طرفوں سے زہد کو پا لیا"

ہم تم سب اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا علی مرتضیٰ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنتی مردوں اور جنتی عورتوں کے سردار اور زہد و ورع کی علامت ہیں اور زہد و ورع انہی دو صاحب سے عبارت ہیں۔ جیسا کہ ابھی اوپر کشف المحجوب کے اقتباس میں حضرت مولائے کائنات رضی اللہ علیہ کا فرمان گزرا۔

اور کیا کوئی ذی شعور اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ خود حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ تعلیم تقویٰ میں ہی ہار گئے۔

☆ یہ (تقویٰ) کا لباس ہے اور خدا کی مضبوط زرہ اور محکم ڈھال ہے۔
(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۷)

اور باوجود اس کے کہ وہ اسد اللہ الغالب ہیں۔ انہوں نے اپنے حق خلافت کو جانتے بوجھتے اس کے لئے جہاد نہیں کیا۔ نیز تقویٰ کے باب میں جنہوں نے ارشاد فرمایا۔

☆ جس نے اپنے دل کو تقویٰ شعار بنا لیا۔ وہ بھلائیوں میں سبقت لے گیا اور اس کا عمل بار آور ہوا۔ لہذا تقویٰ کو اپنانے کے لئے فرصت کو غنیمت سمجھو اور حصول جنت کے لئے نیک اعمال کرو

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۳۰)

☆ تقویٰ کی راہ جو مضبوط رسی، مستحکم دستگیر، مضبوط قلعہ اور پناہ گاہ ہے (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۹۰)

☆ اے بندگان خدا جان لو کہ تقویٰ مضبوط قلعہ ہے۔ جبکہ برائی اور گناہ کمزور پست اور حوادث کا گھر ہے (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۵۷)

☆ تقویٰ (آج (دنیا) کے لئے ڈھال اور حفاظت ہے اور کل (آخرت کے لئے) جنت کا راستہ ہے (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۵)

☆ زہد و تقویٰ سے مضبوط تر کوئی قلعہ نہیں (نہج البلاغہ کلمات قصار نمبر ۳۷۱)

ایسے معلم زہد و تقویٰ سے یہ امید کہ انہوں نے اپنی عمر شریف میں ایک لمحے کے لئے بھی خلاف حق بات سن کر خاموشی اختیار کی ہوگی یا دل میں کچھ اور رکھ کر زبان سے کچھ اور کہتے رہے ہوں گے۔ آیا یہ کہنا ان کی مدح و ستائش ہے یا توہین و تذلیل (جس کے مرتکب کو ان کا رب بھی معاف نہ کرے) کیونکہ ان کے خالق و مالک نے انہیں دارین میں عزتوں اور کرامتوں سے مالا مال کیا ہے۔

اے دوستداران مولا! وہ مقدس حضرات تو تقویٰ کے بلند مینار ہیں۔ ان کو تقیہ جیسے قبیح، غیر شریفانہ اور منافقانہ عمل سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس لئے کہ تم خود غور کرو تو تقویٰ اور تقیہ میں نور و ظلمت جیسی نسبت ہے جو اہل تقویٰ ہیں ان سے تقیہ منسوب کرنا بھی بدترین جرم ہے۔ جس طرح مشرق و مغرب کے دونوں کنارے نہیں مل سکتے اسی طرح تقویٰ کی رداۓ مقدس پر تقیہ کا داغ نہیں لگ سکتا۔

ستارے غضب ہے جن کے قدم کی خاک میں
عجب الل ہوا ان کو کچھ نہیں سکتے

جن کے عقد میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی شہزادی دی

سیدنا اسد اللہ الغالب کی یہ شان کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عقد میں اپنی اس شہزادی کو دے رہے ہیں جو نور نگاہ فاطمہ زہرا ہیں۔ (رضی اللہ عنہما) مگر اہل تشیع ہیں کہ ان کی بدگوئی سے زبان کو آلودہ کر کے اپنی عبادت سمجھتے ہیں۔ مسلمانان اہل سنت کی کتابوں میں تو یہ بات موجود ہی ہے۔ شیعوں کی کتابیں بھی اس کا ثبوت دیتی ہیں۔ محسن الملک جناب مہدی علی خان تہور جنگ جو بارہم کے شیعی خاندان سے مجتہد وقت تھے اور بعد میں شیعیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے تھے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"روایت نکاح ام کلثوم شیعہ کی کتب احادیث اخبار فقہ اور کلام میں اس کثرت سے مذکور ہے کہ کسی طرح اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور ایسی متواتر خبر کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا کہ تا حیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں رہیں۔ ان سے زید بن عمر خطاب ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور حضرت عمر کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم کا دوسرا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا۔

(آیات بینات محسن الملک نواب مہدی علی خان تہور جنگ ص ۱۹۳)

اس کتاب میں محسن الملک نے نکاح ام کلثوم کے سلسلہ میں شیعوں کی کتب کافی شافی تہذیب، تحفہ، شرائع، مسالک، مواعظ حسنہ، مجالس المومنین، ازالۃ الغین اور مصائب النواصب کے حوالے تفصیل سے دیئے ہیں۔

فروع کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عدت کے ایام خاوند کے گھر پر گزارے یا جہاں مناسب خیال کرے وہاں؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا

تعتد فی بیتها او حیث شاءت ان علیا صلوات الله علیه لما توفی

عمر اتی ام کلثوم فانطلق بها الی بیته (فروع کافی ج۲ ص۳۱۱)

اپنے گھر میں جہاں چاہے عدت گزارے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی شہزادی ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے تھے۔

دور پہلوی کی ایرانی سلطنت میں مجلس شوریٰ کے ایک وزیر تھے ان کا نام مرزا عباس قلی خان تھا۔ انہوں نے شاہ ایران مظفر الدین قاچار کی سرپرستی میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام طراز المذہب مظفری ہے۔ اس کتاب کی جلد اول ص ۱۴۷ سے ص ۱۶۷ تک نہایت تحقیق کے ساتھ شیعوں کی ان معتبر روایات اور علمائے شیعہ کے مستندات جمع کئے گئے ہیں کہ حضرت علی شیر خدا کی شہزادی ام کلثوم حضرت عمر فاروق کے نکاح میں تھیں (رضی اللہ عنہم)

زمین میں غرق کیوں نہیں ہو جاتا

دنیائے شیعیت کے لئے سیدہ ام کلثوم کا حضرت عمر فاروق کے نکاح میں دیا جانا ایسے قلق و کرب، درد اور تکلیف و آزار کی بات ہے کہ تفسیر لکھنے والے حدیثیں نقل کرنے والے شارحین حدیث شیعہ مجتہدین و محققین و مصنفین میں سے شاید کوئی ایسا ہوگا جس نے اس عنوان پر پہنچ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات کو اپنے سب و شتم کا نشانہ نہ بنایا ہوگا۔ ایسی ایسی بکواس ایسی ایسی بدگوئیاں اور گندے الفاظ ان دریدہ دہن قزاقوں نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں کہے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر سنجیدہ انسان کا خون کھول جائے۔

آئیے میں ماضی قریب کے عالم ربانی شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ کے تاثرات چند جملوں میں نقل کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

" اس نکاح کا ثبوت اہل تشیع کی تقریباً ہر کتاب میں موجود ہے مگر جن الفاظ کے ساتھ اہل بیت کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے اس نکاح کا اقرار کیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کوئی ذلیل سے ذلیل انسان بھی اپنے متعلق ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ جن

الفاظ کو اہل بیت نبی ﷺ کے متعلق ان دریدہ دہن قزاقوں نے استعمال کیا ہے۔ کوئی شخص ان الفاظ کو دیکھ کر یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے الفاظ بدترین دشمن ہی منہ سے نکال سکتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اللہ کے محبوبوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرنے والا زمین میں غرق کیوں نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا میں یہ جرأت نہیں کرتا اور اپنی آخرت برباد نہیں کرتا کہ وہ الفاظ لکھوں..... شان حیدری میں کس قدر بکواس اور سب و شتم شیعان علی نے کہے ہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا بدبخت خارجی بھی ان کے حق میں اس قسم کے کلمات لکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ بکواس صرف اس لئے کی گئی کہ آپ نے سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو رشتہ کیوں دیا ہے اور بس (مذہب شیعہ شیخ الاسلام علامہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ)

شیعوں کے یہ مغلظ کلمات اگر کوئی شخص دیکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ ذیل میں مذکور کتابوں کے حوالہ جات دیکھے۔

(فروع کافی جلد ۱ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۴۱ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴)

یہ کیسا تبرا ہے؟

دین و دیانت سرگرمیاں ہیں اور تبرا کی یہ کون سی قسم ہے کہ ان کے عمل و کردار کے سانچے میں اپنی زندگیوں کو سنوارنے اور درست کرنے کے بجائے ان کے حرماں مخالف سے (جو در حقیقت اللہ اور اس کے رسول و اہل بیت کا پیارا ہے) حضرت اسد اللہ الغالب نے اپنی صاحبزادی کا رشتہ کر دیا تو خود ان کی ذات شیعوں کی بدکلامی کا نشانہ بن گئی۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انہوں نے خود کو اقوال نبی و علی اور ائمہ پر استوار نہیں کیا ہے۔ بلکہ اپنے خود ساختہ سانچے میں ان مقدس ہستیوں کو فٹ کرتے رہے ہیں۔ جسے اور چاہے جو نام دیا جائے مگر اسلام ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ تبرا کے نام پر خلفائے ثلاثہ مقدس امہات المومنین اور صحابہ کو سب و شتم کرنا تو ان کے دین کا شعار ہی ٹھہرا اور جو زبانیں بدگوئی اور گالی گلوچ کی عادی ہو ہی گئیں تو کیا فرق کہ جنہیں اپنا دشمن سمجھتے ہیں یا ان پر زبان کھل رہی ہے یا

جن کے قول نے اور عام میں دین وایمان کا سرمایہ لٹا بیٹھے انہیں ملعون کر رہے ہیں (العیاذ باللہ)

تبرا شیعیت کا جزو ہے

پروفیسر رضیہ جعفری تبرا کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

"اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ کی رسالت اور ائمہ معصومین کی امامت کا اقرار اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک ان کے دشمنوں سے بیزاری اور نفرت نہ ہو۔۔۔۔ منافقین اور منکرین اہل بیت سے بیزاری ضروری ہے" ظالم لوگ ملعون ہیں۔ ان سے بیزاری و نفرت واجب ہے (رکن اسلام، پروفیسر رضیہ جعفری، شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ص ۳۱)

تحفۃ العوام میں بنیادی عقائد کے بیان ہے۔

"اہل بیت اور ان کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں اور دشمنوں کے دوستوں سے بیزاری ضروری ہے" (تحفۃ العوام ص ۲۹)

"وفاق علمائے شیعہ" کے اعلامیہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ ان کے دین کی اصولی چیزوں میں تبرا بھی ہے جسے اشتہار میں دسواں نمبر حاصل ہے۔ لکھا ہے۔

"تبرا اہل بیت کے دشمنوں سے دشمنی اور ان کے دشمنوں کے جو دوست ہیں ان سے بھی دشمنی رکھنا تبرا شیعہ مذہب اور فقہ جعفریہ کا اہم ترین جزو ہے" یعنی غیر شیعوں سے نفرت کرنا خواہ وہ کوئی بھی ہو چاہے صحابی تک بھی۔

محب خلفائے راشدین مسلمان ان کی حد میں ہیں لہذا ان کے لئے صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ

"ہم تمام بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کو قادیانیوں کے برابر نجس اور پلید سمجھتے ہیں۔ یہ سب نجس اور پلید ہیں جبکہ شیعہ ہمیشہ پاک ہوتا ہے (وفاق علمائے شیعہ کا اشتہار مجریہ ۲۶ ستمبر ۱۹۸۵ء)

ہم اہل تشیع کے تبرا کو اس سے زیادہ کس طرح واضح کر سکتے ہیں۔ اہل فکر و دانش غور فرمائیں گے تو ان کے بارے میں راقم الحروف کے لکھے ہوئے مضامین ہی باذن اللہ ہدایت کا دروازہ کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ ان کی لیاقت سے لبریز عبارتیں نوک قلم پر لاتے ہوئے کلیجہ تھر تھر کانپتا ہے۔ مگر تقاضا ہے کہ غلاظت کے اس ڈھیر کو کریدنا بھی اپنے مسلمان بھائیوں کی واقفیت اور شیعیت رسم ورواج کا فرق سمجھنے والوں کی ہدایت کے لئے ہے۔ تبرا کا ایک بدترین نمونہ دیکھئے۔ معتبر شیعی مصنف باقر مجلسی کی کتاب "رسالہ رجعیہ" میں امام صاحب الزمان کی طرف منسوب ایک قول توہین صحابہ کے لئے نقل کیا ہے۔

"صحابہ کبار نے یہود کے بتلانے کے مطابق روا اسلامی کے زبان سے پڑھ لئے تھے۔ اس امید میں کہ شاید رسول اللہ ﷺ انہیں حکومت سپرد کردیں۔ ورنہ دلی طور پر یہ کافر ہی تھے (معاذ اللہ استغفر اللہ) (آیات بینات ص ۸۵۔۸۶)

مذہب شیعہ میں اپنے مخالف کو گالی بکنا اس پر بہتان طرازی کرنا باعث ثواب بلندی درجات کا ذریعہ اور سبب ہے۔ ان کی اہم الکتب میں ہے۔

اذا رأیتم اهل الریب والبدع من بعدی فاظهروا البراءة منهم واکثروا من سبهم والقول فیهم والوقیعة و باهتوهم کیلا یطمعوا فی الفساد فی الاسلام ویحذرهم الناس ولا یتعلمون من بدعهم یکتب الله لکم بذلك الحسنات ویرفع لکم به الدرجات فی الآخرة (اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۵۴)

"میرے بعد جب تم شک اور بدعت والوں کو دیکھو تو ان سے بیزاری ظاہر کرو اور انہیں خوب گالیاں دو برا کہو بے عزتی کرو ان پر بہتان باندھو تاکہ وہ اسلام میں طمع فساد نہ کریں۔ لوگ ان سے بچیں اور ان کی بدعت کو نہ سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ان کاموں کے بدلے نیکیاں لکھے گا۔ اور آخرت میں تمہارے درجے بلند کرے گا"

امام جعفر صادق کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے یہ کہا

ان الناس کلهم اولاد بغایا ما خلا شیعتنا (فروع کافی "کتاب الروضہ" ص ۱۳۵)

ہمارے شیعوں کے سوا جتنے لوگ ہیں سب کنجریوں کی اولاد ہیں

ان لوگوں کے نزدیک ان کے مخالفین پر لعنت و نفریں بھیجنا ایک قسم کی عبادت ہے اور یہ اتنی اہم عبادت ہے کہ جناب خمینی صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں ایرانی قوم کو اس کی بھی خاص ہدایت کی ہے۔ لعن و نفرین میں کوئی کسر نہ رکھی جائے۔ سوال یہ ہے کہ اس قسم کی گھٹیا رذیل حرکتیں بھی کیا کسی مذہب کا حصہ ہو سکتی ہیں اور کیا ائمہ کی جانب ایسی باتوں کو منسوب کرنے والوں کی حقیقت اہل نظر سے اب پنہاں بھی؟

سیدنا علی مرتضیٰ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی حق تلفی کے غم میں نڈھال ہونے والوں سے عقل و دیانت بار بار یہ سوال کرتی ہے۔

☆ اصحاب ثلاثہ امیر معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور دیگر مقدس صحابہ نیز مسلمانوں کو منہ بھر بھر کر گالیاں دینے سے کیا حضرت علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے یا تمرائیوں کا کچھ بھلا ہوتا ہے؟

☆ موت کے بعد ہر ظالم و مظلوم احکم الحاکمین کے قانون مکافات کے گھیرے میں خود بخود پہنچ جاتا ہے۔ بالفرض محال اگر ان حضرات میں سے کسی نے کچھ زیادتی کی ہوگی تو رب العالمین خود سب سے زیادہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اگر اس پر یقین ہے تو پھر آپ کے واویلا مچانے سے کیا فائدہ؟

☆ حب علی کے دعویداروں کو کیا خبر نہیں کہ حضرت اسد اللہ الغالب نے جان کے دشمن کو بھی کبھی گالی نہیں دی اور اپنی ذاتی رنجش کی بنیاد پر کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ بلکہ اپنے ماننے والوں کو اس بات سے منع فرمایا۔ آپ ہی کا ارشاد ہے۔

"میں تمہارے لئے اس بات کو برا خیال کرتا ہوں کہ تم گالی دینے والے بنو" (نہج البلاغہ ص ۳۴۳)

مگر صدیوں سے شیعوں نے پاکان امت کو گالی دینے کا جو سلسلہ جاری رکھا ہے یہ کس دین و شریعت اور شرافت و انسانیت کا حصہ ہے۔ ہم انہیں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات ہی پر غور و تامل کی دعوت دیں گے۔

"اے بندہ خدا! کسی گناہ کے سبب کسی کی عیب جوئی نہ کر شاید وہ بخش دیا گیا ہو اور تو اپنے نفس کے صغیرہ گناہ پر بھی بے خوف نہ رہ کہ کیا عجب اسی سبب سے عذاب دیا جائے پس تم میں سے اگر کوئی کسی کے عیب پر مطلع ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے عیب پر نظر کر کے اس کی عیب جوئی سے باز رہے (نہج البلاغہ ص ۳۷۷)

نیز فرمایا "تقویٰ اختیار کر اس شخص کی طرح کہ جب سنتا ہے تو فوراً اپنی ذمہ داری کا احساس کرتا ہے۔ اور جب کوتاہی کرتا ہے تو فوراً اپنی غلطی مان لیتا ہے اور جب خدا سے ڈرتا ہے تو اطاعت بجا لاتا ہے اور جب یقین حاصل کرتا ہے تو نیکی کرتا ہے اور جب اسے درس دیا جاتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے اور جب نافرمانی سے روکا جاتا ہے تو رک جاتا ہے۔ اللہ کی دعوت کو سن کر اس کی جانب پلٹتا ہے تو توبہ کر کے پلٹتا ہے۔ جب اولیاء اللہ کی پیروی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے قدم بڑھاتا ہے۔ جب اسے دکھایا جاتا ہے تو طلب حق کے لئے سرگرم عمل ہو جاتا ہے اور نافرمانی اور گناہ سے دوری اختیار کرتا ہے۔ دنیا میں رہ کر آخرت کا ذخیرہ کرتا ہے۔ اپنے نفس کو پاک اور آخرت کو آباد کرتا ہے۔ سفر آخرت کے لئے زاد راہ فراہم کرتا ہے اور جانے سے پہلے اسے اپنی ابدی اقامت گاہ کی طرف بھیج دیا جاتا ہے (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۸۲)

معیار صداقت

اللہ کے نیک اور صالح بندے جو یقیناً مومنین کاملین ہی ہیں وہ بصارت ظاہری کے ساتھ ساتھ بصیرت باطنی سے بھی آراستہ ہوتے ہیں۔ آنکھ موند کر ہر قسم کی شے کو قبول

کرلینا مسلمان کا شیوہ نہیں۔ بلکہ ہر بات کو ایمان و اسلام کے معیار پر پرکھنا پھر قبول کرنا بندگان حق کا خاصہ ہے۔ ارشاد رب العالمین ہے۔

والذین اذا ذکروا بآیات ربہم لم یخروا علیہا صما وعمیانا

(سورہ الفرقان آیت ۷۳)

(اور رحمٰن کے وہ بندے) کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

شیعیت نہ اسلام ہے اور نہ اسلام شیعیت بلکہ شیعیت اپنے چند مہلک عقائد و خیالات کی بنا پر اسلام کو فنا کرنے اور اس کی تعلیمات کو مسخ کرنے کی ایک سازش ہے۔ ائمہ کرام اور اکابرین امت کے نام کا لیبل لگا کر لادینیت اور بدعقیدگی کی ایک ایسی سیریز ہے جو قدم بقدم پر قرآن اور فرامین رسول انام سے متصادم ہوتی ہے۔ اس لئے اس دور پر فتن میں مسلمانوں کو تمام گمراہ فرقوں کی طرح رفض اور شیعیت کے زہرناک ذہن سے بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ ہم تمام مسلمانان اہل سنت تو انبیاء کی عصمت صحابہ کی عدالت اور اولیاء اللہ کی محفوظیت کے قائل ہیں۔ ہمارے دین میں صلحاء اور محبان حق سے سوء ظن کا تصور بھی نہیں پایا جاتا۔

ایک ایمان افروز بات فرمائی سیدی امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے جو اہل محبت کے حرز جان بنانے کے قابل ہے۔

محبان خدا اولیاء گناہ کرتے ہی نہیں **ان المحب لمن یحب مطیع ہذا ما اختارہ سیدنا الوالد رضی اللہ تعالیٰ** اور احیانا اگر کوئی تقصیر واقع ہو تو اعتذار الٰہی انہیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے کہ **التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ** اس حدیث کا کلیہ ہو **ہذا ما مشی علیہ المناوی فی التیسیر** اور بالفرض ایسا بھی دوسرے طور پر تجلی شان عفو و مغفرت و اظہار مکان و محبوبیت پر نافذ ہو تو محو مطلق و ارشاد اہل حق سامنے موجود تحریر ہے بحمد اللہ تعالیٰ ہر طرح معفو ذنب بحمد اللہ الکریم الودود

ونیز امام ... جنبل الحمود (المعانی المنتجب فی الفتاوی الرضویہ جزء اول ص ۴۱۰ مطبوعہ رام پور)

اور یہ جسارت بھی ان پاکان امت کے حق میں جو رفقائے نبی اور طبیب امراض قلبی ہیں۔ حاشا و کلا

روض الریاحین میں امام ابو محمد عبداللہ بن اسعد یمنی یافعی نقل فرماتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک کوچہ سے گزر فرما رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک مقام پر لوگوں کی بھیڑ لگی ہے۔ لوگ گردنیں بلند کر کر کے کسی کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ نے خیال کیا کہ آخر یہ کون شخص ہے۔ آپ بھی وہاں گئے۔ جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان شخص عزت و وقار سے کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور لوگ اس کو نبض دکھا رہے ہیں۔ کچھ لوگ قارورے کی شیشیاں لئے کھڑے ہیں۔ وہ لوگوں کے امراض کی تشخیص کرتا جاتا ہے اور نسخے تجویز کرتا جاتا ہے۔ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے قریب جا کر اس سے دریافت کیا "کیا آپ کے پاس مرض عصیاں کے مرض کا بھی کوئی نسخہ ہے؟" طبیب نے سن کر سر جھکا لیا۔ اور کچھ دیر اسی طرح رہا۔ آپ نے دوبارہ وہی سوال دہرایا۔ جواب ندارد۔ جب آپ نے اپنا سوال سہ بارہ دہرایا تو نوجوان نے سر اٹھایا اور گویا ہوا۔ جناب والا! اس مرض کے علاج کے لئے پہلے بوستان ایمان میں جائیں اور وہاں سے یہ مفردات اکٹھا کریں۔ بیج نیت، حب عبادت، برگ تدبر، تخم ورع، ثمر فقہ، شاخ یقین، مغز اخلاص، قشر اجتہاد، بیخ توکل، اکمال اعتبار، تریاق تواضع، خشوع قلب اور فہم کامل۔ ان تمام کو کف توفیق اور انگشتان تصدیق سے پکڑیں پھر طبق تحقیق میں رکھ کر اشکہائے ندامت سے دھوئیں۔ اس کے بعد امید و رجا کی دیگ میں رکھیں اور اس قدر آتش شوق کی آنچ دیں کہ کف حکمت ابل کر اوپر آ جائے پھر اسے رضا کے پیالے میں انڈیل کر استغفار کے پنکھے سے ٹھنڈا کریں۔ اس طرح ایک لاجواب شربت تیار ہو جائے گا۔ اس شربت کو ایسی جگہ بیٹھ کر استعمال کریں جہاں اللہ کے سوا کوئی نہ دیکھے۔ ان شاء اللہ مرض عصیاں رفع ہو جائے گا۔ نوجوان طبیب نے اتنا کہا اور ایک

فرومستانہ دل کی گہرائیوں سے مار کر جاں بحق ہو گیا۔ مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ واقعی تو جسم و روح دونوں کا خبیث تھا۔

سوال یہ ہے کہ جس دور مبارک میں عام مسلمانوں کے خلوص ایمان کا یہ حال ہو اس دور کے اکابر امت مسلمہ کے علوئے شان کا کیا حال رہا ہوگا۔ اور ان کی پاکیزہ زندگیوں کو حرصیان دنیا کے پیالے میں فٹ کرنا سوائے ان اسلام کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے؟

شیخ حمود بن عبد اللہ حمود تویجری حریدہ رقم طراز ہے (اسلام اور تبلیغی مذہب)

ولقد صدق من قال' ان یهود هذه الامة هم الشيعة' وان يهود اهل السنة هم المقلدون الجامدون" وخاصة امثال هؤلاء التبليغيين الذين ينتصرون للجهل والتقليد الجامد وعبادة الكبراء وتعظيم والخضوع لهم' ويروجون البدعة في المسلمين' ويوجبون على المسلمين مالم يوجبه الله ويشرعون لهم مالم يشرعه الله ورسوله (القول البلیغ ص20)

ترجمہ: ان حمود کی کتاب "القول البلیغ" میں تبلیغیوں کی شیعوں کے ساتھ مشابہت بیان کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچ کر کہا "ولقد صدق من قال" یعنی اس شخص نے بالکل سچ کہا کہ جس نے کہا امت مرحومہ کے یہودی وہ شیعہ ہیں اور اہل سنت کے یہودی وہ جامد قسم کے مقلدین ہیں' خاص طور پر تبلیغی جماعت والے جو جہالت اور اندھی تقلید اور اپنے بڑوں کی پوجا پاٹ اور ان کی حد سے بڑھی تعظیم بیان کرنے میں معاون بنے ہوئے ہیں اور یہ تبلیغی جماعت والے مسلمانوں کے اندر بدعتوں کی ترویج کر رہے ہیں اور یہ مسلمانوں پر ایسی چیزوں کو واجب ٹھہراتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے واجب نہیں ٹھہرایا اور یہ تبلیغی مسلمانوں کے لئے ان چیزوں کو شرعی قرار دیتے ہیں جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے شریعت نہیں بنایا۔

قارئین کرام! آپ نے پچھلے مضامین میں تبلیغی جماعت والوں کے بارے میں یہ معلوم کر لیا کہ یہ شیعہ لوگوں کی طرح حق باتوں کو چھپا لیتے ہیں اور اسے حکمت کا نام دیتے

ہیں اور یہی چیز شیعہ کے ہاں "تقیہ" کہلاتی ہے اور ان کے مذہب کا عظیم شعار ہے اور پھر آپ نے امت مرحومہ کے عظیم المرتبت علمائے دین کی آراء کی روشنی میں تقیہ تحریر اور تعریف کا مفہوم خوب وضاحت سے مطالعہ کر لیا۔ اب آگے اس بحث کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے اور وہ درج ذیل ہے۔

شیخ حمود کہتا ہے کہ امت مرحومہ میں شیعہ کی مثال یہود کی طرح ہے اور اہل سنت کہلانے والوں میں یہ نام نہاد جھوٹے مقلدین (دیوبندی وہابی) یہ یہودیوں کی طرح ہیں' پھر ان دیوبندیوں میں خاص طور پر یہ تبلیغی لا سمجھ نے جہالت پھیلانے کے لئے بڑوں کی اندھی تقلید کرنے میں اپنے بڑوں کی ناجائز تعظیم کرتے ہیں اور ان کے لئے نہایت درجہ عاجزی کرنے میں یہودیوں کی طرح ہیں' اس کے ساتھ ساتھ یہ تبلیغی لوگ ایک ظلم عظیم یہ بھی کرتے ہیں کہ مسلمان معاشرے میں شدت کی بدعات پھیلاتے ہیں اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے مسلمانوں پر وہ چیزیں واجب کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں کہ جو چیزیں خالق کائنات نے ضروری قرار نہیں دیں بلکہ وہ ان تبلیغیوں کی عقل اپنی من گھڑت کی شریعت ہے جو کہ درحقیقت شریعت نہیں بلکہ نری بدعت دیوبندیت وہابیت ہے اصل میں جہاں تک شیعوں کا یہودیوں کی طرح نسبت ہونا ہے۔ اس کی تو بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کی بنیاد ہی یہودیوں سے پڑی ہے۔

ابن سبا ایک یہودی لڑکا تھا جو کہ امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی محفل میں بیٹھا کرتا تھا لیکن ان کی مخالفت شروع کر دی اور اس کے بعد حضرت مولائے کائنات شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اس نے اہمیت دینی شروع کر دی اور ان کی خلافت بلافصل کی تحریک چلا دی اور یوں اپنے ہمنوا پیدا کر کے اس نے رافضیت کی بنیاد رکھی۔ اس کی تفصیل ہمیں "شیعہ مذہب" از شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ "تحفہ اثنا عشریہ" از شیخ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اور "تحفہ حسینیہ" از شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی اللہ

خاص طور پر مناظر اسلام علامہ محمد علی علیہ الرحمہ صاحب مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کی کتب تحفہ جعفریہ، تحفہ جعفریہ، حقائق جعفریہ، دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ اور میزان الکتب میں مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ خود کتب شیعہ میں یہ بات موجود ہے کہ "الشیعیة ماخوذة من الیهودیة" یعنی شیعیت یہودیت سے نکلی ہے اب جب شیعوں کی اس یہودی نسبت کا بھی اظہار ہے کہ شیعہ تو اس لئے اس امت کے یہودی کہلاتے ہیں اور اس کی طرح حق بات کو چھپاتے ہیں جیسا کہ یہودیوں کے بارے میں قرآن جگہ جگہ فرماتا ہے "ویکتمون الحق" اور "ویلبسون الحق بالباطل" یعنی حق چھپاتے اور حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہیں اسی طرح شیعہ خلیفہ اول بلافصل کی امامت چھپاتے اور مولا علی کو خلیفہ اول بلافصل بتاتے ہیں۔ پانچ نمازوں کو چھپاتے اور تین نمازوں کا اظہار کرتے ہیں، انبیاء کرام کی شان گھٹاتے اور ائمہ کرام کو بڑھاتے ہیں۔

اب رہا ان تبلیغیوں، دیوبندیوں کا معاملہ تو اہل سنت و جماعت کہلاتے تو ہیں لیکن درحقیقت اہل سنت ہیں نہیں بلکہ یہ لوگ پکے وہابی ہیں اور اہل سنت کی طرح حنفی نہیں بلکہ نام کے حنفی بن کر بجائے امام اعظم علیہ الرحمہ کی تقلید کرنے کے اپنے بڑے بڑے گرو گھنٹالوں کی اندھی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جس طرح کہ انگریزوں کے بڑے بڑے جو رشوت خور اور ظلم دیکھتے تھے لیکن ان کے چیلے ان کی اندھی تقلید کرتے تھے اسی طرح ان تبلیغیوں کے بڑے اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، حسین احمد مدنی، محمود الحسن دیوبندی، انور کشمیری وغیرہم سب یہودیوں کے ایجنٹ تھے۔ انگریز گورنمنٹ کے وظیفہ خوار اس کے علاوہ ذات الٰہی، ذات مصطفےٰ ﷺ، صحابہ کرام و اہل بیت عظام کے گستاخ اس پر طرہ یہ کہ یہودیوں کی طرح حق کو چھپانے اور حق کو باطل کے ساتھ ملانے میں اپنی مثال آپ تھے۔ اس پر ان سب کے گرو اسماعیل دہلوی کی کتابیں اور خود ان کی کتابیں گواہی دے رہی ہیں۔ اس کے باوجود ان لوگوں نے مرتے دم تک توبہ نہ کی اور ان کے

چیلوں نے "حکایات اولیاء" کے نام سے ان کی کرامات کا مجموعہ شائع کر دیا لیکن تبلیغی جماعت والے ان کی اندھی تقلید میں حد سے گزر گئے اور اشرف علی تھانوی کی بے حیائی کا مجموعہ کتاب "بہشتی زیور" گھر گھر پہنچا کر مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کو بے حیائی کا درس دے رہے ہیں اس کے علاوہ زکریا سہارنپوری کی "تبلیغی نصاب" میں جگہ جگہ اپنی من مانی تحریف کر کے پھیلا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اسماعیل دہلوی کی کفریات سے مالا مال کتابیں گھروں میں دیتے ہیں جن کے ذریعے مسلمانوں کے گھروں، بازاروں، دفتروں، اسکولوں اور کالجوں، یونیورسٹیوں میں ان کی گھڑی ہوئی باتوں کو پھیلا رہے ہیں جن کی شریعت سے کوئی وضاحت نہیں کی بلکہ یہ ان کی اپنی افتراء پردازیاں ہیں۔ اس کے ذریعے ہی بدعت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

اس کے بعد شیخ حمود بن عبداللہ حمود التویجری رقم طراز ہے

ثم قال الاستاذ (نكتة عجيبة) حكى لي حاج ان نشاط القاديانيين والتبليغيين ممنوع في مصر' ولكن نشاط الاثنين مسموح في اسرائيل' بل ان القاديانيين لهم مركز دائم في اسرائيل كما ان التبليغيين لهم تجولات شبه دائمة في اسرائيل' وان القاديانيين لهم المقر الاول بقرية قاديان في الهند' والمقر الثاني لهم بربوة بباكستان' ولكن نشاطهم في صورة مراكز ومساجد منتشرة في شتى البلدان والقارات' وكذالك التبليغيون لهم المقر الاول بقرية نظام الدين بدلهي في الهند' والمقر الثاني لهم بقرية رائيوند بقرية من لاهور بباكستان' ولكن نشاطهم في صورة تجولات واربعينات وحلقات وتشكيلات منتشرة كذالك في شتى البلدان بالشكل المذكور' وان القاديانيين يخضعون لاكابرهم كما أن التبليغيين يخضعون لاكابرهم خضوعا لا يقل من

درجات العبادة والعیاذ باللہ۔ فما اوضح الشبه بین وصف الجماعتین
(القول البلیغ ص21)

ترجمہ: ہمارا استاذ (سیف الرحمن) نے ایک عجیب لطیف بات بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک حاجی نے مجھ سے یہ بات کی ہے کہ تبلیغیوں اور قادیانیوں کا مصر میں داخلہ ممنوع ہے لیکن دونوں کا اسرائیل میں داخلہ جائز ہے بلکہ قادیانیوں نے تو مستقل طور پر اسرائیل میں اپنا مرکز بنا رکھا ہے جس طرح کہ تبلیغیوں کے گشتے دائمی طور پر اسرائیل میں گھومتے رہتے ہیں اس کے علاوہ قادیانیوں نے اپنی بنیاد ہندوستان کی بستی قادیان میں رکھی اور پھر دوسرا مرکز ربوہ کے مقام پر پاکستان میں قائم کیا۔ اسی طرح ان تبلیغی جماعت والوں نے اپنی بنیادی مرکزی عمارت بستی نظام الدین دہلی ہندوستان میں قائم کی اور پھر دوسرا مرکز رائیونڈ شہر لاہور پاکستان میں قائم کیا۔ لیکن قادیانیوں نے اپنے ان مرکزوں کے علاوہ اپنی مساجد مراکز اور جماعتیں مختلف علاقوں میں پھیلا رکھے۔ اسی طرح تبلیغی جماعت والوں کے "حلقے" چلے اور گشتے مسجد میں مراکز مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ایک مشترک کام یہ بھی ہے کہ تبلیغی اپنے اکابر کی تعظیم میں حد سے زیادہ مبالغہ کرتے ہیں جس طرح کہ مرزائی قادیانی کرتے ہیں۔ اب دیکھو ان دونوں جماعتوں میں کس قدر واضح مشابہت موجود ہے۔

تبصرہ قادری

قارئین کرام! استاذ سیف الرحمن کی عبارت آپ نے ملاحظہ کی جس میں تبلیغیوں کی قادیانیوں کے ساتھ ملتی جلتی باتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ اس میں یہ بات قابل غور ہے کہ اگر یہ اسلام کی تبلیغ کا کام کرتے ہوئے تو مصر جیسے علمی شہر میں ان پر پابندی کیوں لگائی جاتی؟ معلوم ہوتا ہے کہ اہالیان مصر ان کے دجل وفریب سے واقف ہو چکے ہیں۔ جبھی تو ان پر مصر کے اندر داخل ہونے کی پابندی عائد کر دی گئی ہے جبکہ اسرائیل جیسے اسلام دشمن

ملک میں ان غداران اسلام اور باغیان مصطفے کو کھلم کھلا اپنی تخریب کاریاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ ان اسلام دشمن عناصر کی پشت پناہی حاصل کر کے یہ اپنے مذموم مقاصد حاصل کرتے رہیں اور اسرائیل کی سرپرستی میں نجدی وقادیانی کے ناپاک مشن کو فروغ دینے میں دونوں پارٹیاں (تبلیغی جماعت اور قادیانی جماعت) سرگرم عمل رہیں۔ حالانکہ اسرائیل کے فلسطین پر کئے جانے والے مظالم کی داستان غم نشان سے کون مسلمان واقف نہیں بلکہ ہر درد دل رکھنے والا مسلمان ان کے مظالم کا قصہ سن کر خون کے آنسو روتا ہے اس کے باوجود ان دو بے غیرت کمپنیوں کو اسرائیلی امداد لیتے ہوئے شرم وحیا تک نہیں آتی اور مسلمانوں سے غداری کرتے ہوئے ان کی غیرت کہاں مر جاتی ہے۔

شرم مگر تم کو نہیں آتی

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انجمن قادیان نے اپنی پارٹی کا مرکز قادیان (ہندوستان) میں قائم کیا اور وہاں سے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور سب سے پہلے ہندی مسلمانوں کو اپنی گمراہی کا شکار کرنے کی ناپاک کوششیں کرتے رہے۔ پھر انہوں نے اہالیان پاکستان کے ایمان کو داؤ پر لگانے کے لئے ربوہ کے مقام پر پاکستان میں اپنا دوسرا مرکز قائم کیا اور یہاں سے قادیانیت کی تحریک چلائی اور دولت مند مسلمانوں کو روپے پیسے کا لالچ دے کر نوکریوں اور چھوکریوں کا پھانسہ دے کر ان کے شجر ایمان کی جڑوں کو کاٹنا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی مسلمانوں کے سینوں سے چراغ ایمان بجھا دیا۔

اس فتنے کے رد میں شاہ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریر بصورت رسالہ رقم فرمائی۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریبا 5 کتابیں، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ نے "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" کے نام سے مضبوط رسالہ تحریر کیا اور فاتح قادیانیت مجدد عصر پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ نے بھی علمی وعملی اور قلمی جہاد کر کے اس

فتنے کی سرکوبی میں اہم کردار ادا کیا۔ اس فتنے کے بانی شیطانی مرزا غلام قادیانی نے اپنے آپ کو مجدد، مسیح موعود اور پھر نبی و مرسل کہہ کر امت مسلمہ میں انتشار پیدا کر دیا اور اس کے ماننے والے دو گروہ ہو کر ایک گروہ اس کے نبی ہونے کا قائل ہو گیا اور دوسرے لاہوری پارٹی کے مرزائی اسے نبی نہیں بلکہ مجدد تسلیم کرتے رہے۔ اب جب وہ ختم نبوت کا منکر ہو کر مرتد ہوا تو اس کو محض مسلمان ماننا ہی کفر ہے چہ جائیکہ نبی یا مجدد تسلیم کیا جائے۔ البتہ ان تبلیغی جماعت والوں کے بعض اکابرین کو امام ربانی اور حکیم الامت کہنے تک بھی وہ بھی اس فتنے کے حامیوں میں شامل رہیں۔ اس کے لئے آپ "ختم النبوۃ" مرتبہ مفتی محمد امین قادری مرحوم کی جلدوں کا مقدمہ دیکھئے اور اس فتنے کے مکمل حالات جاننے کے لئے "مجدد پیر الیاس برنی" کی کتب اور "ختم النبوۃ" کی مکمل دس جلدوں کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ البتہ اس سلسلے میں ماضی قریب کے علمائے اہل سنت کی خدمات قابل تحسین ہیں جنہوں نے قادیانیت کے کفر کو حکومتی سطح پر تسلیم کروا کر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دلانے میں اپنا اہم کردار ادا کیا۔ ان میں مجاہد ختم نبوت مولانا صوفی ایاز خان صاحب قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ، مجاہد ختم نبوت مولانا عبد الستار خان نیازی مرحوم، شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ الازہری اور ان کے رفقاء خاص قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے 1973ء میں آئین کے اندر ان قادیانیوں کو کافر لکھوایا اور ان کے احکام احکام مرتدین قرار دلائے۔ اس کے بعد بعض بدبخت حکمرانوں کی پالیسیوں کے سہارے قادیانیوں نے دوبارہ دندنانا شروع کر دیا مگر ان کا بھوت کے لئے نام ست پڑ چکا ہوتا۔ ان قادیانیوں سے مشابہت رکھنے والے تبلیغیوں نے بھی اپنا اولین مرکز بستی نظام الدین دہلی (ہندوستان) میں قائم کر کے ہولناک مسلمانان ہند کے ایمانوں کو برباد کرنے کی ناپاک کوششیں کرنے میں زندگانیاں لگا دیں۔ اس کے بعد انہوں نے پاکستان میں رائے ونڈ لاہور میں اپنی جگہ خریدی اور وہاں مرکز قائم کر کے اس میں سے ٹیمیں ملک بھر میں بھیجنی شروع کر دیں

جو کہ حشرات الارض کی طرح چاروں جانب پھیلنے لگ گئے اور آج کل پورے ملک میں بڑے بڑے بستر اٹھا کر گھومتے نظر آتے ہیں ان کی عمومی پہچان یہ ہے کہ ان کے ماتھوں پر بڑے بڑے نشانات، ان کے سر منڈے ہوئے، لمبی لمبی داڑھیاں، موٹی موٹی گردنیں، چہرے مرجھائے ہوئے اور ان پر پھٹکار کا نزول نمایاں ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کندھے پر گرمی سردی میں بھاری بھرکم بستر، ہاتھوں میں گیس سلنڈر، کولر یا دیگر سامان، شلوار اوپر ٹخنوں سے قریب تک آئی ہوئی ہوتی ہے۔ ان میں بڈھے پھونسوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جو اپنی عمر عزیز لڑائی جھگڑوں، غنڈہ گردی، بدمعاشی میں گزار کر "کھائے وقت ہوتی گرگ ظالم میشود پرہیزگار" کے مصداق صوفی صافی بنے اپنے ساتھ خوبرو نوجوان بے ریش لونڈوں کو لئے گھومتے نظر آتے ہیں اور رات کو تبلیغی جماعت کے مشہور مسوی قادر ہونے کے مطابق انکے امیر کی ہدایت کے مطابق سوتے وقت "دو دو ہو جاؤ" ان میں ہر بڈھا خبیث ایک ایک بچہ کر کے کونے کر ایک ایک دو دو ہو جاتا ہے اور پھر چادر اوڑھ کر سو جاتا ہے مگر یہ نہیں سمجھ میں رات کیا ہو جاتا ہے کہ صبح ہر بڈھا غسل خانے میں مصروف غسل نظر آتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ ان کو اسلام کی خاطر محنت کا درس کھائے جا رہا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ اپنے ساری دنیا کو تبلیغی وہابی بنا کر پوری دنیا پر قبضہ جمالیں اور اس مشن کی خاطر قادیانیوں کی طرح یہ پیسے کے لالچ دلا کر لوگوں کو اپنی پارٹی میں شامل کرنے کے لئے لاکھ جتن کرتے نظر آتے ہیں بلکہ ان کے حکیم الامت تھانوی صاحب کا کہنا تو یہ ہے کہ "اگر میرے پاس دس ہزار روپے ہوں تو سب کی تنخواہ لگا دوں پھر لوگ خود ہی وہابی بن جائیں گے" (ملفوظات حکیم الامت، جلد 2، ص 249، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اسی طرح اس کے ماننے والے آج کل کے دیوبندی وہابی تبلیغی جماعت والوں نے اس کی "بہشتی زیور" کا سبق پڑھا پڑھا کر نوجوان نسل کے جذبات کو اتنا ابھارا ہے کہ اب اس کے بعد ان کو بڑی آسانی سے ڈگری کے ساتھ ساتھ نوکری کا جھانسہ دلا کر انہیں اپنا

وہاں جا لیتے ہیں اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ اپنی اعمدگی
کا رہتے ہیں تاکہ لوگ وہاں بن جائیں۔ آمد کی انہیں ویسے ہی اتنی فکر نہیں ہوتی جتنا انہیں
ان کے بڑوں نے عملاً بھی درس دیا ہے ان کی مثال کتاب "ارواح ثلاثہ المعروف
حکایات اولیاء ص 207، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور" میں ہے کہ ایک دفعہ گنگوہی کی خانقاہ
میں مجمع تھا اور رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی کے تلامذہ و مریدین بھی جمع تھے کہ پھر یہ بھی
ان دونوں کا آپس میں موجود ہونے کی خبر کہا جاتا ہے جارہی تھی بالآخر رشید احمد گنگوہی نے حضرت
نانوتوی کو کہا ادا یہاں چت لیٹ جائیے تو نانوتوی صاحب نے کہا حضرت لوگ دیکھ رہے
ہیں وہ کیا کہیں گے؟ یہ سن کر گنگوہی صاحب بولے لوگوں کا کیا ہے وہ کہیں گے کہتے رہیں
اور پھر زبردستی نانوتوی کے سینے پر ہاتھ رکھ کر ساتھ چمٹ کے سو گئے۔ اس پر ان کی جماعت
کے حکیم صاحب تھانوی یوں لب کشا ہیں کہ اس کا حوالہ اہل تکلف ہی جانتے ہیں زاہدان
خشک کو اس کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے (ملخصاً از ارواح ثلاثہ ص 307)

دیکھے اور بے شرم جہاں بھر میں دیکھیں ہیں بہت
مگر سب پہ سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

اس انداز بے حیائی پر تبلیغی جماعت والوں کو اور تمام دیوبندی وہابیوں کو بڑا ناز ہے
جبھی تو آج کل بھی اس کتاب کو بڑے شوق سے چھاپتے اور اس کا اہتمام کرکے اسے شائع
کرتے اور بانٹتے ہیں۔

شیخ محمود بن عبداللہ بن محمد التویجری مزید رقم طراز ہیں:

وكل اعتماد الاثنين على نشاط الكلام والحركة التجوالية وكلتا
الاثنين تفرغان جهودهما على الاختلاس والاختناس والاصطياد
والتزلف الى الحكام واصحاب الاعتبار وذوي النفوذ واجتذابهم الى
انفسهم مع التجنب عن كل صراحة وتبولهم على جميع علاتهم
وتركهم على حالهم وموالاتهم على كل ذلك وموالاة كل حكم وحكومة

والاجتناب بشدة عن كل سياسة علنية

وكذالك فان مولد الاثنين ومنشأهما ومصدر الانطلاقتين
ومركزهما هي القارة الهندية فقط

وكذالك فان القاديانيين مبنى ديانتهم الجهل والايمان بالخرافات
والحكايات وكذالك التبليغيون مبنى ديانتهم الجهل والايمان
بالخرافات والحكايات والاكثار منها وحب الجهل والجهلاء وترجيح
جهلائهم على علماء المسلمين ومحاربة العلم والعلماء فما اوضح
الشبه بين الاثنين (القول البليغ ص 22)

ترجمہ: دونوں (تبلیغی اور قادیانی) اپنی تقریروں اور جماعتوں کو پھیلانے میں جٹے
پھرتے ہیں اور دونوں عوام الناس کو فریب کے ذریعے اچک لینے دھوکہ دینے اور شکار
کرنے کے لئے بھرپور کوشاں رہتے ہیں اور اہل اقتدار کے بہت قریب ہونے کی کوشش
کرتے ہیں اور انہیں اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں اور یہ کام چپکے چپکے کرتے ہیں اور ان تمام
حکمرانوں کو ان کی جملہ برائیوں سمیت قبول کر لیتے ہیں اور پھر انہیں ان کے حال پر چھوڑ
دیتے ہیں اور ان کے ساتھ ہر قسم کی رواداری کرتے ہیں اور یہ کام ہر حکومت اور ہر حاکم
کے ساتھ کرتے ہیں اور خود شدت کے ساتھ سیاست ظاہرہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس
طرح ان دونوں جماعتوں کے پیدا ہونے کی گھومنے پھرنے کی اور پھر کر واپس آنے کی
مرکزی جگہ ہندوستان ہے۔ اسی طرح قادیانیوں کے دیندار ہونے کی بنیاد جہل جہالت اور
خرافات بھری حکایات پر ایمان لانا ہے اور ان حکایات کو کثرت سے بیان کرنا ہے اور تبلیغی
جماعت والوں کا دارومدار بھی انہی سب چیزوں پر ہے اس کے ساتھ ساتھ ان میں یہ بھی
چیز بکثرت پائی جاتی ہے کہ یہ جہالت اور جہلاء سے پیار کرتے ہیں اور ان کو علماء پر ترجیح
دیتے ہیں اور علم و علماء سے جنگ کرتے ہیں۔ اب غور کرو ان دونوں پارٹیوں (تبلیغیوں
اور قادیانیوں) میں کتنی واضح مشابہت ہے۔

تبصرہ قادری: قارئین کرام! آپ حضرات نے ان تمام تبلیغی ایجنٹوں کی
منکرین ختم نبوت مرزائیوں قادیانیوں مرتدوں کے ساتھ ملنے جلنے والی حرکتوں کا کچھ بیان
ملاحظہ کیا۔ اب اس قسط میں ان کی آپس میں ملنے جلنے والی دیگر حرکتوں اور ملاقات بری
کیفیتوں کا بیان ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہ دونوں پارٹیاں اپنے کفریات و گمراہیات
سے بھرے کلام کو دنیا بھر میں پھیلانے کے لئے ہر وقت مصروف عمل رہتے ہیں۔ اس کے
علاوہ یہ عوام الناس کو گھروں، مسجدوں، دکانوں، بازاروں سے ہر وقت شکار کرنے کے درپے
رہتے ہیں۔ اس کے لئے ان کے نام نہاد مبلغین مومنانہ صورت اور اسلامی حلیہ بنا کر
گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور ان کو جہاں موقع ملے وہاں عوام کے مجمع میں اپنی تقریر جھاڑنا
شروع کر دیتے ہیں۔ خاص طور پر ہم نے ان کو اس زمانے میں گاؤں دیہاتوں کے چکر
لگاتے ہوئے زیادہ دیکھا ہے۔ وہاں یہ بے روزگار نوجوانوں کو جلدی چکر دے دیتے ہیں
اس لئے کہ وہ بے چارے پہلے ہی بے روزگاری سے تنگ ہو چکے ہوتے ہیں۔ اب قادیانی
مبلغ جب انہیں یا سہولت دینے کا چکر دے کر اور بیرون ممالک میں نوکری مع چھوکری کا
جھانسہ دیتا ہے تو وہ جلدی اس کے قابو میں آجاتے ہیں اور پھر (معاذ اللہ) یہ جٹ جاہل
نوجوان اپنے ہاتھوں سے اپنے کفر کی سند (قادیانیت کا سرٹیفکیٹ) اس پر دستخط یا انگوٹھا لگا
دیتے ہیں۔ یوں گویا یہ لوگ اپنے ہاتھ سے اپنے کفر پر مہر ثبت کر دیتے اور ان کے جال
میں پھنس کر اپنی آخرت داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ اس لئے میرے بھائیو! انہیں جہاں کہیں یہ
قادیانی یا ان کے مشابہ شکاری تبلیغی نظر آجائے اس کے ساتھ سانپ نظر آئے تو سانپ کو
چھوڑ کر پہلے اس قادیانی اور تبلیغی مرتد کا کام تمام کرو کیونکہ یہ ایمان کے ڈاکو ہیں۔ جبکہ سانپ
جان کا اور یہ ایمان کا دشمن ہے۔

حضرت مولوی معنوی علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے ہیں:

تا توانی دور شو از یار بد
یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمیں بر جان زند
یار بد بر جان و بر ایمان زند

(مثنوی شریف)

ترجمہ: اے عزیز! جب تک ہو سکے برے دوست سے دور رہو کیونکہ برا دوست برے
سانپ سے بھی بدتر ہے، اس لئے کہ برا سانپ صرف جان کو ہلاک کرتا ہے جبکہ برا دوست
جان بھی لیتا ہے اور ایمان بھی تباہ کرتا ہے۔

اسی طرح یہ قادیانی اور تبلیغی پارٹی والے اپنے بڑے بڑے ایجنٹوں کو بھیج کر اہل ایمان
اقتدار سے رابطے کرتے ہیں اور ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی بہت جدوجہد کرتے ہیں۔
پھر ان اہل ایمان اقتدار میں سے جس کی ظاہری ہیبت و حکومت زیادہ دیکھتے ہیں اس کے
گرویدہ ہو کر اس کے چمچے بن جاتے ہیں اور ہرگز اس کی برائیوں پر ملامت نہیں کرتے
بلکہ اس غدار ملک و ملت، بدمعاش زمانہ، نام نہاد حاکم وقت یا جنرل کرنل کو یہ بہت اچھا سمجھتے
ہیں اور اس کے مقابلے میں علمائے حق اہل سنت کی یہ دونوں پارٹیوں والے شدید مخالفت
کرتے ہیں۔ اس قادیانی و تبلیغی فرقوں کے بانیان سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ یہ لوگ تو
انگریز حکومت کے بھی وفادار رہے ہیں اور مسلمانوں کے مخالف رہے ہیں اور انگریز
گورنمنٹ سے وظیفے لیتے رہے اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے رہے ہیں۔ جیسا کہ
"انکشاف حقائق قادیانیت" تیسری قسط میں یہ بات موجود ہے کہ "مرزا قادیانی انگریز سے
مالی امداد لیتا رہا اور اس کے بعد اس کے نام نہاد خلفاء بھی برابر انگریز سے مدد لیتے رہے اور
آج بھی اسرائیل کے یہودی ان کی پشت پناہی کرتے چلے آرہے ہیں۔

اسی طرح ان تبلیغی دیوبندی وہابی نجدی ایجنٹوں کے اول گرو ملا اسماعیل دہلوی کے پیر
احمد رائے بریلی والے کا معاملہ تھا کہ اس نے انگریز کی نوکری اختیار کی اس کے بعد اس کی
جماعت کے لوگوں میں سے دارالعلوم دیوبند کے بانی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد

گنگوہی نے بھی انگریز گورنمنٹ کی حمایت میں تحریر و تقریر پیش کی۔ اس کا ثبوت خود ان کے سوانح نگاروں نے تذکرۃ الرشید وغیرہ میں پیش کیا ہے بلکہ اس جماعت کے حکیم صاحب مولوی اشرف علی تھانوی کے بارے میں ان کے گھر کے دو بڑے مولویوں (مولوی شبیر احمد عثمانی اور محمد احسن دیوبندی) کی شہادت موجود ہے چنانچہ "مکالمۃ الصدرین" ص 9 مطبوعہ مکتبہ دیوبند میں موجود ہے۔

"اشرف علی ہمارے اور آپ کے مسلّم بزرگ اور پیشوا ہیں ان کے بارے میں یہ ہے کہ انگریز سرکار سے انہیں ماہواری چھ سو روپے ملتے تھے" (مکالمۃ الصدرین ص 11)

اس کا ثبوت اس اشرف علی مذکور کے بھائی اکبر علی نے دیا جو کہ ڈاک کے محکمہ میں ملازم تھے وہ یہ پیسے خود لاکر اپنے بھائی کو پیش کرتے تھے۔

بذل القوۃ فی ختم النبوۃ جلد اول کے مقدمے میں ان مطلبیوں کے بڑے گروہوں کی انگریز نوازی اور قادیانی دوستی کا خوب ثبوت موجود ہے جبکہ اشرف علی انگریز کا مال کھا کھا کر قادیانیوں کی تعریفیں کرتے تھکتا نہیں تھا۔

الغرض ان دونوں جماعتوں کی آپس میں کئی مشترک چیزیں ہیں ان کے دیگر معاملات پر بڑی تفصیلی گفتگو ہو سکتی ہے مگر اس قدر میں آپ کو مختصر طور پر قادیانیت کی حقیقت اور اس کے بانی آنجہانی مرزا صاحب کی اصلی صورت کا نقشہ دکھاتے چلتے ہیں۔

مرزا قادیانی کے نظریات

اس فرقے کا بانی لکھتا ہے

"آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم سے بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے" (خطبہ الہامیہ مترجم ص 20,28)

ایک اور جگہ یوں ہذیان بکتا ہے

"ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ (معاذ اللہ) مسلمان نہیں" (حقیقۃ الوحی ص 163 مصنف مرزا قادیانی)

تیسری جگہ وہ ہرزہ سرائی کرتا ہے

"جو شخص میری پیروی نہ کرے گا اور بیعت میں داخل نہ ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا اور جہنمی ہے" (اشتہار معیار الاخیار ص 8)

اسی طرح منظوم خرافاتی کلام میں یوں کہا

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔۔۔ دین کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے ۔۔۔ دین کیلئے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے ۔۔۔ اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد ۔۔۔ منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ "تحفہ گولڑویہ" ص 39 مصنف مرزا قادیانی)

(اس کی نبوت کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ مرزائی اس کی بیوی کو ام المومنین کہتے تھے۔ اس کے لئے حوالہ دیکھئے سیرت مہدی ج 3 ص 210 از قلم مرزا بشیر احمد قادیانی)

چنانچہ بشیر احمد قادیانی رقم طراز ہے

"حضرت ام المومنین (زوجہ مرزا قادیانی) نے بتایا کہ حضرت کے پاس ایک ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جب کہ خوب سردی پڑ رہی تھی اس وقت حضور کو دبانے بیٹھی چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی اس لئے اسے پتہ نہ لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہے وہ حضور کی ٹانگیں نہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے فرمایا "بھانو آج بڑی سردی ہے" سن کر بھانو بولی "ہاں جی! تدے تے تہاڈیاں لتاں لکڑی وانگ ہویاں ہویاں نیں" (یعنی اس وجہ سے تو آپ کی ٹانگیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں)

(ایضاً ج 3 ص 210)

اس حکایت سے مرزائے قادیان کے غیر عورتوں سے مراسم کا بھی حال کھل کر سامنے آ گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مالیخولیا کا یہ مریض بناوٹی پیغمبری کا دعویدار شرابی بھی تھا جیسا کہ اس نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے غلام کو شراب خریدنے کا حکم صادر کرتے ہوئے یوں لکھا اس کی۔

"اس وقت (تمہارے پاس) میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے آپ اشیائے خوردنی خود خرید لیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید لیں مگر ٹانک وائن چاہیے اس کا لحاظ رہے۔ باقی سب خیریت ہے" (خطوط امام بنام غلام ص 5)

ڈاکٹر عزیز احمد کہتا ہے:

"ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے سر بند بوتلوں میں آتی ہے" (سودائے مرزا ص 39)

حیرت اس شراب کو پی کر مرزا کیا کیا گل کھلاتا ہوگا اس کا اندازہ کوئی کیا لگا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ قادیان کا جھوٹا نبی قادیان میں بیٹھے شراب پینے کے ساتھ ساتھ سینما اور تھیٹر بھی دیکھتا تھا جیسا کہ اس بدبخت کا نام نہاد صحابی مفتی صادق لکھتا ہے۔

"ایک رات دس بجے کے قریب میں تھیٹر چلا گیا جو میرے مکان کے قریب تھا اور تماشا ختم ہونے پر رات کو دو بجے واپس آیا۔ صبح منشی ظفر احمد صاحب نے میری غیر موجودگی میں حضرت صاحب کے پاس میری شکایت کی کہ مفتی صاحب تو رات کو تھیٹر چلے گئے تھے (یہ سن کر) حضرت بولے (کوئی مسئلہ نہیں) ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے" (ذکر حبیب ص 18)

اس کے ساتھ ساتھ قادیان کا یہ جھوٹا نبی گالیاں بھی بکتا تھا جس کے لیے یہ حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

کہتا ہے:

"ہر مسلمان مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعوے پر ایمان لاتا ہے مگر زناکار کنجریوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی وہ مجھے نہیں مانتے"

(آئینہ کمالات اسلام ص 547)

سعد اللہ لدھیانوی کے بارے میں کہتا ہے کہ "بے وقوفوں کا نطفہ اور کنجری کا بیٹا ہے"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص 14)

اس کے علاوہ اس نے اپنے تین من گھڑت فرشتے بھی بنا رکھے تھے جن کے نام "ٹیچی ٹیچی" دوسرے کا "درشنی" اور تیسرے کا نام "خیراتی" رکھا ہوا تھا" (تریاق القلوب ص 192، حقیقۃ الوحی ص 232)

حیرت اس بات سے فرشتوں کی واضح توہین ہوتی ہے کیونکہ اس نے ان کا کردار غیر اخلاقی اور ان کے نام عجیب و غریب بیان کر کے اہل ایمان کے سامنے فرشتوں کی حیثیت کم تر کرنے کی کوشش کی ہے۔

محترم جناب محمد نواز کھرل رقم طراز ہیں

"قادیانیت تاریخ کا وہ باب ہے کہ ناقص العقل، مختل الحواس، کور نگاہ، بد باطن، بد فطرت، حیلہ جو، تاویل پرست، مختل الخیال، متلون مزاج اور ذہنی عدم توازن کا شکار مرزا غلام احمد قادیانی نے 1889ء میں اس فتنے کی بنیاد رکھی اور 1901ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ خانہ ساز، مراقی اور جعلی نبوت کے بانی مرزا قادیانی کے دجل نبوت کو ایک صدی بیت چکی ہے لیکن قادیانیوں کے دجل و فریب کا دھندا آج بھی پوری شدت سے جاری ہے۔

برطانوی سامراج کے زر خرید غلام اور غیر ملکی آقاؤں کے ٹکڑوں پر پلنے والوں کا یہ مسلکی ٹولہ ہر عہد اور ہر دور میں آستین کے سانپ کی طرح مسلم ملت کے اتحاد کے خلاف ہر قومی اور بین الاقوامی سازش میں ہمیشہ عملی طور پر شریک رہا ہے۔ مالیخولیا اور نفسیاتی عارضوں میں مبتلا مرزا قادیانی کے پیروکار اسلام اور پاکستان کے غدار ہیں، وہ استعماری طاقتوں کے ایجنٹ، انگریزوں کے نمک خوار، یہودیوں کے آلہ کار، طاغوتی طاقتوں کے گماشتے، اسرائیل، بھارت اور امریکہ کے جاسوس، تل ابیب، واشنگٹن، دہلی اور لندن کے فکری غلام ہیں۔ یہ قادیانیت ہے شعبدوں، مکر و فسوں، اندازوں، فریب کاریوں، دھوکہ دہیوں اور

دشنام طرازیاں، جہالت و دہشت، فحاشی و عریانی، فتنہ و فساد، کفر و الحاد، ظلم و استبداد، مفقود پارسائی، حسن کثرت تاویلات اور شرم و حیاء سے عاری بدترین اخلاق یا خود جنسی اسکینڈلز کا مذہب ہے۔

الغرض اس فتنے کے خلاف بھی علمی و لسانی جہاد ضروری ہے۔ اس کا اسرائیل میں داخلہ ہو چکا ہے اور اس کے علاوہ تبلیغی جماعت کے فتنے کا بھی اسرائیل میں داخلہ ہو چکا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ دونوں نے اولین مرکز ہند کو پھر پاکستان کو بنایا۔ مرزائے قادیان نے وہاں بیٹھ کر کیا گل کھلائے اور کس طرح لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی ناپاک جسارت کی تحریر میں آپ تفصیل ملاحظہ کریں گے اور دہلی میں تبلیغی جماعت کے مرکز والوں کی فریب کاری کا عالم ...... اس کے لئے منتظر رہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں "محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقینا قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل و جزء ایقان ہے۔ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین نص قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر نہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی، جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر ہے (الجزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ)" (المبین ختم النبیین)

قارئین کرام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتویٰ شرعی سے آپ نے منکر ختم نبوت کا شرعی حکم تو معلوم کر لیا اور گزشتہ صفحات میں آپ نے تبلیغیوں سے ملتے جلتے والی پارٹی قادیانیوں کے مرشد نے احوال بھی ملاحظہ کئے۔ اب آیئے اس ختم نبوت کے مسئلہ پر آپ جناب کرم شاہ الازہری کا فاضل کشا تجربہ ملاحظہ فرمایئے۔

اگرچہ بدقسمتی سے امت اسلامیہ کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے۔ باہمی تعصب نے بارہا ملت کے امن و سکون کو درہم برہم کیا اور فتنہ و فساد کے شعلوں نے بڑے المناک حادثات کو

جنم دیا لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود ساری فرقے اس پر متفق رہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا اس کو مرتد قرار دے دیا گیا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اس کی جھوٹی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا۔ مسیلمہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اس کے خلاف لشکر کشی کی اور تب چین کا سانس لیا جب اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بے شک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بھی شہید ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حافظ قرآن اور جلیل القدر صحابہ تھے لیکن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنے کو کچلنا ضروری سمجھا۔ آپ بچشم بصیرت سے دیکھ رہے ہیں کہ اگر ذرا تساہل برتا جاتا تو یہ امت سینکڑوں گروہوں میں نہیں سینکڑوں امتوں میں بٹ جائے گی۔ ہر امت کا اپنا نبی ہوگا اور وہ اسی کی شریعت اور سنت کو اپنائے گی۔ اسی طرح اس رحمت للعالمین ﷺ کے زیر سایہ اسلام کے پلیٹ فارم پر انسانیت کے اتحاد کی ساری امیدیں ختم ہو جائیں گی اور ان رسول اللہ الیکم جمیعا کا سہانا منظر کبھی بھی نظر نہیں آئے گا۔ ناظرین کو یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہئے کہ مسیلمہ حضور ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا بلکہ اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ وہ حضور ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھا۔ چنانچہ حضور خاتم الانبیاء والمرسل کی ظاہری زندگی کے آخری ایام میں اس نے جو عریضہ ارسال خدمت کیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله

یعنی یہ خط مسیلمہ کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔

علامہ طبری نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اس کے ہاں جو اذان مروج تھی اس میں اشہد ان محمد رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ بایں ہمہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو

مرتد اور واجب القتل متعین کر کے اس پر لشکر کشی کی اور اس کو بالکل ختم کر کے آرام کا سانس لیا۔

اسلام کی چودہ صد سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سر پھرے نے طالع آزما یا ختم پرواز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اس کو قتل کر دیا گیا۔

انگریز کی غلامی کے دور میں ملت اسلامیہ کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا اسی طرح ایک جھوٹی نبوت قائم کر کے امت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ وہ مدعی نبوت بظاہر عیسائیت کا رد کرتا تھا اور پادریوں سے مناظرے کرتا تھا اس کے باوجود انگریز کا پہلے درجے کا وفادار تھا۔ ملکہ انگلستان کی شان میں اس نے ایسے تعریفی پمفلٹ لکھے کہ کوئی باغیرت مسلمان ان کو پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ انگریز کی اسلام دشمنی اظہر من الشمس ہے جنہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹا سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ ایسی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا اسلام سے غداری نہیں تو اور کیا ہے۔ انگریز نے اس کی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سایہ میں پروان چڑھنے کا موقع دیا اور اس کو قبول کرنے والوں کے لئے بے پناہ نوازشات کے دروازے کھول دیئے۔ ہر مرزائی کے لئے کسی استحقاق کے بغیر اچھی سے اچھی ملازمتیں مختص کر دی گئیں۔ سیاسی میدان میں بھی ان کے آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی۔ بے شک وہ شخص عیسائیت کے خلاف لکھتا اور بولتا تھا لیکن انگریز نے اس کے ذریعہ امت مسلمہ میں ایک نئی امت پیدا کر کے اور ان کے حتمی بنیادی عقیدہ میں تشکیک پیدا کر کے جو مقصد عظیم حاصل کیا وہ بہت بڑا کارنامہ تھا اور اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم تھا۔ اگر ایسا شخص عیسائیت کے خلاف کچھ بولتا ہے تو بولا کرے۔ اس سے انگریزی سیاست کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ عیسائیوں کی مخالفت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے وہ انگریزی استعمار کی خدمت پوری دلجمعی سے انجام دے سکتا تھا۔ اگر وہ عیسائیوں کے خلاف کچھ نہ کرتا تو اس کی بات

کوئی آدمی سننے کے لئے تیار نہیں تھا۔

مرزا غلام احمد کی نبوت کا پیغام لے کر جب مرزائی مبلغ اسلامی ممالک میں گئے وہاں ان کا جو حشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ کئی ممالک میں تو انہیں مرتد قرار دے کر توپ سے اڑا دیا گیا۔ عالم اسلام کے تمام علماء نے بالاتفاق اس مدعی نبوت کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا۔

یہ عرض کرنے کا مقصد صرف اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ ان بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جس پر گونا گوں اختلافات کے باوجود چودہ صدیوں تک امت کا کلی اتفاق اور قطعی اجماع رہا ہے۔ جس طرح ایک مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید، قیامت، حضور ﷺ کی رسالت کسی دلیل کی محتاج نہیں اسی طرح ختم نبوت کا مسئلہ بھی کبھی زیر بحث نہیں آیا اور اس کے ثبوت کے لئے کسی مسلمان کو کسی دلیل یا بحث و تمحیص کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن مرزا قادیانی نے وہ کام کر دکھایا جس کی جرأت آج تک شیطان کو بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر شرح و بسط سے لکھا جائے تاکہ حضور ﷺ کا امتی کسی غلط فہمی کے باعث اپنے آقائے کریم سے کٹ کر نہ رہ جائے۔ رہے وہ لوگ جو شکم کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں اور مال و دولت کے حصول کے خاطر اپنا دین بیچنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے بلکہ اسے کمال ہوشمندی سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کا علاج کسی کے پاس نہیں ہمیں ان کے لئے طول نہیں دینا چاہئے۔ نہ ایسے ابن الوقتوں کی خدا کو ضرورت ہے نہ اس کے رسول کو:

ہمارا دعویٰ بلکہ ہمارا ضمیر جزو کل عقیدہ اور ایمان یہ ہے

"حضور سرور عالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ اور جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو بدبخت اس کے دعویٰ کو سچا تسلیم کرتا ہے وہ

دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے اور اسی سزا کا مستحق ہے جو اسلام نے مرتد کے لئے مقرر فرمائی ہے"

اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے ہم ایسے دلائل پیش کریں گے جو قطعی اور یقینی ہیں اور جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ سب سے پہلے ہم قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شئ عليما (الاحزاب،39-37)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کا نام گرامی لے کر فرمایا ہے کہ محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں یعنی انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔ جب مولا کریم جو بکل شئی علیم ہے نے یہ فرما دیا ہے کہ حضور ﷺ نبیوں کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں تو حضور ﷺ کے بعد جس نے کسی کو نبی مانا اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تکذیب کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ارشاد کو جھٹلاتا ہے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

خاتم النبیین کا جو معنی بیان کیا گیا ہے اہل لغت نے اس کا یہی معنی لکھا ہے۔ اس وقت میرے پاس علم لغت کی دوسری کتب کے علاوہ الصحاح للجوہری اور لسان العرب لابن منظور موجود ہیں جن کا شمار لغت عرب کی امہات الکتب میں ہوتا ہے۔ آؤ ان کے مطالعہ سے اس لفظ کی تحقیق کریں۔ مگر ایک چیز پیش نظر رہے کہ صحاح کے مولف علامہ حماد بن اسماعیل الجوہری کا سن ولادت 332ھ اور سال وفات 393ھ یا 398ھ ہے اور لسان العرب کے مولف علامہ ابن الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری کا سن ولادت 630ھ اور سال وفات 711ھ ہے۔ یہ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ منکرین ختم نبوت سے صدہا سال پہلے یہ کتابیں لکھی گئی ہیں ان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے مذہبی تعصب یا ذاتی عقیدہ کے باعث یہ لکھا ہے تاکہ ان کا قول حجت نہ رہے بلکہ ان کی

نگارشات اور ان کی تحقیقات اہل لغت کے اقوال کے عین مطابق ہیں۔ پہلے صحاح کی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

ختم الله له بخير خدا اس کا خاتمہ بالخیر کرے

وختمت القرآن اى بلغت آخره یعنی میں نے قرآن آخر تک پڑھ لیا۔

اختتمت الشئ نقيض افتتحته: اختتام کی نقیض افتتاح ہے۔

والخاتم والخاتم بكسر التاء وفتحها والختام والخاتام كله بمعنى وخاتمة الشئ آخره يعنى خاتم خاتم ختام خاتام سب کا ایک ہی معنی ہے اور کسی چیز کے آخر کو خاتمہ الشئ کہتے ہیں۔

ومحمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خاتم الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام نبیوں سے آخر میں تشریف لائے۔

علامہ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں۔

ختام الوادى اقصاه و ختام القوم وخاتمهم وخاتمهم آخرهم و محمد صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم خاتم الانبياء عليه وعليهم الصلوٰة والسلام

وادی کے آخری کونہ کو ختام الوادی کہتے ہیں۔ قوم کے آخری فرد کو ختام خاتم اور خاتم کہا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے۔ لسان العرب میں محکم عرب کے حوالے سے لکھا ہے۔

والخاتم والخاتمه من اسماء النبى صلى الله تعالىٰ عليه و آله وسلم وفى التنزيل العزيز ولكن رسول الله وخاتم النبيين اى آخرهم ومن اسمائه العاقب ايضا ومعناه آخر الانبياء

یعنی خاتم اور خاتم نبی کریم ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ
ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی سب نبیوں سے پیچھے آنے والا۔ اور حضور کے اسماء میں
سے العاقب بھی ہے اس کا معنی آخر الانبیاء ہے۔

اہل لغت کی ان تصریحات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خاتم کی تاء پر زبر ہو یا زیر
اس کا معنی آخری ہے۔ اس معنی کی تائید کے لئے اہل لغت نے ایک دوسری آیت سے بھی
استدلال کیا ہے۔

وختامہ مسك ای آخرہ مسك

یعنی اہل جنت کو جو شراب پلایا جائیگا اس کے آخر میں انہیں کستوری کی خوشبو آئے
گی۔

ختم نبوت کے منکرین اس موقع پر یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ خاتم کا جو معنی آپ
نے بیان کیا ہے۔ (آخری) وہ یہاں مراد نہیں بلکہ اس کا دوسرا معنی مراد ہے اور یہ معنی بھی
ان لغت کی کتابوں میں موجود ہے جن کا حوالہ آپ نے دیا ہے۔ جب ایک لفظ کے دو معنی
ہوں تو وہاں ایک معنی مراد لینے پر بضد ہونا اور دوسرے معنی کو ترک کر دینا تحقیق حق کا کوئی
اچھا مظاہرہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم بھی اس آیت کو مانتے ہیں اور اس کے معنی اپنی طرف
سے نہیں گھڑتے تاکہ ہم پر تحریف قرآن کا الزام لگایا جائے بلکہ لغت عرب کے مطابق ہی
اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ کسی کو ہم پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔

صحاح اور لسان العرب دونوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مذکور ہے۔ آیت کا
یہی معنی بلیغ اور شان رسالت کے شایان ہے کہ حضور ﷺ انبیاء پر مہر لگانے والے ہیں
جس پر حضور ﷺ نے مہر لگا دی وہ نبوت کے شرف سے مشرف ہوگا اور جس پر مہر نہ لگائی وہ
نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہوسکتا۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ بے شک لغت کی کتابوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے

والا مرقوم ہے لیکن انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ مذکورہ آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخر
النبیین ہے۔ یہاں فقط یہی معنی مراد ہے اور یہ لوگ اگر مصر ہوں کہ یہاں خاتم کا دوسرا معنی
مراد ہے تو اس سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مطالعہ
کرتے ہوئے غور و تدبر سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے مہر سے مراد ڈاکخانہ کی مہر یا کسی افسر کی
مہر سمجھ لی ہے کہ لفافہ یا کارڈ پر مہر ٹھپہ لگایا اور اسے آگے بھیج دیا یا کسی کی درخواست پر اپنی مہر
ثبت کی اور اسے مناسب کارروائی کے لئے متعلقہ دفتر روانہ کر دیا۔ حالانکہ مہر کا جو مفہوم اہل
لغت نے لیا ہے وہ قطعاً اس کے خلاف ہے۔ کاش انکی بے جا تعصب اس امر کی اجازت
دیتا کہ وہ ائمہ لغت کی عبارتوں میں غور کرتے۔

آئیے ہم آپ کی خدمت میں یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کسی صحیح فیصلہ پر پہنچ
سکیں۔ لسان العرب میں ہے:

ختمہ یختمہ ختما وختاما طبعہ فھو مختوم ومختم شدد للمبالغۃ

یعنی ختم کا معنی مہر لگانا ہے اور جس پر مہر لگا دی جائے اس کو مختوم اور مبالغہ کے طور پر مختم
کہتے ہیں۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

ومعنی ختم وطبع فی اللغۃ واحد وھو التغطیۃ علی الشئ والاستیثاق من ان لایدخلہ شئ کما قال جل وعلا ام علی القلوب اقفالھا

اس عبارت کا ترجمہ ذرا غور سے سنئے یعنی ختم اور طبع کا لغت میں ایک ہی معنی ہے اور وہ
یہ کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا اور مضبوطی سے بند کر دینا کہ اس میں باہر سے کسی چیز کا
داخلے کا امکان ہی نہ ہو۔

پہلے زمانہ میں خلفاء، امراء، سلاطین وغیرہ سے خطوط کو لکھنے کے بعد کسی کاغذ کے لفافہ اور کپڑے کی تھیلی میں رکھ کر سربمہر کر دیتے کہ جو کچھ لکھا جا چکا اب اس کو سربمہر کر دیا گیا ہے تاکہ اس مہر کی موجودگی میں اس میں کوئی ردوبدل نہ کر دے۔ اگر کوئی ردوبدل کرے گا تو وہ پہلے مہر توڑے گا اور جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا۔ اس پر احکام سلطانی میں تغیر و تبدل کرنے اور امانت میں خیانت کرنے کے سنگین الزامات میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس صورت میں خاتم النبیین کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور اس پر مہر لگا دی گئی تاکہ کوئی کذاب دجال اس میں داخل نہ ہو سکے۔ اگر کوئی شخص زبردستی اس زمرہ میں گھسنا چاہے گا تو پہلے مہر توڑے گا اور جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا اور اسے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

قرآن کریم کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں عربی زبان کی لغات سے بھی بڑی مدد ملتی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں بھی قول فیصل اور حرف آخر حضور ﷺ کی بیان کردہ تشریح ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ارشاد فرماتے ہیں۔

آیئے اب احادیث نبویہ کا بغور مطالعہ کریں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے خاتم النبیین کے کلمات کا کیا مفہوم بیان فرمایا ہے۔

خاتم النبیین کے معنی کی وضاحت کے لئے بے شمار احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں۔ سب کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں فقط چند یہاں احادیث تحریر کی جاتی ہیں جن کے دلوں میں ہدایت کی سچی طلب ہوگی مولا کریم اپنے حبیب رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل ہدایت کی راہیں ان کے لئے کھول دے گا اور اس کی توفیق ان کی دستگیری کرے گی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی

ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی ہوئی ہے۔ لوگ اس عمارت کے ارد گرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں (بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین)

اگر آپ اس ایک حدیث پر غور کریں گے تو بلاغت نبوی کے اعجاز کا آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ جب ایک عمارت مکمل ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی خالی جگہ نہیں رہتی تو کوئی ماہر سے ماہر انجینئر بھی اس میں ایک اینٹ کا اضافہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کی ایک ہی صورت ہے کہ پہلے اینٹوں میں سے کوئی اینٹ توڑ کر وہاں سے نکال لی جائے اور پھر اس خالی کرائی ہوئی جگہ پر کوئی نئی اینٹ لگا دی جائے۔ حضور کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قصر نبوت مکمل ہو گیا۔ اب اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہیں۔ بجز اس کے کہ سابقہ انبیاء میں سے کسی نبی کو وہاں سے نکالا جائے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے جگہ بنائی جائے۔ کیا کوئی عقل سلیم اس کو گوارا کرے گا۔

قصر نبوت کی اس توڑ پھوڑ کو کیا اللہ تعالیٰ کی غیرت برداشت کرے گی؟ ہرگز نہیں یہ ایک حدیث ہی اتنی جامع اور اتنی حق نما اور اتنی بصیرت افروز ہے کہ ختم نبوت کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ امام مسلم نے کتاب الفضائل باب خاتم النبیین میں اور امام ترمذی نے کتاب المناقب اور ابو داؤد طیالسی نے اپنی مسند میں مختلف اسناد سے نقل کیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے (۱) مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا یعنی الفاظ مختصر اور معانی کا بحر بے کنار (۲) رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی (۳) میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا (۴) میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور اس سے تیمم کی اجازت دی گئی (۵) مجھے تمام مخلوق کے

لئے رسول بنایا گیا اور (۴) میری ذات سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

سرورِ عالم ﷺ کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں کسی کا نبوت کا دعویٰ کرنا اور کسی کا اس باطل دعوے کو تسلیم کرنا سراسر کفر اور الحاد ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو۔ سب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو وہ ضرور تمہارے اندر ہی نکلے گا (ابن ماجہ)

اس حدیث سے جس طرح حضور ﷺ کا آخر الانبیاء ہونا ثابت ہو رہا ہے اسی طرح حضور ﷺ کی امت کا آخر الامم ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

امام ترمذی نے کتاب المناقب میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

اگر میرے بعد کسی کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے فضائل صحابہ کے عنوان کے نیچے یہ ارشاد نبوی نقل کیا

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک پر روانہ ہوتے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ طیبہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ آپ بہت پریشان ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

آخر میں ایک اور حدیث ساعت فرمایئے اور اسی کے ذکر پر احادیث کی نقل کا سلسلہ ختم ہوتا ہے

حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ..... میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (ابوداؤد، کتاب الفتن)

علامہ ابن کثیر متوفی 774ھ متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول کریم ﷺ نے سنت متواترہ میں بتایا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ ساری دنیا جان لے کہ جو شخص بھی حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے، جھوٹا ہے، دجال ہے، گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی 127ھ روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

یعنی حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح قرآن و سنت نے کی ہے۔ جس پر امت کا اجماع ہے۔ پس جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس دعویٰ پر مصر رہا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

علامہ ابن حیان اندلسی متوفی 745ھ اپنی تفسیر بحر محیط میں رقم طراز ہیں۔

یعنی جس شخص کا یہ نظریہ ہو کہ نبوت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور اسے اب بھی حاصل کیا جا سکتا ہے یا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے وہ زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔ آج تک جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا۔ ہمارے زمانے میں بھی فقراء میں سے ایک شخص نے شہر مالقہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تو اندلس کے بادشاہ نے غرناطہ میں اس کا سر قلم کر دیا اور اس کی لاش کو سولی چڑھا دیا وہ اسی حالت میں لٹکا رہا یہاں تک کہ اس کا گوشت گل کر گر پڑا۔

ان مذکورہ بالا اقتباسات سے امت کا ختم نبوت کے عقیدہ پر اجماع ثابت ہو گیا اور ہر زمانے کے علماء نے مدعی نبوت کو گردن زدنی قرار دیا۔ آخر میں ہم ختم نبوت پر عقلی دلیل پیش کرتے ہیں۔

ختم نبوت کے عقلی دلائل

قدرت کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے

جب حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت جملہ اقوام عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے جب حضور ﷺ پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے۔ جب سرور عالم ﷺ کی سنت مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی تشریح و توضیح کر رہی ہے جبکہ شریعت اسلامیہ روز اول کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔ جب قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ آج بھی اعلان کر رہی ہے

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ آیت......)

تو پھر کسی اور نبی کی بعثت کا کیا فائدہ ہے اور اس سے کس مقصد کی تکمیل مطلوب ہے۔ آفتاب محمدی طلوع ہو چکا۔ عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے۔ تو پھر اس کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قطعاً قرین دانشمندی نہیں ہے۔

مزید غور فرمائیے۔ نبی کی آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتا کہ نبی آیا۔ جس نے چاہا مان لیا اور جس نے چاہا انکار کر دیا اور بات ختم ہو گئی بلکہ نبی کی بعثت کے بعد کفر اور اسلام کی کسوٹی نبی کی ذات بن کر رہ جاتی ہے۔ کوئی کتنا نیک، پاکباز، پارسا اور عالم باعمل ہو اگر وہ کسی سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرے گا تو اس کا نام مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا اور کفار و منکرین کے زمرہ میں اس کا نام درج کر دیا جائے گا۔ اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔

اب ذرا عملی دنیا میں مرزا صاحب کی آمد کا جائزہ لیجئے۔

مسلمانوں کی تعداد کم سے کم اعداد و شمار کے مطابق سو ارب سے زائد ہے۔ یہ سب اللہ

تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کو خدا کا کلام یقین رکھتے ہیں۔ تمام انبیاء جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے۔ ان کی نبوت اور صداقت کا اقرار کرتے ہیں۔ قیامت کی آمد کے قائل ہیں۔ عملی طور پر غافل و کاہل سہی لیکن احکام خداوندی اور ارشادات نبوی کے برحق ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ ضروریات دین میں سے ہر حقیقت پر ان کا ایمان ہے اور امت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ایسے بندگان خدا بھی ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں جو شریعت پر پوری طرح کاربند عبادت کے شوق سے پابند رہے ہیں ان کے اخلاص و للّٰہیت پر فرشتے رشک کرتے ہیں اور ان کے کارہائے نمایاں پر خود ان کے خالق کو ناز ہے۔

اسی پاک امت میں آ کر مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ ان کی آمد سے پہلے تو یہ سارے کے سارے مسلمان تھے۔ چاہے عمل میں کئی کوتاہیاں ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن کم از کم نعمت ایمان سے تو وہ بہرہ ور تھے۔ اب حقیقت حال یہ ہے کہ پچاس سالہ کوششوں کے باوجود چند لاکھ کی نفری نے مرزا جی کو نبی مانا اور باقی سو ارب نے ان کو دجال اور کذاب قرار دیا۔ نبی کو ماننا اسلام ہے اور انکار کفر ہے۔ مرزا صاحب نے اپنا مبارک قدم جب دنیائے اسلام میں رکھا تو یہ ہوا کہ سارے کے سارے مرتد قرار پائے اور اسلام سے محروم ہو کر کفر میں مبتلا ہو گئے۔ صرف گنتی کے چند آدمی مسلمان باقی رہے۔ ان میں بھی غالب اکثریت بلیک مارکیٹ کرنے والوں، رشوت لینے والوں، اقربا نوازی اور مرزائیت پروری کی قربان گاہ پر لاکھوں حق داروں کے حقوق بھینٹ چڑھانے والوں کی ہے۔ ان میں اکثر بے نمازی، داڑھی منڈے اور آوارہ مزاج لوگ ہیں۔ ہر قسم کی رذیل حرکتیں کرنے والوں کا ایک لشکر جرار ٹھاٹھیں مارتا ہوا آپ کو نظر آئے گا۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ دنیائے اسلام کے لئے عملی طور پر مرزا صاحب کی آمد برکت کا باعث بنی یا نحوست کا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو پسند نہیں کرتی کہ مرزا صاحب کو سچا نبی بنا کر بھیجا جائے تاکہ

اسلام کے سارے ہرے بھرے پیڑ اپنے خشک ساتھیوں سمیت، پھول، رنگین اور مہکتے ہوئے پھلوں سمیت اکھاڑ کر پھینک دیے جائیں اور چند خاردار جھاڑیوں کے جھرمٹ پر "گلشن اسلام" کا بورڈ آویزاں کر دیا جائے۔ متقیوں، پرہیزگاروں، عالموں اور عاشقوں کی امت پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے اور چند راج صفت طالع آزما افراد کو مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے۔

مرزا صاحب کے امتی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہم دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام پہنچا رہے ہیں ہماری کوششوں سے یورپ میں اتنی مسجدیں تعمیر ہو گئیں اتنے لوگوں کو ہم نے کلمہ پڑھایا

گزارش ہے کہ تم تو مرزا صاحب کو اس لئے نبی کہتے ہو کہ انہوں نے چند کافروں کو کلمہ پڑھایا۔ امت کے اولیاء کرام کے زمرہ سے آپ کو ایسے ایسے مبلغ دکھاتے ہیں جنہوں نے ہزاروں لاکھوں کافروں کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔ خواجہ خواجگان سلطان الہند معین الحق والدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لاکھوں مشرکوں کے زنار توڑے اور ان کی پیشانیوں کو بارگاہ رب العزت میں شرف سجود بخشا۔ داتا گنج بخش ہجویری نے اس کفرستان میں راوی کے کنارے پر توحید کا جو پرچم گاڑا تھا وہ آج بھی لہرا رہا ہے اور لاکھوں خفتہ بختوں کو خواب غفلت سے جگا رہا ہے۔ مشائخ چشت اور دیگر اولیاء کرام نے اسلام کی جو تبلیغ کی اور جو فرشتہ صفت مرید بنائے ان کے مقابلہ میں ساری امت مرزائیہ کی تبلیغی کوششوں کی نسبت سمندر اور قطرہ کی بھی نہیں۔ ان کارہائے نمایاں کے باوجود ان حضرات نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا نہ مہدویت کا نہ مسیحیت کا نہ ظلی کا نہ بروزی کا بلکہ اپنے آپ کو غلامان مصطفیٰ ہی کہا اور اسی کو اپنے لئے باعث صد افتخار اور موجب سعادت دارین سمجھا۔

مرزا قادیانی کو اپنی نبوت تک پہنچنے کے لئے بڑا دور کا چکر کاٹنا پڑا سب سے پہلے آپ کی کمند

نظر یہاں آ کر رکی کہ یہ تو احادیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم آئیں گے۔ میں کیوں نہ اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا شروع کر دوں تاکہ مجھے لوگ مسیح مان لیں لیکن اس میں مشکل یہ پیش آئی کہ حضرت مسیح تو زندہ ہیں ان کی زندگی میں میں مسیح کیسے بن سکتا ہوں۔ خیال آیا کہ پہلے مسیح کو مردہ ثابت کروں جب وہ مردہ قرار پا گئے تو میرے لئے میدان صاف ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا سارا زور وفات مسیح علیہ السلام ثابت کرنے پر لگا دیا۔

بے شک رحمت عالم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ جن احادیث میں نزول مسیح کے متعلق تصریح کی گئی ہے وہ اس کثرت سے مروی ہے کہ معنوی طور پر وہ درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ آئیے آپ بھی ان احادیث کی جھلک ملاحظہ کیجئے۔ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ نبی برحق نے کوئی مبہم پیش گوئی نہیں کی۔ کسی ایسے مسیح کی آمد کی اطلاع نہیں دی جس کی پہچان نہ ہو سکے اور جس شاطر کا جی چاہے وہ آنے والا مسیح بن بیٹھے۔ بلکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس کا نام بتایا اس کی والدہ کا نام بتایا اس کے لقب سے خبردار کیا اس وقت اور مقام کی نشاندہی کی جس وقت اور جس مقام پر وہ نزول فرمائے گا جو کارہائے نمایاں وہ انجام دے گا اس کی تفصیل بیان فرما دی اور اس کے مدفن کا بھی مقام عطا فرما دیا اور اس کا حلیہ بھی بیان کر دیا۔ اب اگر وہ احادیث صحیح ہیں جن میں حضرت عیسیٰ کی آمد کی خبر دی گئی ہے تو ان تفصیلات کو بھی من و عن صحیح اور حق تسلیم کرنا پڑے گا جو ان کے متعلق بتائی گئی ہیں اور اگر کوئی شخص ان تفصیلات کو ماننے سے انکار کر دے گا تو پھر اسے ان تمام احادیث کو بھی ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا جن میں ان کی آمد کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ تحقیق اور انصاف کا یہ کیسا معیار ہے کہ ایک روایت کی مفید مطلب آدھی بات تو مان لی اور اسی روایت کی دیگر تفصیلات کو نظر انداز کر دیا۔

ان کثیر التعداد احادیث میں سے چند احادیث جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

نزول کا ذکر ہے۔

پہلی حدیث جسے امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب حدیث میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم عادل حاکم کی حیثیت سے پھر وہ صلیب کو توڑ دالیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا (اور دینداری کا یہ عالم ہوگا) کہ اپنے پروردگار کی جناب میں ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

امام بخاری نے کتاب الاسلام باب کسر الصلیب میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تک عیسیٰ بن مریم کا نزول نہ ہو۔

مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت ابی ہریرہ سے منقول ہے۔

حضور علیہ السلام نے خروج دجال کے ذکر کے بعد فرمایا۔ اس اثناء میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے صفیں درست کر رہے ہوں گے اور نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور مسلمانوں کی امامت کرائیں گے اور دشمن خدا دجال ان کو دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے اگر آپ اس کو اپنی حالت پر بھی چھوڑ دیں تو وہ از خود پگھل کر مر جائے مگر اللہ تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھ سے قتل کرے گا اور آپ اپنے نیزے میں اس کا خون لگا ہوا لوگوں کو دکھائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور ان (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ ان کا قد درمیانہ ان کی رنگت سرخ و سپید دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے

ہوں گے۔ ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا اب ان سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے۔ صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ خنزیر کو مار ڈالیں گے۔ جزیہ ختم کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے علاوہ تمام ملتوں کو ختم کر دے گا اور وہ (مسیح) دجال کو قتل کر دیں گے اور وہ زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے پھر وہ وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

(ابو داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال، مسند احمد مرویات ابی ہریرہ)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا کہ حضور تشریف لائیے اور امامت فرمائیے۔ تو آپ فرمائیں گے نہیں تم میں سے بعض دوسروں کے امیر ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کی تکریم کے طور پر ہے۔

(مسلم بیان نزول عیسیٰ علیہ السلام بن مریم، مسند احمد مرویات جابر بن عبداللہ)

حضرت نواس بن سمعان نے دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ اس اثناء میں اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے مشرقی حصہ میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے پروں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو یوں محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے ڈھلتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی اور وہ ان کی حد نظر تک جائے گی وہ زندہ نہ بچے گا۔ پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور لد کے دروازے پر اسے جا کر پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔

(مسلم ذکر الدجال، ابو داؤد کتاب الملاحم، ترمذی ابواب الفتن)

حضور نبی کریم ﷺ کے غلام ثوبان سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا میری امت کے دو

لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچالیا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا دوسرا وہ جو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگا۔

(نسائی کتاب الجہاد مسند احمد مرویات ثوبان)

آپ نے ان احادیث کا مطالعہ فرمایا۔ ان میں مسیح موعود کا حلیہ' نام' والدہ کا نام' مقام اور وقت نزول' آپ کے کارہائے نمایاں سب کے سب مذکور ہیں۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے' اس کا نام بھی عیسیٰ نہیں' حالانکہ ہزاروں مسلمان اس نام کے موجود ہیں۔ اس کی والدہ کا نام بھی مریم نہیں' حالانکہ ہزاروں مسلمان عورتیں اس نام کی اب بھی ہیں اور خود قادیان میں اس نام کی کئی لڑکیاں ہوں گی۔ صلیب کو توڑنا' خنزیر کو قتل کر کے عیسائیت کو نیست و نابود کرنا تو کجا میاں جی ساری عمر عیسائی حکومت کے معمولی ٹیک بنے رہے اور اس کی خیرات پر پلتے رہے اور اس کی اسلام کش سرگرمیوں پر تعریف و توصیف کے قصیدے لکھتے رہے۔ ساری دنیا کو دار السلام بنا کر جزیہ ختم کرنا تو بڑی دور کی بات تھا خدائے مصطفے نے یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ قادیان کا خطہ پاکستان کا حصہ بنے۔ اب بھی جو لوگ انہیں مسیح موعود مانتے ہیں۔ ان کی نادانی قابل صد افسوس ہے۔

تبصرہ قادری: اس جامع ترین تبصرے کے بعد ہمارے قارئین کرام کو یہ جاننا مشکل نہیں رہا کہ مرزا پہلے مدعی مجددیت و مہدیت ہوا پھر مدعی مسیحیت و عیسویت ہوا اور بالآخر بروزی و ظلی نبوت کا اظہار اور دعویٰ اور طرح طرح سے ختم نبوت کے متفق علیہ عقیدے پر کاری ضربیں لگاتا رہا لیکن یہ جان کر آپ حیران و سرگرداں رہ جائیں گے کہ دنیا بھر میں چلت پھرت کے ذریعے تبلیغ دین کا ڈھنڈورا پیٹنے والی تبلیغی جماعت کے نام نہاد مبلغین کے پیشوا اور دیوبند کے بڑے بڑے گرو گھنٹالوں نے ہمیشہ اس مرزا ملعون کی تائید کی بلکہ مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس میں خاتم النبیین کی جو من گھڑی ہوئی تحریف مرزا کے اعلان نبوت

کا ذریعہ بنی اور پھر اس کے بعد دیوبند کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی اور دیوبندیوں کے ملک وہابیوں کے خصوصی حکیم صاحب اشرف علی تھانوی جنہوں نے قوم کی معصوم بنات حوا کو بہشتی زیور کے نام سے بے حیائی کا علم تحفہ دیا ہے۔ یہ دونوں ساری زندگی قادیانی دجال کو مرد صالح اور مسلمان شمار کرتے رہے اور اس کے کفریات کی تاویلات اور اپنے کفریات کی تحریرات میں عمریں برباد کر کے سوئے جہنم سدھارے اور تبلیغی گھنٹوں کا وبال چھوڑ گئے۔

قارئین کرام: تبلیغی جماعت کے ہمنوا قادیانیوں کے بارے میں آپ نے جسٹس کرم شاہ ازہری کا تبصرہ ملاحظہ کیا اب آپ جناب محمد حیات خان کا قادیانیت پر شاندار تبصرہ ملاحظہ کیجئے۔

مذہب اسلام کے دو بنیادی اصول اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اعتقاد رکھنا ہیں' اسلام نے آکر بنی آدم کو بتایا کہ اصل مستحق عبادت کون و مکان کا پروردگار اور مالک و حاکم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور جو ضابطہ حیات آپ نے دنیا کے سامنے کتاب و وحی الٰہی کے ذریعہ پیش کیا وہی صحیح اور درست ہے اور انسانوں پر لازم ہے کہ اپنی فلاح کے لئے اس پر عمل کریں' تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے عروج ظاہری و باطنی کا راز ان دو بنیادی اصولوں پر عمل کرنے ہی میں مضمر تھا مخالفین اسلام اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے چنانچہ مسلمانوں کو نیچا دکھانے کیلئے انہوں نے جو قدم اٹھایا' ان میں سب سے پہلا انہی دو اصولوں کو ہدف بنانا تھا پہلے اصول کی مخالفت میں تو انہیں چنداں کامیابی حاصل نہ ہو سکی کیونکہ اس اصول کے متعلق تبلیغ اسلام کا اثر ہمہ گیر ہو چکا تھا اور انسانی ذہن اس حد تک نشوونما پا چکا تھا کہ معبودان باطلہ اور معبود حقیقی میں تمیز کر سکے اسے معبود حقیقی پر ایمان رکھنے سے ہٹا کر معبودان باطلہ کی طرف لانا کوئی آسان کام نہ تھا اندریں حالات

مخالفین نے اپنی تمام تر کوششیں اس بات پر مرکوز کردیں کہ اسلامی ایمان کے دوسرے ستون یعنی رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متزلزل کیا جائے اور جو والہانہ عقیدت اور محبت مسلمانوں کو آپ ﷺ کی ذات مبارک سے تھی اس میں جس طرح بھی ہو سکے کمی کی جائے ان کا یہ خیال بھی کہ اس محاذ پر کامیابی سے انہیں اول الذکر اصول پر خود بخود کامرانی حاصل ہو جائے گی کیونکہ دنیا کو اس اصول سے متعارف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے ہی کروایا تھا اور آپ ﷺ کی رسالت کے اصول سے متزلزل ہو اور توحید کے اصول سے ہٹ جانا گویا لازم و ملزوم تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد کاذب نبیوں کی ایک کثیر جماعت نے جزیرہ عرب میں سر اٹھایا مگر خلیفہ اول کے بروقت اور سخت اقدامات کی وجہ سے ان سب کی سرکوبی ہوئی اور کوئی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اس کے بعد اگرچہ انفرادی طور پر مدعیان نبوت پیدا ہوتے رہے مگر زمانہ پر کوئی معتدبہ اثر ڈالے بغیر دنیا سے اٹھ جاتے رہے منظم طریقہ سے اس اصول پر حملہ آرائی تقریباً مفقود رہی تا کہ تیرہویں صدی ہجری میں مسلمانوں کا ظاہری و باطنی تنزل تیزی سے شروع ہوا اور اس کے برعکس دوسرے عقائد والی قومیں مادی لحاظ سے ابھرنا شروع ہو گئیں اور رفتہ رفتہ تمام دنیا پر چھا گئیں اپنے اس ارتقا کی وجہ سے انہیں اسلام کے اصولوں پر کاری ضرب لگانے کے مواقع میسر آ گئے کیونکہ مادی انحطاط کے ساتھ ساتھ مسلمان ذہنی انحطاط کا بھی شکار ہو چکے تھے اور مخالفین کو اپنے عزائم میں کامیاب ہونے کا اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا تھا۔

مسلمانوں کے اس دور انحطاط میں سرزمین ہند میں حکومت برطانیہ کے زیر اثر اس فتنہ نے سر اٹھایا جو بعد میں قادیانیت اور مرزائیت کے نام سے مشہور ہوا یہاں پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس فتنہ کے متعلق مختصر سا تعارف ہدیہ ناظرین کیا جائے تا کہ اس بات کا صحیح اندازہ ہو سکے کہ اس فتنہ سے دنیائے اسلام کس وجہ کے ذہنی اور دینی تفرقہ کے خطرہ عظیم سے

دوچار ہوئی۔ علمائے وقت نے اس فتنہ کو فرو کرنے میں کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا اور اس میں حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف کا کردار کتنا اہم اور عظیم الشان تھا۔

یہ تحریک قادیانیت حکومت برطانیہ کی سرپرستی میں شروع ہوئی اور اس کا اصل مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نشانہ بنا کر مسلمانوں کے دلوں سے آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو نکالنا اور دین اسلام کے ارشادات اور ان کے مطالب میں اس طرح کا رد و بدل کرنا تھا کہ مخالفین کو اپنے عزائم کی تکمیل میں امداد مل سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ کے بعد رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا تھا آپ ﷺ مسلمہ طور پر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی شریعت اس دنیا کے لئے خدا کی آخری شریعت ہے اس شریعت میں اتنی وسعت رکھی گئی ہے کہ قیامت تک کے لئے پیش آنے والے انسانی مسائل کا حل اس میں موجود ہے آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی خبر قرآن کریم میں نہایت وضاحت اور غیر مبہم الفاظ میں دی گئی ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں (احزاب ۴۰)

اور متعدد احادیث مبارکہ سے اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً صحیح مسلم میں بروایت سعد رضی اللہ عنہ حدیث طویل کے ضمن میں مذکور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میرے ساتھ ایسے ہو جیسے موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن نبوت کا لقب تمہیں نہیں مل سکتا میرے بعد نبوت نہیں۔

مسلمانوں کے سارے مکاتب فکر ختم نبوت کے مسئلہ پر اس وقت تک کامل متفق تھے جب تک بانی قادیانیت نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اس کی ابتداء بھی اس نے

عجیب انداز میں کی قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کے سلسلہ میں بیان کر
ہے کہ ان کو یہودیوں نے سولی پر چڑھا دیا اور یہ سمجھ لیا کہ وہ وفات پا گئے مگر وہ غلطی پر تھے
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا یہ تذکرہ سورۃ النساء میں ان الفاظ میں
ہے۔

اور وہ کہتے ہیں ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہیں قتل
کیا اور نہ ہی صلیب پر چڑھایا مگر اس کی شبیہ کو اور جو اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ بھی
بے خبر ہیں ان کے پاس سوائے ظن کے اور کوئی دلیل نہیں انہوں نے ہرگز اسے قتل نہیں کیا
بلکہ اللہ نے اسے اپنے پاس اٹھا لیا اور خدا غالب ہے حکمت والا۔ (النساء ۱۵۷۔۱۵۸)

صحیح مسلم کی احادیث مقدسہ میں آثار قیامت کے بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ایسے ارشادات موجود ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت سے کچھ عرصہ پہلے دنیا
میں شر و فسادات بے انتہا ہو گئے اور دجال نامی ایک شخص کا ظہور ہوگا جو اپنے جادو
اور شیطانی قوتوں کی امداد سے ایک وسیع قطعہ زمین پر قبضہ کر لے گا اور ایمان رکھنے والوں
پر دائرہ حیات تنگ کر دے گا اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرق میں سفید
منار کے قریب آسمان سے اتریں گے اس حال میں کہ آپ کے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے
کندھوں پر ہوں گے آپ آ کر دجال کو قتل کریں گے اور دنیا میں اسلام ایمان اور امن کا بول
بالا کریں گے اور پھر سات سال یہاں زندہ رہنے کے بعد وفات پا کر مدینہ شریف میں حرم
پاک میں دفن ہوں گے آپ کے ظہور سے پہلے بنی فاطمہ میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس
کا نام محمد ہوگا اور لقب مہدی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے وقت ان کا استقبال
کرے گا اور پہلی نماز یہ حضرات ظہر پڑھیں گے اس میں وہ عیسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں
دنیا کفر و الحاد کے اثرات سے پاک کرنے میں امداد دے گا۔

چونکہ ان احادیث مبارکہ میں کوئی سال کا تعین نہیں ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے وصال کے بعد کئی ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ
کیا مگر اس کے کردہ کسی عیسیٰ علیہ السلام کا استقبال کرتے جبکہ وہ خود اس دنیا سے اٹھ جاتے
رہے بانی قادیانیت نے ان مدعیان سے ذرا مختلف طریقہ اختیار کیا سب سے پہلے اس نے
علمائے سلف کے اس عقیدہ کو غلط بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور
وہی پھر زمین پر واپس آئیں گے اس کے نظریہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں
انتقال فرما گئے تھے اور قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والا شخص محض مثیل مسیح ہوگا اس نظریہ
کی اشاعت کے ساتھ ہی اس مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کر کے خود کو مسیح موعود قرار دے دیا اس
اعتبار سے وہ ظلی نبوت کی طرف بڑھے اور بالآخر اپنے اصلی نبی ہونے کا اعلان کر کے
امت مسلمہ کے اس اعتقاد پر ضرب لگائی جس سے وہ تیرہ سو سال سے متفق تھی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نہیں آئے گا۔

اب مرزا صاحب کے اس ارتقائے روحانی اور ان کی تعلیمات کی تفصیل ادھر لا دی جاتی
ہے۔

بانی قادیانیت اور اس کی ابتدائی زندگی

تحریک قادیانیت کے بانی کا نام مرزا غلام احمد تھا وہ برٹش انڈیا میں صوبہ پنجاب کے
ضلع گورداسپور کے موضع قادیان میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔ اس کے والد کا نام غلام مرتضیٰ
تھا جو سمرقندی مغل گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ان کا پیشہ طبابت اور زمینداری تھا مرزا غلام
احمد علوم مروجہ عربی فارسی اور طب کی تحصیل سے فارغ ہو کر ۱۸۶۴ء میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ
کے دفتر میں بطور اہلمد قریباً چار سال ملازمت کرتا رہا بعدہ ملازمت چھوڑ کر اپنے والد
کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا ساتھ ساتھ مذہبی کتب کا مطالعہ بھی جاری رکھا اور مذہبی مناظرات
وغیرہ میں حصہ لیتا رہا جہاں تک معلوم ہو سکا ہے اس کے آباؤ اجداد حنفی المذہب مسلمان
تھے اور خود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں انہی کے قدم بہ قدم چلتا رہا اس وقت

تک مرزا صاحب کے وہ عقائد وہی تھے جو ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان کے ہونے چاہئیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے بھی اسی قدر قائل تھا جیسے دیگر مسلمان ان ایام میں مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی اور نزول کے عقیدہ پر بھی ایمان رکھتا تھا۔

مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اپنے سیاسی بالادستی کھو بیٹھنے کی وجہ سے مسلمان سخت ذہنی پریشانی اور مایوسی کا شکار ہو چکے تھے وہ اپنے اضمحلال سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ہر طرف منتظر آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کب کوئی مرد میدان آ کر انہیں اس ابتلاء سے نجات دلائے اس تذبذب اور اضطراب کے زمانہ میں مسلمانوں کے ذہن پر جو ہیجانی کیفیت طاری تھی مرزا صاحب کو ان کے رفیق حکیم نورالدین نے اس سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ دیا ان کا خیال تھا کہ اگر وہ خود کو مثیل مسیح کا لبادہ اوڑھ کر قوم کے سامنے پیش کریں تو ساری قوم دل وجان سے ان کا خیر مقدم کرے گی اور وہ احیائے ملت کے لئے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے سکیں گے۔

مرزا صاحب نے اپنے مددگار حکیم نورالدین کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے سب سے پہلے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا۔

مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں، وہ مذہب تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے

(اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم مولفہ میر قاسم علی قادیانی)

مثیل مسیح سے مسیح موعود

مرزا صاحب اپنے اس دعوے مثیل مسیح پر زیادہ عرصہ قائم نہ رہے بلکہ اس سے ایک قدم

آگے بڑھے اور سب سے پہلے حیات مسیح کے عقیدہ کو غلط بتا کر وفات مسیح کا اعلان کیا اور پھر اپنے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا اعلان ان الفاظ میں کیا۔

میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح ہوں جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں اور وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا (تحفہ گولڑویہ)

اب ان اعلانات کے بعد احادیث نزول مسیح کے مختلف پہلوؤں کو اپنی ذات پر درست ثابت کرنے کیلئے مرزا صاحب نے استعارہ اور تاویل سے کام لیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مسلم کی احادیث کے مطابق مسیح موعود کی تشریف آوری ان حالات میں ہوتی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ملک شام یعنی دمشق میں شرقی منارہ پر ہوگا۔

نزول کے وقت وہ زرد رنگ کی چادریں پہنی رنگی ہوں گی

مسلمانوں کا امام ان سے نماز پڑھانے کی درخواست کرے گا تو فرمائیں امامکم (تمہارا امام تمہارے تم میں سے ہے) اور صحیح اور متواتر احادیث سے واضح ہے کہ یہ امام حضرت مہدی علیہ السلام ہونگے جو بنی فاطمہ میں سے ہونگے۔

مرزا صاحب نے ان شرائط کی تکمیل اپنی ذات کے متعلق کی اور اپنی مسجد کو مسجد اقصیٰ اور اپنی ذات کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل ظاہر کیا۔

مسیح موعود ہونے تک

مرزا صاحب اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے پر تقریباً دس سال قائم رہے اور ختم نبوت کے معروف اسلامی نظریہ کو جس کے وہ خود بھی معتقد رہے تھے غلط قرار دے کر نومبر ۱۹۰۱ء میں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔

اپنے اس دعویٰ کے بعد مرزا صاحب کچھ عرصہ تک اپنے آپ کو ظلی نبی ظاہر کرتے رہے ان کے کہنے کے مطابق اگرچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ

کھلا تھا مگر نبوت صرف آپ ﷺ کے فیضان سے ہی مل سکتی تھی نہ کہ براہ راست جیسا کہ پہلے زمانہ میں ہوا کرتا تھا یعنی آپ ﷺ کے بعد ایسے انبیاء پیدا ہوں گے جن کی نبوت کی تصدیق آپ ﷺ اپنی مہر سے فرمائیں گے ان انبیاء کی نبوت کا معیار آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا اور آپ ﷺ کی شریعت کو قائم کرنا ہوگا۔

مگر رفتہ رفتہ اسی طرح عمل رہنے کے بعد مرزا صاحب آخر اس منزل پر پہنچ گئے جس کے تصور سے کاملین بھی کانپتے تھے یعنی انہوں نے مستقل صاحب شریعت نبی اور خاتم الانبیاء ہونے کا دعویٰ کر دیا اور ان کے شہوریہ قلم نے اس ادب گاہ کو بھی پھلانگ جانے کی جسارت کی جس کے نزدیک پھٹکنے سے نہ صرف جبرائیل علیہ السلام کے پر جلتے تھے بلکہ مشائخ عظام کو آزادی سے سانس تک لینے کی جرأت نہ تھی۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اپنی تصنیف حقیقۃ الوحی میں قرآن کریم کی وہ آیات جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی تھیں انہیں اپنی طرف منسوب کر کے اپنی ذات کو ان کا مصداق ظاہر کیا۔

مستقل نبوت کا لبادہ اوڑھنے کے بعد یہ ضروری تھا کہ اس کے دیگر لوازمات بھی سامنے لائے جاتے چنانچہ مرزا صاحب نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے اور وحی سے کہیں زیادہ الہامات تھے جو مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کے ثبوت کے لئے پیش کئے مرزا صاحب کے بہت سے الہامات پیشگوئیوں کی شکل میں ہیں جنہیں وہ اپنی صداقت کا معیار اور نشان قرار دیتے رہے۔

مرزا صاحب اور قرآن و حدیث

ظلی نبی بنے اور صاحب وحی و الہام ہونے کے دعویٰ کے بعد مرزا صاحب نے اپنی

توجہ قرآن و حدیث کی طرف بڑھائی تاکہ ان میں اپنے مقصد کے حصول کے لئے ضروری ردوبدل کیا جاسکے چنانچہ ان کے خدا نے مجھے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے اور مجھے بتلایا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی اور قرآن کے صحیح معنوں سے مجھے اطلاع بخشی ہے (اربعین نمبر۳)

اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے (تحفہ گولڑویہ)

قرآن و حدیث کے مطالب کو بدل ڈالنے کے اس خود ساختہ اختیار کو مرزا صاحب نے مسلمانوں سے ہر مسئلہ پر اختلاف کھڑا کرنے کے لئے استعمال کیا اور نہ صرف امت محمدیہ کے مذہبی عقائد اور دینی نظریات ہی سے الگ ہوئے بلکہ اس کی اکثر و بیشتر قومی اقدار اور ملی تقاضوں سے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔

اگر وہ تمام مسائل یہاں بیان کئے جائیں جن میں مرزا صاحب نے امت مسلمہ سے اختلاف کیا تو اس کے لئے کئی جلدیں درکار ہوں گی ان میں سے مختصر صرف چند ایک بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ نزول ملائکہ

مرزا صاحب نے فرشتوں کو ارواح کواکب قرار دیا ہے ایام الصلح میں تحقیق فرمایا کہ فرشتے اگر زمین پر نازل ہوں تو آسمان سے ستارے گر جائیں۔

۲۔ روح انسانی

بمطابق قرآن روح عالم امر سے ہے اور عالم امر ان موجودات کا نام ہے جو حس اور خیال اور جہات اور مکان سے ماوراء ہیں لیکن مرزا صاحب نے اپنی تقریر جلسہ مذاہب لاہور منعقدہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۶ء میں انسانی روح کے متعلق تحریر کیا ہے ہم روز مشاہدہ کرتے

ہے کہ گندے زخموں میں ہزار ہا کیڑے پڑ جاتے ہیں سو یہی بات سچ ہے کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کے اندر ہی پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے اور جس کا خمیر ابتداء سے نطفہ میں موجود ہوتا ہے۔

۳۔ یوم الدین کے متعلق کہا

اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے زمانہ کا نام یوم الدین رکھا کیونکہ اس زمانہ میں دین کو زندہ کیا جائیگا۔

حالانکہ قرآن حکیم میں جگہ جگہ یوم الدین کے معنی روز قیامت کے لئے گئے ہیں۔

۴۔ جہاد بالسیف

مرزا صاحب نے اس زمانہ میں جبکہ عیسائی حکومتیں مخصوصاً انگلستان، فرانس اور روس اسلامی سلطنتوں کو تہ و بالا کر رہی تھیں جہاد بالسیف کو تمام مسلمانوں پر حرام قرار دیا اور اہل اسلام احادیث کے حوالے سے جس مہدی اور مسیح کے منتظر تھے انہیں خونی مہدی اور خونی مسیح کہا (تبلیغ رسالت جلد نہم)

۵۔ معراج جسمانی

مرزا غلام احمد ازالہ اوہام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ معراج (معاذ اللہ) اس جسم کثیف سے نہ تھی بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اور اس قسم کی کشفوں میں مؤلف (یعنی مرزا صاحب) خود صاحب تجربہ ہے۔

۶۔ احترام انبیاء

عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کئی طرح کے نازیبا کلمات استعمال کئے اور مسلمانوں سے کہا کہ میں عیسائی پادریوں کے مقابلے میں ان کے یسوع مسیح کے متعلق بات کر رہا ہوں جو ایک معمولی اور فرضی شخصیت ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کے متعلق بات کرتے تو بھی انداز گفتگو کچھ زیادہ مختلف نہ ہوتا (دافع البلاء مؤلفہ مرزا صاحب)

۷۔ آل نبی کا احترام

مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات اور اشتہارات میں جا بجا اپنے آپ کو آل نبی وارث رسول اللہ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی بیٹا ثابت کرنے کی اور اس ضمن میں آل محمد صلی اور خونی رشتہ کو مقابلۃً کم مرتبہ و کم پایہ دکھانا چاہا۔

۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے متعلق قادیانیوں کی زبان درازی

مرزا صاحب کے اپنے ارشادات در بارۂ آنحضرت، اہل بیت اور صحابہ کرام اس قدر گندے ہیں کہ انہیں مصلحتاً یہاں درج نہیں کیا جاتا۔

تمام امت محمدیہ پر کفر کا فتویٰ

مرزا صاحب کے بتدریج ارتقائے نبوت کی داستان مختصراً اوپر بیان کی جا چکی ہے احادیث مقدسہ کے مطابق مسیح موعود کے ظہور کے بعد تمام دنیا کے انسانوں نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنا تھا جن میں عیسائی یہودی اور تمام دیگر عقائد رکھنے والے انسان بھی شامل ہونے تھے مگر مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ ان کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی تعداد بہت کم ہے تو انہوں نے اپنے تمام نہ ماننے والوں کو کافر قرار دے دیا۔ فرمایا۔

خدائے تعالیٰ نے میرے اوپر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ہے۔

(ارشاد مرزا صاحب مندرجہ رسالہ الذکر الحکیم نمبر ۴)

قادیانیت کے پس پردہ کارفرما قوتیں

یہ اندازہ لگانا کہ مرزا صاحب کی تحریک کے پس پردہ وہ کون سی اسلام دشمن قوتیں کارفرما تھیں مشکل نہیں ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزی حکومت ہندوستانی

مسلمانوں سے بڑھ کر ہو سکتی تھی کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر ان کی خاص نظر عنایت تھی مرزا صاحب نے دیگر مسلمانوں (علما اور طلباء) کے خلاف قسم قسم کی درخواستیں اور محضرنامے حکومت کو ارسال کئے جن سے یہ بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے خاص حاشیہ بردار تھے۔

اور جب دیکھا کہ آزادی ملک اور حصول اقتدار کی دوڑ میں ہندو مسلمانوں کے ساتھ برسرپیکار ہیں تو اپنی جماعت کے حق میں ہندوؤں کو ہموار کرنے کے لئے ان کی پیشواؤں اور رشی منیوں کی تعریف میں لکھنا اور لیکچر دینا شروع کر دیا اور اپنی کتاب شہادت القرآن میں حکومت برطانیہ کی اطاعت کو نصف الاسلام قرار دیا۔

مرزا صاحب کے دعاوی کا امت مسلمہ پر رد عمل

مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ وہ ایک ازلی ابدی عالمگیر ملت بیضا کا رکن ہے جس میں بے شمار انبیائے کرام مبعوث ہوئے اور جناب محمد عربی ﷺ اس کے آخری نبی اور رسول ہیں ان کے دین میں چار چیزیں حجت ہیں کتاب اللہ، حدیث نبوی، اجتہاد و سلف امت جو بات ان چاروں کے میزان پر حق ثابت ہو ان کے لئے وہی حق ہے اور جو باطل ہو وہ باطل۔ مرزا کی نبوت اس میزان پر حق ثابت نہیں ہوتی تھی اس لئے اسے ماننا مسلمان کے لئے ممکن نہ تھا۔

مسلمان کو یہ بھی معلوم تھا کہ نبوت ایک بہت ہی ارفع و اعلیٰ چیز ہے اور محض چند پیشین گوئیوں کی صداقت میزان ایمان نہیں ہو سکتی نبوت کا دعویٰ کر دینا آسان ہے مگر اس کے معیار پر پورا اترنا آسان نہیں خصوصاً جب دعویٰ اس فخر انبیاء کے بروز ہونے کا ہو جس کی تعریف میں خدا خود رطب اللسان ہے اور جس کے زہد و اتقاء ایثار و عبادات و مجاہدات اہل خانہ اور عوام الناس کے ساتھ حسن سلوک اور زندگی کے دیگر حسین پہلوؤں کا بیان ۱۴ سو سال سے بھی مکمل نہیں ہو سکا اس ذات عالی کے ساتھ مرزا صاحب کا موازنہ کرنا ہی گستاخی ہے۔

اس کے برعکس مرزا صاحب کا فرمان تھا کہ وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے اور وہ خود خدا کے رسول اور نبی ہیں کتاب اللہ کے وہی معنی درست ہیں جو انہیں وہ درست کہیں حدیث نبوی کے جس حصہ کو وہ چاہیں لے لیں اور جسے چاہیں رد کر دیں اجتہاد و سلف ختم ہے کیونکہ نبی (یعنی وہ خود) آ گئے ہیں اور اجماع امت کے نام کی بھی کوئی چیز نہیں رہی کیونکہ "خدا تعالیٰ ان سے کلام فرماتا تھا اور انہیں اپنی کتاب کی صحیح مفہوم اور حدیث کے صحیح یا غلط ہونے پر مطلع کرتا ہے اس حقیقت کے وہ خود شاہد ہیں اور جو شخص ان کی شہادت پر ایمان نہیں رکھتا اور ان سے بیعت نہیں کرتا وہ خارج از اسلام ہے۔

مرزا صاحب کے ان فرمانوں کو مان لینے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ امت خیر الرسل ﷺ کا اپنا ایمان اپنی اصل اور اپنا وجود بالکل ختم ہو جاتا ان کے علوم و فنون، مقدس اقدار، تاریخی شخصیتیں، ثقافت اور اس کا نظام و معاشرہ سب مٹ جاتے اس کی عقیدت اور فکر کا مرکز یکسر بدل جاتا جناب ختمی مرتبت ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ جاتی قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تاویل فقہ اور اجماع کا استدلال اور استنباط اس نہج پر چل نکلتے جو اسلامی روایات اور روح امت اور امت کے احساس عمومی کے خلاف ہی نہیں بلکہ انسانیت کے احساس عمومی کے بھی برعکس ہوتا نہ صرف یہ بلکہ امت اسلامیہ اس تحریک قادیانیت کے محسن برطانوی حکومت کے استعمار کی محض مشین بن کے رہ جاتی۔

تبصرہ قادری: الحمدللہ علی احسانہ اس فتنۂ قادیانیت کے رد میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان محدث بریلی اور دیگر علماء اہلسنت کمربستہ رہے ان حضرات میں سے خاص طور پر آفتاب گولڑہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان، مولانا غلام دستگیر حنفی قصوری، مفتی غلام قادر حنفی بھیروی، قاضی فضل احمد حنفی لدھیانوی، مولانا فیض الحسن حنفی سہارنپوری، علامہ اصغر علی حنفی لاہوری وغیرہم قابل ذکر ہیں انہوں نے تحریری و تقریری

طور پر دور مرزائیت میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں جس پر امت مسلمہ ہمیشہ فخر محسوس کرتی رہیں گی اس کے برعکس تمام نہاد تبلیغی جماعت کے اکابر (خصوصاً دیوبند) ہیں مولوی رشید احمد گنگوہی اشرف علی تھانوی اور اس کا خلیفہ عبدالماجد دریا آبادی وغیرہ قادیانی دجال کو مرد صالح مانتے رہے اور اسکے صریح کفریات میں اپنی عادت کے مطابق تاویلات فاسدہ کرتے رہے اس دور سے علماء اہلسنت مولوی رشید احمد گنگوہی سے مباحثہ کرتے رہے اور تھانوی نے تو قادیانی دجال کے صریح کفریات پر پردہ ڈالنے کیلئے "الصالح الاحکام الطبیہ" لکھ ڈالی اس کی تفصیل کیلئے "عقیدہ ختم نبوت کا مقدمہ دیکھیے" الغرض اس دجال کی حمایت کرنے والے اکابر دیوبند کے نقش پاہ پر چلنے والی گمراہ کن تحریک "تبلیغی جماعت کی مرکزی دجل گاہ (بستی نظام الدین) کا مرکز" اس کی روداد ملاحظہ کیجئے۔

چنانچہ رئیس التحریر علامہ محمد ارشد القادری علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "تبلیغی جماعت" کے دیباچے میں رقم طراز ہیں۔

تبلیغی جماعت کی بابت میری زندگی میں تین ایسے واقعات پیش آئے ہیں جنہیں میں اس کتاب کا سبب تالیف کہہ سکتا ہوں۔

اپنی معلومات کے اس اہم ترین حصے کو آج سطح قرطاس پر نقل کرتے ہوئے میں ایک اخلاقی فرض سے سبکدوش ہونے کی خوشی محسوس کرتا ہوں (مصنف)

پہلا واقعہ

آج سے تقریباً پچیس سال پہلے کی بات ہے۔ میرے عہد کے طالب علمی کی ایک خوشگوار شام تھی۔ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کے صدر دروازے پر ہم چند طلبہ کھڑے تھے کہ ایک سفید ریش بزرگ آتے ہوئے دکھائی پڑے۔ چہرے پر مصنوعی تقدس، ہاتھ میں یاقوت کی تسبیح، ٹخنوں تک کرتہ، درمیان میں سفید کھدر کی صدری، غرض نیچے سے اوپر تک تعمیر قلب کے جملہ آلات سے مسلح تھے۔ موصوف کے آگے پیچھے چند افراد سر جھکائے

ہاتھ باندھے زیر لب کلمہ پڑھتے ہوئے چل رہے تھے۔

ہم نو عمر لوگوں کے لئے یہ بالکل ایک نئی چیز تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ تبلیغی جماعت کے لوگ ہیں جو دہلی سے مبارکپور کے مسلمانوں کو کلمہ پڑھانے آئے ہیں اور آگے آگے جو سفید ریش بزرگ ہیں یہ امیر جماعت ہیں...... یہ معلوم کر کے ہم لوگوں کا بڑا اچنبھا ہوا۔ ہمارے علاوہ انہیں کبھی بھی بت خانے کی طرف جاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ اسلام سے منحرف ہو جانے کی کوئی بات بھی کبھی ان کے متعلق نہیں سنی گئی۔ ان حالات میں انہیں کلمہ پڑھانے کی بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اسے حیرت و استعجاب کا نتیجہ کہیے کہ ہم میں سے کسی طالب علم نے ان بتانے والے صاحب سے یہ سوال کر ہی ڈالا:

"کیا ان حضرات کے نزدیک یہاں کے مسلمان، مسلمان نہیں ہیں جو دہلی سے چل کر یہ لوگ انہیں کلمہ پڑھانے آئے ہیں"

وہ صاحب اپنی بات چیت سے اسی گروہ کے آدمی معلوم پڑتے تھے۔ انہوں نے بڑے تپاک سے کہا:

"کلمہ پڑھانے کا یہ مطلب آپ لوگوں نے غلط سمجھا ہے۔ کلمہ ہمیشہ مسلمان بنانے ہی کے لئے نہیں پڑھایا جاتا، کبھی کبھی ذکر خداوندی کے لئے بھی پڑھایا جاتا ہے۔ کلمہ پڑھا کر یہ لوگ خدا کے ذکر کا چرچا کر رہے ہیں، مسلمان بنانا مقصود نہیں"

ان کے اس جواب سے ہم لوگوں کا ذہنی خلجان بہت حد تک دور ہو چلا تھا لیکن ہمارے ایک ساتھی نے یہ کہہ کر پھر ہمیں اسی مقام پر لا کھڑا کیا کہ جب تک میں خود تجربہ نہ کر لوں گا اس جواب سے میری تشفی نہیں ہوگی۔

تاکہ ہم نے معلوم کرنا چاہا کہ وہ کیسے تجربہ کرے گا لیکن سوجواب کا ایک جواب اس کے پاس تھا "تم لوگ خاموشی کے ساتھ تماشا دیکھو"

دوسرے دن ٹھیک چار بجے شام کو مبارکپور والی کا وہ تبلیغی دستہ قصبے کا گشت کرتا کلمہ پڑھتا ہوا

مدرسے کے سامنے سے گزرا۔ ہم سب انتظار میں کھڑے تھے کہ دو قدم آگے بڑھ کر ہمارے ساتھی نے اس تبلیغی دستے کے امیر کو آواز دی۔

"مولانا! ذرا ایک لمحے کے لئے تکلیف فرمایئے گا۔"

اس آواز پر امیر جماعت نے پلٹ کر دیکھا اور کھڑے ہو گئے۔ پھر ساتھی نے لجاجت کے ساتھ کہا:

"مولانا! معاف فرمائیے گا دین کے کام سے میں آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔"

یہ سن کر وہ پیشانی پر بل ڈالے ہوئے بوجھل قدموں کے ساتھ قریب آئے اور ناگوار لہجہ میں فرمایا:

"کہئے دین کا کون سا کام ہے میرے لائق"

ساتھی نے برجستہ کہا "ذرا کلمہ پڑھ دیجئے گا۔"

اتنا سننا تھا کہ جیسے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ غصہ سے چہرہ تمتما اٹھا۔ گردن کی رگیں تن گئیں۔ دم پھولنے لگا۔ آنکھوں سے چنگاری برسنے لگی۔ کڑکتی ہوئی آواز میں ارشاد فرمایا:

"شرم نہیں آتی تمہیں؟ طالب علم ہو کر اپنے بڑوں سے مذاق کرتے ہو۔ خدا نے چاہا تو اس گستاخی کی سزا اسی دنیا میں تم بھگتو گے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ واپس جانا چاہتے تھے کہ ساتھی نے راستہ روک کر کہا:

"آپ تو بلاوجہ خفا ہو گئے۔ بھلا اس میں مذاق کی کون سی بات ہے۔ یہ کام تو کل سے آپ انجام دے رہے ہیں۔ ذکر الٰہی کا ثواب حاصل کرنے کا حق ہمیں بھی ہے اور اگر آپ کے کہنے کے مطابق یہ مذاق ہے تو کل سے آپ یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ اس گستاخی کی سزا آپ نے اپنے لئے کیا تجویز فرمائی ہے؟"

ساتھی کی آواز دم بدم تیز ہوتی جا رہی تھی جیسے کسی چور کو رنگے ہاتھوں کسی نے پکڑ لیا ہو۔ چند ہی لمحوں میں تماشائیوں کی اچھی خاصی بھیڑ جمع ہو گئی۔ عام عادت کے مطابق کچھ لوگوں

نے تجسس کے ساتھ دریافت کیا:

"کہئے کیا بات ہو گئی؟"

ساتھی نے جواب دیا "بات کچھ بھی نہیں ہوئی۔ قصہ صرف یہ ہے کہ کل سے یہ لوگ مبارکپور کے مسلمانوں سے کلمہ پڑھواتے پھر رہے ہیں۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ لوگ یہاں کے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے ہو جو گلی گلی انہیں کلمہ پڑھاتے پھر رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ کلمہ ایک ذکر الٰہی ہے اور خدا کا ذکر کرانا ہر مسلمان کا ایک دینی حق ہے۔

لیکن حیرت سے سر پیٹ لینے کی بات ہے کہ یہی دینی حق جب میں نے استعمال کرنا چاہا اور ان بڑے میاں سے کہا کہ ذرا کلمہ پڑھ دیجئے۔ بس اتنی سی بات پر یہ آپے سے باہر ہو گئے اور الٹے مجھے عیب لگاتے ہیں کہ میں نے ان سے مذاق کیا ہے۔ اب میں ان سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کلمہ پڑھانا اگر مذاق ہے تو کل سے یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ کیوں مذاق کر رہے ہیں؟"

ساتھی کی یہ باتیں سن کر سارا مجمع ہموار ہو گیا اور یک زبان بول اٹھا کہ بات تو یہ چھوٹے مولوی صاحب ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔

اس بات پر امیر جماعت صاحب اچھل پڑے اور اکڑ کر فرمایا:

"ٹھیک نہیں کہہ رہے ہیں۔ در اصل انہوں نے ہمارے ساتھ مذاق کیا ہے ورنہ کلمے کی کوئی بات نہیں تھی۔ جہاں تک کلمہ پڑھنے اور پڑھانے کا سوال ہے۔ یہ کام تو میں خود بھی کر رہا ہوں۔ بھلا اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔"

امیر جماعت کے اس جواب پر ایک صاحب نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "مولانا صاحب! جب وہی کام آپ بھی کر رہے ہیں اور وہی کام انہوں نے بھی کیا ہے تو آپ اسے مذاق کیوں کہہ رہے ہیں؟"

اس پر امیر جماعت نے تیور بدل کر فرمایا "مذاق میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان کی نیت ذکر الٰہی کی نہیں تھی مذاق ہی کی تھی"

امیر جماعت کا یہ جملہ ابھی ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ایک معمر شخص آگے بڑھے اور انہوں نے للکارتے ہوئے کہا:

"مولانا! جب بات نیت کی آ گئی ہے تو مجھے بھی کہنے دیجئے کہ کلمہ پڑھانے میں آپ کی نیت بھی ذکر خیر کی نہیں ہے بلکہ از سر نو مسلمان بنانے کی ہے۔ جو لوگ آپ کے مذہب سے واقف نہیں ہیں بھلے ہی وہ آپ کے جواب سے مطمئن ہو جائیں لیکن جو لوگ آپ کے مذہبی لٹریچر سے واقف ہیں وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ آپ کے یہاں کافر و مشرک صرف وہی نہیں ہے جو بت خانے میں جا کر اصنام کی پرستی کرے یا کھلم کھلا اسلام قرآن اور توحید و رسالت کے عقیدے سے منحرف ہو جائے بلکہ آپ حضرات کے یہاں وہ مسلمان بھی بالکل ابو جہل اور ابو لہب ہی کی طرح کافر و مشرک ہیں جو اسلام و قرآن اور توحید و رسالت پر عقیدہ رکھنے کے باوجود صرف یا رسول اللہ کہہ لیتے ہیں، خدا کی عطا سے رسول کو اپنا شفیع و کارساز سمجھتے ہیں۔ رسول کے حق میں عطائی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے لئے دونوں جہان میں تصرف کی قدرت تسلیم کرتے ہیں۔

اور خدا کا شکر ہے کہ صرف میوات ہی میں نہیں سارے ملک میں اس طرح کے "مشرکین" کی تعداد کروڑوں سے متجاوز ہے۔ اب انہیں مسلمان بنانے کے لئے سوا اس کے اور کیا چارہ کار ہے کہ آپ حضرات چور دروازہ سے آئیں اور کلمہ پڑھا کر اپنے مذہبی جذبے کو تسکین دے لیں کہ کفر کا ایک "قلعہ فتح ہو گیا" سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں انہوں نے کہا:

"مولانا! سچ آپ سے کیا مذاق کریں گے کہ ابھی تو وہ اس حقیقت سے بھی بے خبر ہیں کہ آپ ان کے مذہبی حریفوں میں ہیں یا دوستوں میں؟ البتہ کلمہ پڑھا کر آپ ان سے

ایمان کا ضرور مذاق اڑاتے ہیں"

قسم سے شکر ہے آپ حضرات نے ہمارے جذبہ عقیدت کو جس بے دردی کے ساتھ گھائل کیا ہے۔ روحانی اذیت کے لئے وہی کیا کم تھا کہ اب جگہ جگہ زخموں پر آپ نمک چھڑکتے پھر رہے ہیں۔ کلمہ پڑھنے سے کس بدبخت مسلمان کو انکار ہو سکتا ہے لیکن ہمارے دینی احساسات پر کفر و شرک کا الزام عائد کرنے کے بعد جب آپ کلمہ پڑھنے کو کہتے ہیں تو بالکل ایسا لگتا ہے جیسے کسی بے گناہ پر بہتان لگانے کے بعد کوئی تلقین کرے کہ "توبہ کرو" حالانکہ توبہ کوئی بری چیز نہیں ہے لیکن اس طرح کے حالات میں توبہ کی تلقین کرنا دوسرے لفظوں میں نا کردہ گناہ کا اقرار کرانا ہے"

اس کے بعد آواز کا تیور بدلتے ہوئے انہوں نے کہا:

"مولانا! یہ تو آپ حضرات کی سنگدلی کا صرف ایک رخ ہے۔ آپ حضرات کی مذہبی شقاوت کا دوسرا رخ تو اس سے بھی کہیں زیادہ لرزہ خیز اور بھیانک ہے"

آپ کے بزرگوں نے رسول عربی ﷺ کی شان محترم میں توہین و گستاخی کے کلمات لکھ کر جس دردناک اضطراب میں امت کو مبتلا کر دیا ہے۔ وہ اس صدی کا سب سے قیامت آشوب حادثہ ہے۔ لکھنے والے مدت ہوئی خاک میں مل گئے لیکن ان کی لگائی آگ کا دھواں آج بھی مسلم آبادیوں سے اٹھ رہا ہے۔

پھر اس سے زیادہ اچنبھے کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک طرف آپ حضرات نبی کی توہین و تنقیص بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف اسی نبی کا کلمہ بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے پڑھانے کا حق صرف اسے ہے جو نبی کو نبی مانتا ہے۔ دشنام طرازیوں کو کلمے سے کیا واسطہ! دشنام طرازی کے ساتھ کلمہ خوانی اسلام کا مذاق ہی کہا جا سکتا ہے۔

وہ کہتے جا رہے تھے اور مولانا کا خون سوکھتا جا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے انہوں نے یہ کہہ

کرا پنی جان چھڑائی کہ میں اپنی جماعت کا کوئی ذمہ دار عالم تلاش کروں۔ جب وہ جانے لگے تو مجمع سے کچھ لوگوں نے کہا کہ جواب نہ دیجئے لیکن کم از کم اتنا تو بتاتے جائیے کہ ان صاحب نے آپ لوگوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ کہاں تک سچ ہے؟ اس سوال پر ان کے ساتھی مشتعل ہو گئے اور اپنے مولانا کو حراست میں لئے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

ہر شخص کے ذہن پر اس تھوڑی دیر کی رود قدح کا یہ اثر ضرور پڑا کہ تبلیغی جماعت اوپر سے جیسی صاف ستھری نظر آتی ہے اندر سے ویسی نہیں ہے۔ بلکہ ضرور کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ غالباً 1956ء کا سال رہا ہوگا۔ اس وقت مدرسہ فیض العلوم جمشید پور کی درس گاہ کھلے آسمان کے نیچے تھی۔ ٹاٹا اسٹیل کمپنی سے عمارت کے لئے زمین حاصل کرنے کی جدوجہد کے سلسلے میں ڈاکٹر سید محمود صاحب سے رابطہ قائم کرنا پڑا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ موصوف نائب صدر وزیر خارجہ کے عہدے پر فائز تھے۔ انہوں نے میرے ایک مراسلے کے جواب میں جملہ کاغذات کے ساتھ دہلی طلب کیا۔ میں اتفاقاً ان کے دیئے ہوئے وقت سے ایک دن قبل ہی دہلی پہنچ گیا۔

دس بجے دن میں نے اصرار کیا کہ پہلی شب کیوں نہ سرکار محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں بسر کی جائے۔ چنانچہ اپنی قیام گاہ پر سامان وغیرہ رکھ کر سیدھے بستی نظام الدین کے لئے چل پڑا۔ ساڑھے پانچ بجے شام کا وقت تھا۔ بس سے اتر کر جیسے ہی میں بستی نظام الدین میں داخل ہوا۔ مجھے کچھ فاصلے پر دو آدمی نظر آئے وہ میری طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ بالکل ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ مجھے پہچانتے ہوں اور میرا انتظار کر رہے ہوں۔

جب میں ان کے قریب پہنچا تو ان کی داڑھی اور پیشانی کا گھٹا دیکھ کر میں ہکا بکا رہ

گیا۔ میں نے اپنی ساری عمر میں اتنی لمبی داڑھی اور پیشانی کی سطح پر ابھرا ہوا داغ کبھی نہیں دیکھا تھا..... وہ بہت تپاک سے میری طرف بڑھے اور میرا راستہ روک کر انتہائی لجاجت کے ساتھ کہنے لگے:

"حضرت! یہی ہے تبلیغی جماعت کا وہ مرکز جہاں سے ساری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے۔ زحمت نہ ہو تو ذرا دیر کے لئے اندر تشریف لے چلئے۔ اپنی آنکھوں سے چل کر دیکھئے کہ کس طرح دین زندہ ہو رہا ہے۔ مدت ہوئی دین کے ایک مخلص خادم نے یہاں اپنی روحانیت کا پودا لگایا تھا۔ اب وہ جوان ہو گیا ہے اور اس کی برکات سے ایک عالم فائدہ اٹھا رہا ہے۔ بس ایک نظارہ کر لیجئے کہ مرجھائے ہوئے اسلام کو دین کے خادموں نے کیا تر و تازہ کر دیا"

میں خود بھی بہت دنوں سے چاہتا تھا کہ موقع ملے تو کسی دن تبلیغی جماعت کے کاروبار کو قریب سے چل کر دیکھا جائے۔ حسب دلی مراد سمجھ کر میں ان کے ہمراہ چل پڑا۔ صدر گیٹ سے داخل ہوتے ہوئے ایک بارہ دری میں دو عزیز عمر کے کچھ لوگ پارہ عم پڑھ رہے تھے۔ ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان لوگوں نے بتایا:

"فلاں علاقے کے نومسلم لوگ ہیں۔ ان کے باپ دادا مسلم تھے۔ یہ لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن کفریہ اور شرکیہ رسموں میں یہ لوگ اس طرح ڈوبے ہوئے کہ اسلام سے دور کا بھی لگاؤ نہیں رہ گیا تھا۔ تبلیغی جماعت کے پاک باطن رہنماؤں نے حکمت عملی اور لگاتار جدوجہد کے ذریعہ ان کا پرانا مذہب تبدیل کرا کے انہیں حقیقی اسلام سے روشناس کیا۔ اب یہ لوگ شب و روز مرکز میں رہ کر دین سیکھتے ہیں۔ جب یہ پکے ہو جائیں گے تو اپنا علاقہ خود سنبھال لیں گے"

بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ سالہا سال سے پارہ عم پڑھ رہے ہیں اور تبلیغی جماعت والوں نے اپنی دکان میں انہیں نمونے کے مال کی طرح سجا کے رکھا ہے۔ باہر سے آنے والوں کو سب سے پہلے یہی مال دکھایا جاتا تاکہ دماغ پر پہلا امپریشن اتنا

زوردار ہو کر ذہن مرعوب ہو کے رہ جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ مجھے اپنے ساتھ لئے آگے بڑھے اور ایک کمرے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔۔۔ اور کمرے کے لوگوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا:

"یہ تبلیغی جماعت کے نہایت روشن دماغ اور تجربہ کار علماء ہیں۔ دماغی تطہیر کے فن میں یہ لوگ عظیم مہارت رکھتے ہیں۔ خیالات کا دھارا موڑ کر دین کی طرف لگا دینا ان کا شب و روز کا مشغلہ ہے۔ آپ ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھئے ان کی صحبت ذہن و فکر کی تسکین کے لئے اکسیر ہے"

یہ کہتے ہوئے دونوں باہر نکل گئے اور غالباً پھر اپنی شکارگاہ کی طرف واپس لوٹ گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد ان تبلیغی مولویوں نے مجھے بہت اعزاز و تکریم کے ساتھ اپنے ساتھ بٹھالیا۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھے راستے سے اچک لیا گیا ہے۔ اپنے تئیں وہ بھی سمجھ رہے تھے کہ میں اپنے وطن سے بامقصد یہیں کے لئے چلا ہوں۔

جب انہوں نے نہایت اصرار کے ساتھ مجھ سے دریافت کرنا شروع کیا کہ میں یہاں کس مقصد کے لئے آیا ہوں تو مجھے خیال آیا کہ تبلیغی جماعت کے اندرونی حالات سے واقف ہونے کے لئے جو ایک زریں موقع ہاتھ آگیا ہے اسے ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

میں نے ان سے کہا کہ "میں جمشید پور سے آ رہا ہوں، وہاں کی تبلیغی جماعت کے متعلق ایک نہایت ضروری بات حضرت جی سے کہنی ہے" اس وقت "حضرت جی" کے منصب پر مولوی محمد یوسف صاحب فائز تھے۔

انہوں نے ہزار معلوم کرنا چاہا کہ وہ کون سی بات ہے لیکن میں نے ہر بار یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "حضرت جی" ہی سے کہوں گا۔

جب وہ لوگ میری طرف سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے بتایا کہ حضرت جی تبلیغ کے لئے شہر گئے ہیں۔ وہ اپنی تبلیغی مہم سے کافی رات گئے لوٹیں گے۔ اب نماز فجر کے بعد ہی ان سے ملاقات ہو سکے گی"

غرض کہ میں خاموش ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد موقع پا کر چپکے سے درگاہ شریف کی طرف نکل گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ پوری رات محبوب الٰہی کی چوکھٹ پر بسر ہوئی۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر جب میں پارلیمنٹ جانے کے لئے درگاہ شریف سے واپس لوٹا تو پھر مجھے راستے میں وہ دونوں "شکاری" مل گئے۔ دور ہی سے انہوں نے مجھے آواز دی۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے خوشخبری سنانے والے کے انداز میں خبر دی۔

"مولوی صاحب! تم کہاں چلے گئے تھے؟ حضرت جی رات سے تمہیں تلاش کر رہے ہیں، چلو جلدی چلو"

جیسے ہی میں ان کے ہمراہ اندر داخل ہوا، پہلے دن والے مولوی صاحبان مجھے مل گئے۔ انہوں نے دیکھتے ہی کہا:

"مولوی صاحب! تم کل شام کو چپکے سے اٹھ کر کہاں چلے گئے۔ ہم لوگ تمہاری تلاش میں بہت پریشان ہوئے۔"

میں نے جواب دیا: "درگاہ شریف چلا گیا تھا، وہیں رات گزاری" یہ سنتے ہی اپنے چہرے سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ان میں سے ایک مولوی صاحب نے کہا:

"تم رات بھر اس بدعت خانے میں کیا کرتے رہے۔ کیا تم جماعت میں ابھی نئے نئے شامل ہوئے ہو؟ کہیں آنے جانے کے لئے کم از کم ہم لوگوں سے پوچھ لینا چاہئے تھا۔ یہ دہلی ہے یہاں تو ایک سے ایک تماشہ ہے۔ لیکن دین کی راہ میں نکلنے والے تماشے کے لئے تھوڑے ہی آتے ہیں۔ یہاں آنے کے بعد اگر جائز و ناجائز کا فرق نہیں ملحوظ رکھا گیا تو یہاں آنا کس کام کا؟"

میں نے بات ٹالتے ہوئے کہا "یونہی ذرا دیکھنے چلا گیا کہ وہاں کیا ہوتا ہے اور باقی سب خیریت ہے"

اس پر ایک صاحب نے منہ بناتے ہوئے ارشاد فرمایا "خیر! راستے میں کوئی مضائقہ نہیں" اس کے بعد وہ لوگ مجھے "حضرت جی" کے دیوان خانے میں لے کر چلے گئے۔

حضرت جی اس وقت اپنی خرچ کے کاغذوں کو ٹیک تقسیم کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی دریافت کیا "یہ کون صاحب ہیں، کہاں سے آئے ہیں؟"

ایک مولوی صاحب نے سر جھکا کر جواب دیا "حضرت! یہ بھی مولوی صاحب جمشید پور سے آئے ہوئے ہیں۔ وہاں کی تبلیغی جماعت کے متعلق کوئی ضروری بات حضور والا سے کہنا چاہتے ہیں۔"

اتنا سن کر حضرت جی نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت فرمایا "کہو کیا کہنا ہے؟"

میں نے گلا صاف کر کے جمشید پور کی تبلیغی جماعت کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہاں شروع شروع میں تبلیغی جماعت کا بہت اچھا اثر قائم ہو گیا تھا۔ عام لوگ اس کی تبلیغی سرگرمیوں سے بے حد متاثر تھے اور اس کی طرف سے حسن ظن رکھتے تھے۔ لیکن جب سے کچھ تبلیغی کارکنوں نے میلاد و قیام اور علم غیب جیسے اختلافی مسائل میں اپنے عقیدہ کا اظہار کر دیا اس وقت سے بہت سے لوگ تبلیغی جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی مسجدوں میں تبلیغ کا کام بند ہو گیا ہے۔"

ابھی میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ حضرت جی کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرط غضب میں اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے چیخ پڑے۔ اور اپنے متبع تبلیغی جماعت کا ایک ناتجربہ کار کارکن سمجھ کر مجھے ڈانٹنا شروع کیا:

"جب لوگ تبلیغ کا ڈھنگ نہیں جانتے تو کس نے کہہ دیا کہ وہ تبلیغ کریں۔ یہاں مجھے تبلیغ کرتے ہوئے بیس سال ہو گئے۔ میں نے کسی سے بھی نہ کہا کہ میلاد و فاتحہ چھوڑ دو۔ حالانکہ جاننے کی حد تک سب جانتے ہیں کہ میرا اپنا عقیدہ و مسلک وہی ہے جو اکابر دیوبند کا ہے۔ لیکن میں نے اچھی طرح تجربہ کر لیا ہے کہ ان چیزوں سے براہ راست روکنے کی بجائے اب لوگوں کا ذہن بدلنے کی ضرورت ہے۔ تبلیغی گشت اور مرکز میں چلہ گزارنے کا راز یہی ہے کہ لوگوں کو اپنے علماء کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ اٹھنے بیٹھنے کا موقع فراہم

کیا جائے۔

یہاں کے ماحول میں ذہن ڈھل جانے کے بعد لوگ خود بخود ان چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں بلکہ اپنے عقیدے میں اتنے سخت ہو جاتے ہیں کہ دوسروں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں"

میری طرف رخ کر کے حضرت جی نے حکیمانہ انداز میں فرمایا:

"مولوی صاحب! آپ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم لوگ ابھی اس ملک کے اندر اقلیت میں ہیں جبکہ بدعتیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان حالات میں اپنا مذہب پھیلانے کے لئے ہمیں اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ مل کر کام کریں۔ آخر کر بھی تو کوئی چیز ہے کفر و شرک سے پھیرنے کے لئے مکر سے کام لینا اتنا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ حق پرستی کے جوش میں آ کر اگر ہم تقویۃ الایمان اور بہشتی زیور وغیرہ کے مقاصد برملا بیان کر دیں تو لوگ ہمیں مسجدوں میں نہ گھسنے دیں۔

(اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جی بھی جانتے تھے کہ ان دونوں کتابوں کے بیان کردہ مقاصد درست نہیں۔ القادری)

اس لئے میں تمام تبلیغی کارکنوں کو سخت تاکید کرتا ہوں کہ وہ بدعتیوں کے ساتھ مل کر کام لیں یعنی مصلحت کا تقاضا ہو تو میلاد و قیام بھی کر لیں بلکہ اگر ضرورت پیش آ جائے تو اپنے علماء کو برا بھلا کہہ دیں۔ جیسے بھی ہو ان کے ساتھ لگے رہیں، انہیں اپنے ہمراہ لے کر جماعتوں میں پھرائیں۔ کبھی نہ کبھی ان میں سے لوگ ٹوٹ کر ادھر آ ہی جائیں گے۔

مولوی صاحب، دیکھو یہاں مجھے بیس سال ہو گئے تبلیغ کا کام سنبھالے ہوئے اختلافی مسائل تو بڑی چیز ہے اس کی ہوا بھی میں نے کسی کو نہیں لگنے دی۔ بس اتنا کیا کہ تبلیغی گشتوں، لگاتار چلوں اور اجتماعات کے ذریعہ اپنے بزرگوں کی عقیدت ان کے دلوں میں بٹھا دی۔ کسی کو دیوبند لے جا کر حضرت شیخ الاسلام سے مرید کرا دیا کسی کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا کی طرف رجوع کیا جس کو جیسا پایا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ پایا۔

یہ جو تم ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہے ہو جو تبلیغ میں دن رات لگے ہوئے ہیں ان میں سے اکثر لوگ کٹر بدعتی اور قبر پرست تھے لیکن اپنے علماء کی عقیدت کے زیر اثر خود ہی ان کا ذہن بدل گیا۔ یہاں تک کہ جن شرکیہ رسموں کو کہنے پر بھی وہ نہیں چھوڑ سکتے تھے، اب بغیر کہے سنے چھوڑ دیا۔ تبلیغی جماعت نے اسی راز کو پالیا ہے کہ جس کی عقیدت دل میں پیدا ہو جاتی ہے آدمی اس کا مذہب بھی قبول کر لیتا ہے"

حضرت جی اپنا سلسلہ گفتگو ختم کر کے جب خاموش ہو گئے تو میں نے درخواست کی کہ آپ اپنی یہ ہدایت قلم بند کر دیں تو آپ کو لوگوں تک پیغام پہنچانے میں بڑی مدد ملے گی۔

اس درخواست پر حضرت جی نے تیور بدل کر کہا:

"کہ تم نے غلط سوال کیا۔ ہمارے یہاں سارا کام زبان سے چلتا ہے، قلم استعمال نہیں کیا جاسکتا بجز اس کے کہ کارکنوں اور طالبین کے خطوط کے جوابات دے دیئے جاتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کا کاروبار کتنا پھیل گیا ہے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن لکھت پڑھت کے لئے ایک رجسٹر بھی تم ہمارے یہاں نہیں پاؤ گے"

حضرت جی یہ کہہ کر دوسری طرف متوجہ ہو گئے اور میں باہر نکل آیا۔

ایک دردناک خلش

اس وقت میرا دل مسوس کے رہ گیا کہ کاش میرے پاس ٹیپ ریکارڈر ہوتا اور میں حضرت جی کی آواز کو اس میں قید کر لیتا تو آج مجھے تبلیغی جماعت کی اصل حقیقت سے روشناس کرانے کے لئے ایک کتاب لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ صرف وہ ٹیپ کا فیتہ سارے زمانے کو اس صدی کے سب سے بڑے مکر "دجل و فریب" سے واقف کرا دیتا۔

آج حضرت جی کے مذکورہ بالا "ارشادات" پر سوائے خدائے عزوجل ذوالجلال کے اور کوئی گواہ میرے پاس نہیں ہے۔ فرشتوں کا ایک نوشتہ ضرور ہے لیکن افسوس کہ وہ اس میدان میں کھلے گا جہاں تبلیغی جماعت کا انجام معلوم کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہی باقی نہیں

رہے گی۔

جو لوگ میری اس "خود نوشت آپ بیتی" پر اعتبار کر سکیں ان سے عرض کروں گا کہ تبلیغی جماعت کی صحیح تعبیر کے لئے اب وہ خود ہی لغت میں کوئی مناسب لفظ تلاش کر لیں۔ کافی غور و خوض کے بعد بھی مجھے اب تک کوئی ایسا لفظ نہیں مل سکا جو "رہبری" اور "رہزنی" دونوں مفہوم کو ایک ساتھ ادا کر سکتا ہو۔

اب باقی رہ گئے وہ لوگ جو میری خود نوشت پڑھ کر بے ساختہ بول اٹھیں گے کہ یہ صد فیصدی غلط ہے بے بنیاد اور سرتاپا افترا ہے۔ ان سے میں التماس کروں گا کہ کسی بھی خبر پر اعتماد کرنے کے لئے شہادت کے علاوہ اب تک جتنے ذرائع دریافت ہو سکے ہیں اپنے اطمینان قلب کے لئے وہ سارے ذرائع استعمال میں لائیں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ کسی بھی آزمائش کا سامنا کرنے کے لئے میں اپنے آپ کو ہمیشہ تیار رکھوں گا۔

مرکز نظام الدین سے واپسی کے بعد حضرت جی کی ہدایات کا رد عمل میرے دماغ پر اتنا سخت ہوا کہ کئی دن تک مجھ پر سکتے کی سی کیفیت طاری رہی۔ میں بار بار یہی سوچتا رہا کہ اہلسنت کے مذہبی مستقبل کا اب کیا ہوگا۔ زبان و قلم اور علم و استدلال کی جنگ ہو تو میدان سر کیا جاسکتا ہے لیکن مکر و فریب کے ان ہتھیاروں کا ہمارے پاس کیا جواب ہے۔

ہمارا دینی مزاج تو ایک لمحے کے لئے بھی اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ ہم فریب کی راہ سے کسی کو اپنا مذہبی ہمنوا بنائیں یا اسلام کی تبلیغ کے لئے مکر کا شیوہ اختیار کریں۔ اس وقت سے یہ سوال میرے دل کا ایک چبھتا ہوا کانٹا بن گیا کہ سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے دام فریب سے کس طرح بچایا جائے..... شکاریوں کو میں اپنے پیشے سے کیونکر روک سکتا تھا۔

اب میرے اختیار کی بات صرف یہی رہ گئی تھی کہ میں شور مچا کر سارے مسلمانوں کو ہوشیار کر دوں کہ وہ تبلیغی جماعت کے دام فریب سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اپنے بھائیوں کے دین و ایمان کی سلامتی کے لئے میری روح کا یہ اضطراب قدرتی طور پر میرے ذاتی تجربے

کارگر نہیں تھا اور ہے کیونکہ چور کو کسی دیوار میں نقب لگاتے دیکھ کر خود بچانا فطرت انسانی سے جنگ کرنا ہے۔

تیسرا واقعہ

ترچناپلی (مدراس) کے احباب کی دعوت پر میں نے 1969ء میں جنوبی ہند کا سفر کیا۔ واپسی میں حیدرآباد میں ایک دن کے لئے قیام کرنا پروگرام میں شامل تھا۔ اس لئے بنگلور ہوتے ہوئے سکندرآباد میل سے میری واپسی ہوئی۔ بدقسمتی سے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تلنگانہ کی تحریک بالکل شباب پر تھی۔ ریاست کے بہت بڑے حصے میں مظاہرین نے ایک آگ سی لگا رکھی تھی۔ شہری زندگی کا سارا نظام درہم برہم ہو کے رہ گیا تھا۔ رات کے وقت میری ٹرین اس علاقے سے گزر رہی تھی جو تخریب کاروں کا بہت بڑا مرکز تھا کہ اچانک ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی۔ سارے مسافر نیند کی حالت میں اٹھ پڑے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آگے لائن اکھاڑ دی گئی ہے تقریباً بارہ گھنٹے تک لائن کی مرمت کے انتظار میں ہم لوگوں کو وہاں رکنا پڑا۔

صبح کے وقت نیچے اتر کر میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ادھیڑ عمر کے ایک مولوی صورت شخص اپنی طرف آتے ہوئے دکھائی پڑے۔ ان کے ساتھ ایک کمسن نوجوان بھی تھا۔ وہ میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور میرے متعلق یہ معلوم کرنا چاہا کہ میں کہاں سے آرہا ہوں اور مجھے کہاں جانا ہے۔

بات چیت کے دوران جب میں نے ان کا تعارف حاصل کرنا چاہا تو انہوں نے بتایا کہ وہ حیدرآباد کی تبلیغی جماعت کے امیر ہیں۔ کیرالا ایک اجتماع میں گئے تھے وہاں سے لوٹ رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ساتھ کا نوجوان ایک بہت بڑے دولت مند گھرانے کا لڑکا ہے جو حال ہی میں تبلیغی جماعت سے منسلک ہوا ہے۔

اب ان کے ساتھ گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے میں اطمینان سے بیٹھ گیا۔ وہ تبلیغی

جماعتوں کے قصے سناتے رہے اور میں خاموشی سے سنتا رہا۔ تبلیغی جماعت کے متعلق چونکہ وہ میرے نقطۂ نظر سے واقف نہ تھے اس لئے بلا جھجک کے وہ بولتے رہے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے حیدرآباد کی تبلیغی جماعت کی کارگزاریوں کا بھی تذکرہ چھیڑ دیا۔ جب وہ کہہ چکے تو میں نے ان سے ایک سوال کیا:

"حیدرآباد تو درگاہوں، خانقاہوں اور مزاراتی روایات کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ وہاں تبلیغی جماعت کو قدم جمانے کا موقع کیسے ملا"

اس سوال پر وہ اس طرح مسرور ہو گئے جیسے میں نے ان کے حسن تدبر اور دانشمندی کا لوہا مان لیا ہو۔ اس کے بعد اسی جذبۂ مسرت کی ترنگ میں انہوں نے یہ کہانی سنائی "اس میں کوئی شک نہیں کہ حیدرآباد عہد قدیم سے بزرگوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ قدم قدم پر گنبد و مزار کے بے شمار ہالے تھے وہاں کی اٹھانوے فیصدی مسلم آبادی شرکیہ رسموں اور بدعات ہی کو اسلام سمجھتی تھی۔ اس لئے بہت ہی حسن تدبر اور دانشمندی کے ساتھ ہمیں اس مرحلے سے گزرنا پڑا۔

عرس و فاتحہ کی مخالفت کرنے کے بجائے ہم نے یہ طریقہ اپنایا کہ جہاں کہیں عرس کا میلہ لگتا ہے اپنا تبلیغی وفد لے کر وہاں پہنچ جاتے اور لوگوں کو کلمہ و نماز کی تبلیغ کرتے۔ اصرار کرنے پر بعض زائرین کو بھی گشت میں اپنے ساتھ رکھتے۔ اس طریقہ کار سے ہمیں دو فائدے پہنچے۔ پہلا فائدہ تو یہ پہنچا کہ ایک بالکل اجنبی حلقے میں ہماری آواز پہنچ گئی اور دوسرا سب سے بڑا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ کبھی بدعتی مولویوں نے اپنے عوام کو ہماری طرف سے بدظن بھی کرنا چاہا کہ یہ وہابی عقیدہ اور عرس و فاتحہ کے مخالف لوگ ہیں تو بھی کے عوام نے انہیں جھٹلا دیا کہ یہ لوگ عرس و فاتحہ کے مخالف ہوتے تو ہمارے عرسوں میں کیوں دیکھے جاتے۔

اپنی کارگزاریوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں ہمیں ان گدی نشین حضرات سے بھی کافی مدد ملی جو بدعتیوں کی طرح اپنے مسلک میں سخت نہیں

ہیں۔ ہم ان خانقاہوں میں حاضر ہوئے اور ایک خوش عقیدہ نیاز مند کی طرح ہم نے ان کی دست بوسی کی اور انہیں اپنے اجتماع میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ کئی بار کی آمد و رفت کے بعد جب وہ تیار ہو گئے تو انہیں نہایت اعزاز و تکریم کے ساتھ اپنے اجتماع میں لے آئے۔۔۔ ان کی ہمرکابی میں ان کے مریدین کا جو دستہ آیا تو اس نے جب اپنے پیر کے ساتھ ہمارا نیاز مندانہ رویہ دیکھا تو وہ ہم سے کافی حد تک مانوس ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دوستوں اور عزیزوں میں ہماری خوش عقیدگی کا ایک اچھا خاصا اشتہار بن گیا۔

اس طرح رفتہ رفتہ ہم بغیر کسی فکری تصادم کے وہاں کے اونچے حلقوں میں داخل ہوتے گئے یہاں تک کہ آج ان حلقوں کی بہت بڑی تعداد نہ صرف یہ کہ تبلیغی جماعت کی ہمنوا بن گئی ہے بلکہ ہم نے انہیں ذہنی طور پر اتنا بدل دیا ہے کہ اب اگر ان کے پیر صاحبان بھی ہم سے قطع تعلق کا انہیں حکم صادر فرمائیں تو وہ پیر سے قطع تعلق کر سکتے ہیں لیکن اپنی جماعت کے خلاف کچھ سننا برداشت نہیں کریں گے۔

یہاں تک کہہ کر ان کا لب و لہجہ بدل گیا۔ انہوں نے فاتحانہ لہجہ میں کہا۔ "مولانا! خدا کا شکر ادا کیجئے کہ تبلیغی جماعت کی خاموش جدوجہد کے نتیجے میں اب وہاں کفر و شرک کے مراکز کی وہ دھوم دھام باقی نہیں ہے۔ میلاد و فاتحہ اور بدعات کی چہل پہل بھی اب دن بدن ماند پڑتی جا رہی ہے۔ ہمارا جذبۂ جہاد اسی طرح سلامت رہ گیا تو وہ دن دور نہیں ہے جبکہ ان مزاروں پر مکھیاں بھنبھنائیں گی اور ہم ان ختم خانوں کی ویرانی پر شکرانے کی نماز ادا کریں گے۔۔۔"

گفتگو کے اس آخری حصے پر میرا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ میں نے تیور بدل کر ان سے کہا:

"آپ کی کارگزاریوں کی روداد سننے کے بعد مجھے افسوس ہوتا ہے کہ اس دنیا میں دجل و فریب کی آخری تربیت گاہ کا نام اب تبلیغی جماعت ہے۔ یہ دنیا کی عمر کے آخری حصے سے گزر رہی ہے ہو سکتا ہے قدرتی طور پر دجال کا کیمپ آپ ہی لوگوں کے ہاتھوں تیار کرایا

جا رہا ہو" اس جواب پر وہ ہکا بکا سے ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے "بڑا دھوکہ ہوا۔ میں آپ کو اپنا سمجھ رہا تھا"

تبصرہ قادری: قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ اس زمانے میں اللہ والوں کے حلیے میں اور بھولی بھالی شکلوں میں گھومنے پھرنے والے بے ایمان کے ٹولے کس قدر خطرناک انداز میں ایمان کی دولت لوٹنے میں مصروف ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ اس کو اپنا عظیم الشان کارنامہ تصور کرتے اور اس پر اتراتے پھرتے ہیں۔ ان کے اس پر فریب انداز سے کتنے مسلمان دھوکہ سے اپنے ایمان جیسی دولت بے بہا اور خوش عقیدگی کی نعمت سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس جماعت کے لوگوں نے شیعوں کی طرح حق کو چھپا کر اسے بجائے تقیہ کے حکمت کا نام دے دیا ہے اور قادیانیوں کی طرح بے روزگار نوجوانوں کو نوکری چاکری کی لالچ دے کر ان کے ایمان کو لوٹنا اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اسی وجہ سے اس جماعت کے مرکز عقیدت دارالعلوم دیوبند کی بنیادوں میں بد عقیدگی کی اینٹ لگا دینے والے مولوی قاسم نانوتوی نے مرزا قادیانی کی استادی کا حق ادا کرتے ہوئے "تحذیر الناس" میں کہہ دیا کہ "حضور ﷺ کو آخری نبی ماننا عوام کا خیال ہے" ص 4،5 "آخری نبی سے فضل میں بڑھ جاتا ہے" ص 7، اور یہاں تک کہہ دیا کہ "حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آ جائے تو خاتمیت محمدی میں فرق نہیں آتا" (ص 32، تحذیر الناس، مولوی مسافر خانہ دار الاشاعت، کراچی)

اسی طرح کئی طریقوں سے قادیانیت کی ہمنوائی کی اور جھوٹے مدعیان نبوت کے لئے راہ ہموار کی اور عقیدہ ختم نبوت کو بدلنے کی ناکام کوشش کی اور بالطبع وقادیانیت کا ہم نوالہ وہم پیالہ بنے رہے۔

محمود بن عبد اللہ بن محمود التویجری رقم طراز ہے

وقد رد كثير من العلماء على التبليغيين، وبينوا اخطاءهم وضلالاتهم وخطرهم على الاسلام والمسلمين، وقد رأيت من الكتب

والرسائل المؤلفة فی ذالك عدداً کثیراً، ومن اهمها کتاب الاستاذ سیف الرحمن احمد الذی تقدم ذکره والنقل منه

وبعض الذین ردوا علی التبلیغیین قد صحبوهم سنین کثیرة، وخرجوا معهم فی سیاحاتهم هی من محدثات الامور، ثم لما رأوا ما فی دعوتهم واعمالهم من البدع والضلالات والجهالات، فارقوهم، وحذروهم منهم ومن سیاحتهم واعمالهم المبتدعة (القول البلیغ ص۔ 22,23)

ترجمہ کثیر علماء کرام نے تبلیغی جماعت والوں کا رد کیا ہے، اور ان کی خطاؤں اور گمراہیوں کو ظاہر کردیا ہے اور اسلام و مسلمین کو ان کے خطرے سے آگاہ کردیا ہے۔ تحقیق میں نے ان کے رد میں لکھی ہوئی کثیر کتابیں اور رسائل دیکھے ہیں، ان میں سے اہم ترین کتاب استاذ سیف الرحمن احمد کی کتاب ہے، جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور بعض وہ لوگ بھی ان رد لکھنے والوں میں بدعتوں اور گمراہی و جہالت کو دیکھا تو ان سے جدا ہو گئے اور ان سے بچ نکلے اور ان کے گشتوں اور بدعت بھرے اعمال سے کنارہ کش ہو گئے۔

تبصرہ قادری: قارئین کرام! اس مذکورہ تبلیغی جماعت کے رد میں اب تک کئی علمائے کرام تصانیف کر چکے اور عرب و عجم کے علماء دین نے ان کی شرارتوں سے آگاہی دلانے کے لئے انتھک محنت کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تبلیغی جماعت کے کارندوں نام نہاد مبلغوں نے اپنی جہالت و ضلالت کے ذریعے ملک و ملت اور دین اسلام کو خاطر خواہ نقصان پہنچایا ہے۔ حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری نے بھی اس کتاب "القول البلیغ" کے حصاول میں کہا کہ سائل نے مجھ سے ان کے بارے کیا پوچھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ ان کے معاملات سنت و شریعت سے جدا ہیں اور بدعتوں، گمراہیوں کو انہوں نے اپنایا ہے اور نئی باتوں، بری باتوں کو گھڑنا شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ رحمہم اللہ حضرت سیدہ عائشہ ام المومنین

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد"

امام احمد، بخاری و مسلم رحمہم اللہ کی ایک دوسری روایت میں ہے

من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد

یعنی جو ہمارے دین میں نئی بات اپنی طرف سے پیدا کرے وہ بات رد ہے۔

قال النووی فی شرح مسلم، قال اهل العربیه، الرد هنا بمعنی المردود ومعناه فهو باطل غیر معتد به

امام نووی شرح مسلم کہتے ہیں "اہل عربی کہتے ہیں اس حدیث میں رد کا معنی مردود اور باطل اور ایسی چیز ہے جو قابل شمار نہ ہو" اور فرماتے ہیں یہ حدیث ہر بری چیز اور گھڑی ہوئی باتوں کے رد کے لئے ہے۔

اس حدیث میں تبلیغی جماعت کی نئی من گھڑت باتوں کا رد موجود ہے۔ ان کے اکثر اعمال وہ ہیں جو خلاف سنت نبوی ہیں اور سی وہ باتیں سنت خلفاء راشدین میں سے ہیں بلکہ ان کے امیر محمد الیاس کاندھلوی دیوبندی کی اپنی گھڑی ہوئی باتیں ہیں جو اس نے اپنے شیوخ اشرف علی تھانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے کہنے پر ایجاد کی ہیں اور ان باتوں کو تبلیغی جماعت کے اصول ستہ کہا جاتا ہے۔

استاذ سیف الرحمن بن احمد دہلوی اپنی کتاب کے ص 8,7 پر لکھتے ہیں:

تبلیغی جماعت کی فکر منسوب ہے شیخ سعید کردی المعروف بدیع الزمان کی طرف، اصل میں یہی شخص اس فکری بدعت کا موجد ہے اس کے بنائے ہوئے چھ اصولوں پر تبلیغی جماعت کار بند ہے اور ظاہر بھی ہے کہ شیخ الیاس ہندی دیوبندی کاندھلوی جب حجاز مقدس میں پہنچا تو اس نے یہاں سے یہ فکر حاصل کی اور پھر ہند میں جا کر تبلیغی جماعت کا سلسلہ اسی اصول ستہ (چھ اصولوں) پر رکھا۔

چنانچہ تبلیغی جماعت کے اس طریقے پر تردید خطبہ نبوی میں موجود ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدی ہدی محمد وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة

یعنی بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت مصطفیٰ ہے اور برے کام نئی باتیں گھڑ لینا ہیں اور ہر نئی بات گمراہی ہے۔ بہرحال اب تک کی تقریر سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ تبلیغی جماعت جہالت وضلالت اور رسوائی وگمراہی کا پلندہ ہے۔ ان کے اپنے من گھڑت چھ اصولوں پر ان کی کہانی کا دارومدار ہے۔ اس کے پیچھے اکابرین دیوبند اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی وغیرہا کا ہاتھ ہے اور اس جماعت کے بانی اول الیاس کاندھلوی نے شیخ کرنے کے علاوہ اصولوں پر اس جماعت کی بنیاد کھڑی کر دی اور اس کی نئی من گھڑت فکر کی ترویج کے لئے اس نے اور اس کے ساتھیوں نے دن رات ایک کرکے اولاً تو مسلمانان ہند پھر اس کے بعد عرب وعجم کے اہل حق کو ورغلانے اور ان کو ان کے عقیدہ حقہ سے ہٹانے کے لئے تبلیغی گشتوں، چلوں اور دوروں پہاڑوں کا سلسلہ زور وشور سے شروع کر دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے حشرات الارض کی طرح تبلیغی جماعت کے مبلغین پھیلتے چلے گئے اور اصلاحی کتابوں کے بہانے لوگوں میں اکابرین دیوبند کی لکھی ہوئی وہ کتابیں جن میں اللہ ورسول کی شان میں کھلم کھلا گستاخیاں تحریر کی گئی ہیں ایسی کتابیں تبلیغی جماعت والے تقسیم کرنے لگ گئے اور اس طرح ان تبلیغی لوگوں کے ذریعے وہابیت پھیلنی شروع ہو گئی اور اب تو گھر گھر میں ان کے عزائم نشر کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے ان بدعتوں کے حامیوں اور ان کے شر سے بچنے کے لئے ان تبلیغی وفود اور گشتوں کا اپنے اپنے علاقوں کی مسجدوں میں داخلہ بند کروانے کی بھرپور کوشش کریں تاکہ آپ کی آنے والی نسلیں ان انسان نما بھیڑیوں کے شکار سے بچ سکیں اور یہ اپنی زہر ناک شربت شہد بنا کر پیش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

محمود بن عبداللہ بن محمود التویجری رقم طراز ہے:

واما قول السائل، هل انصحه بالخروج مع التبليغيين في داخل البلاد اي البلاد السعودية او في خارجها ام لا؟

فجوابه ان اقول: انني انصح السائل وانصح غيره من الذين يحرصون على سلامة دينهم من ادناس الشرك والغلو والبدع والخرافات ان لا ينضموا الى التبليغيين، ولا يخرجوا معهم ابداً وسواء كان ذلك في البلاد السعودية او في خارجها، لان اقل ما يقال في التبليغيين انهم اهل بدعة وضلالة وجهالة في عقائدهم وفي سلوكهم ومن كانوا بهذه الصفة الذميمة، فلاشك ان السلامة في مجانبتهم والبعد منهم (ص30)

ترجمہ: سائل کا یہ پوچھنا کہ کیا میں اسے تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ نکلنے کی نصیحت کرتا ہوں بلاد عربیہ میں یا اس کے علاوہ میں یا کہ میں اسے ان کے ساتھ نکلنے سے منع کرتا ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اس سائل اور اس کے علاوہ جو لوگ بھی اپنے دین کی سلامتی چاہتے ہیں ان کو تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ نکلنے سے منع کروں گا تاکہ ان کا دین بچ جائے وہ شرک وبدعت اور غلو بازی کا شکار نہ ہوں اور کبھی بھی ان کے ساتھ مت نکلیں، خواہ عرب ممالک میں ہوں یا عجم میں، اس لئے کہ سب سے ہلکی بات تبلیغیوں کے بارے میں یہ ہے کہ یہ اہل بدعت وضلالت وجہالت ہیں۔ ان کے عقیدوں اور طریقوں میں یہ خرافات موجود ہیں، اور جو شخص ان بری خصلتوں (بدعت وجہالت وضلالت) سے متصف ہو اس سے دور رہنے میں سلامتی ہے۔

تبصرہ قادری: اس آخری قسط میں اسی سائل کا ذکر ہے جس کے بارے میں ابتدا میں "القول البلیغ" کے مصنف نے کہا تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا ہے کہ کیا میں تبلیغی

جماعت کے ساتھ گشت کرنے کے لئے عرب ممالک یا عجم میں جاؤں یا نہ جاؤں تو اسکے جواب میں مصنف کا کہنا یہ تھا کہ یہ جماعت بدعت وضلالت اور رسوائی وگمراہی کا پلندہ ہے۔

اب قارئین کرام اندازہ کیجئے کہ ایسی جماعت کے ساتھ چلوں میں گھومنے والے کی کیفیت کیا ہوگی اور اس کی صحبت جب ایسے لوگوں کے ساتھ ہوگی تو وہ خود کیسی جہالت وضلالت کا شکار ہوگا، اس کا اندازہ ہر عقل سلیم رکھنے والا خود کر سکتا ہے۔

ولقد احسن الشاعر حيث يقول

فلا تصحب اخا الجهل وايّاك وايّاه

فكم من جاهل اردى حليما حين آخاه

يقاس المرء بالمرء اذا ما هو ماشاه

ترجمہ: کسی جاہل ساتھی کی صحبت اختیار مت کر، خود اس سے دور رہ اور اس کو اپنے سے دور رکھ۔ بہت سارے جاہل جب بھائی بنتے ہیں تو بردبار نظر آتے ہیں اس لئے کہ آدمی آدمی کو اپنے آپ پر قیاس کرتا ہے جس کو وہ لے چلا ہے۔

وقال آخر واحسن فيما قال

وما ينفع الجرباء قرب صحيحة

اليها ولكن الصحيحة تجرب

خارش زدہ کو صحت مند کا قرب نفع نہیں دیتا

ہاں البتہ صحت مند اس کے قرب سے خارش والا ہو جاتا ہے

حبیب اسلامی نظریہ کے مطابق کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا کہ ایک سے دوسرے کو لگ جائے، یہاں پھر اعتراض ہوگا کہ پہلے کو کہاں سے لگا۔ یہ ایک مثال تھی جو شعر میں بیان ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھے کی صحبت برے کو اچھا کم بناتی ہے مگر برے کی صحبت اچھے کو جلد برا بناتی ہے (قادری)

والقول البلیغ کے مؤلف نے اپنی کتاب کے صفحات کے آخر میں ایک درج ذیل عبارت رقم کی ہے۔

جو شخص تبلیغی جماعت والوں کے معاملے میں توقف کرتا ہے اور انہیں اچھا جانتا ہے اسے چاہئے کہ وہ قاضی محمد اسلم پاکستانی کی کتاب بنام عقائد التبلیغ کا مطالعہ کرے۔ اس کتاب میں ان کے اکابرین کے عقائد باطلہ اور اقوال فاسدہ کا ذکر موجود ہے۔ جن کو پڑھ کر یا سنکر اہل ایمان کے دل ہل جاتے ہیں۔

اس کتاب میں محمد اسلم پاکستانی نے کہا جس جماعت کی بنیاد ہی غلط اقوال ونظریات پر ہو، اس سے دوسروں کی اصلاح کی توقع کیسے رکھی جا سکتی ہے۔

اسی طرح خود "والقول البلیغ" عربی زبان میں اس جماعت کی حقیقت کا خوب بیان کرتی ہے اور ان کی نقاب کشائی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری مرحوم کی کتاب "تبلیغی جماعت" اس جماعت کی ریشہ دوانی اور تخریب کاری کے بیان میں اپنی مثال آپ ہے۔

خاتمہ

الحمد للہ علی احسانہ میں نے "القول البلیغ فی التحریر عن جماعۃ التبلیغ" قسم اول کے بعض پیراگراف کو متن بنا کر اس پر ترجمہ وتبصرہ کا کام مکمل کر لیا ہے۔ اس ضمن میں بیسیوں کتابوں کے سینکڑوں حوالہ جات سے تبلیغی جماعت کے نام نہاد مبلغوں کے کارناموں کا بیان ہوا اور انگریز کے ایجنٹوں کے ضمن میں تبلیغیوں کے ساتھ ساتھ قادیانیوں، رافضیوں کا بھی پوسٹ مارٹم کر دیا گیا ہے۔ دو سالہ محنت رب تعالیٰ کتنا رنگ لائی ہے، اس کا اندازہ مجھے کیسے ہوگا؟ میں نہیں جانتا مگر یہ حقیقت ہے کہ انبیاء کرام بالخصوص سید الانبیاء ﷺ کی شان پاک میں جو گستاخیاں کی گئیں، ان گستاخیوں کا نام لے کر ہم نے قوم مسلم کو آگاہ کر دیا۔ اہل بیت نبوت کی جھوٹی محبت کا ڈھونگ رچا کر نام نہاد محبان اہل بیت نے صحابہ کرام پر جو سب و شتم کیا، اس کی قلعی کھول دی گئی۔ قادیانیوں نے قصر نبوت پر جو ناپاک کمند ڈالنے کی کوشش کی، اس سے قوم کو خبردار کر دیا گیا ہے۔ اہل ایمان اپنی مساجد کو تبلیغی جماعت کے گندے وجود سے بچائیں، ورنہ ان کی آنے والی نسلیں انہیں گمراہ نظر آئیں گی اور پھر یہ کف افسوس ملتے ہوں گے کہ اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت کے مصداق کچھ نہ ہو سکے گا۔

اپنے گھر والوں کا دشمن کسے بھاتا ہے تو نبی پاک ﷺ کے گھرانے کے دشمن نجدی خارجی لوگوں کو کون پسند کرے گا۔ اپنے دشمن کو اپنے گھر کوئی گھسنے نہیں دیتا تو کون ہے جو انبیاء کے دشمنوں کو اپنی مسجدوں میں گھسنے دے۔ اہل بیت کے نام پر جو صحابہ کا دشمن ہو جائے تو اس کے دشمن بن جاؤ۔ دیکھو محبوب کے ساتھیوں سے پیار کا تقاضا یہی ہے کہ بدمذہبوں اور ان کے ساتھیوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے اور ختم نبوت کے تاجدار کے بعد جو شخص نبی

بننے کے جھوٹے خواب دیکھے، اس کی نقلی نبوت کو مت مانو بلکہ اپنے سچے نبی کی عظمت پر مر مٹو تو حیات جاودانی مل جائے گی۔ اپنی مساجد میں صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ، صحیح القراءۃ ائمہ کرام کا تقرر کریں جو عقائد ضروریہ، مسائل واجبہ جاننے والے ہوں، ائمہ کرام بھی درس قرآن دیں، فقہ و حدیث کے درس جاری کریں، محلے کے بچوں کی تربیت کریں، اسکول، کالج، یونیورسٹی کے طلبہ کے لئے شارٹ کورس کا بندوبست کریں، انہیں کتابچے دیں، انہیں "دعوت اسلامی" کے ماحول میں بھیجیں تاکہ "تبلیغی جماعت" کے شر سے بچیں، انہیں "کنز الایمان، بہار شریعت اور فیضان سنت" کے مطالعے کا خوگر بنائیں تاکہ "فضائل اعمال" کے میٹھے زہر سے تریاق مل جائے، انہیں بے عمل نہ رہنے دیں، علمائے حق و مشائخ اہل سنت کے دامن سے وابستہ رکھیں تاکہ انہیں اصلاح احوال کا بھرپور موقع میسر رہے۔ اپنے پاس بدمذہبوں کی اصلی کتابیں، ان کی عبارتوں کو بوقت ضرورت نوٹ کر کے رکھیں اور "بدمذہبوں کی گستاخیاں" نامی کتاب ضرور رکھیں۔

خیر اندیش

محمد عارف محمود قادری غفرلہ

۱۸/۴/۱۴۳۳ھ

جمعۃ المبارک

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

فیصلہ کیجیے

- بریلوی اور دیوبندی میں کیا فرق ہے؟
- رائے ونڈ کی تبلیغی جماعت سے اختلاف کیوں؟
- ایمان کی تلاش؟
- میں کدھر جاؤں؟

مصنف

حضرت علامہ مولانا شیر محمد جمشیدی

مختلف مکاتب فکر کے تراجم قرآن میں سنگین غلطیاں، اللہ تعالیٰ، حضور ﷺ، انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی پر مبنی الفاظ کا استعمال، ترجمہ کنزالایمان اور دیگر تراجم کا تقابلی جائزہ، ۱۰۰ اصل عکس ملاحظہ ہوں

میں کس کا ترجمہ قرآن پڑھوں

مؤلف

محمد شہزاد قادری ترابی

تحریک تحفظ قرآن، پاکستان

ردِّ وہابیت
میں کس کا
ترجمہ قرآن
پڑھوں؟
وہابیوں کے
انگریز افکار
فیصلہ کیجیے
مکتبہ فکر رضا
0308-7057505